بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبات مفکر اسلام

﴿حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی﴾

(جلد چہارم)

جمع و ترتیب

محمد کاظم ندوی

ملنے کا پتہ

مکتبہ ایوب کاکوری۔ لکھنؤ

۲۲۷۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿دسمبر ۲۰۰۰ء﴾

نام کتاب ـــــــــ خطبات مفکر اسلام جلد سوم

کمپیوٹر کمپوزنگ ـــــــــ مسرور احمد ندوی

طباعت ـــــــــ شاذیہ آفسٹ لکھنؤ

قیمت ـــــــــ Rs. 120 /=

باہتمام

محمد کاظم ندوی

ملنے کے دیگر پتے

☆ مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ حرمین کچہری روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

☆ مکتبہ البدر کاکوری، لکھنؤ

☆ مکتبہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۹۷
۶۵۲۳

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
☆اپنی بات	۵
☆عرض مؤلف	۷
☆مناجات۔(ترا شیوہ کرم ہے اور مری عادت گدائی کی)	۱۰
☆نعت(رسولؐ پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا)	۱۱
☆ محبت مجھے ان جوانوں سے ہے	۱۳
☆نیا ایمان	۲۹
☆اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش اور اس کے اسباب	۴۳
☆زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے	۵۷
☆طالبانِ علوم نبوت سے خطاب	۸۳
☆مدرسہ کیا ہے؟	۱۰۱
☆یورپ، امریکہ اور اسرائیل	۱۲۷
☆امتِ مسلمہ کی دوہری ذمہ داری	۱۴۹

www.abulhasanalinadwi.org

☆ عصرِ جدید کا چیلنج اور اس کا جواب ۱۶۵
☆ اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہید کے جہاد
اور شہداء کا خون دار العلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا ۱۹۵
☆ خلفائے اربعہ کی ترتیبِ خلافت میں قدرت وحکمتِ الٰہی کی کار فرمائی ۲۰۹
☆ اخلاص اور اختصاص ۲۴۱
☆ زرخیز زمین، مردم خیز خطہ ۲۵۵
☆ زمانہ کا دامن پھیلتا اور سمٹتا رہتا ہے ۲۶۷
☆ پاکیزہ ذوق، علم ومطالعہ کی کنجی ہے ۲۸۳
☆ ضرورتِ تبلیغ ۲۹۱
☆ امت کا وجود غزوۂ بدر کا صدقہ ہے ۳۱۷
☆ مسلمان کی شان امتیازی ۳۳۷
☆ زمانہ کا حقیقی خلا ۳۵۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

دار القلم، ایک تصنیفی واشاعتی ادارہ ہے، جس کے قیام اور تاسیس کا مقصد ہی ہندوبیرون ہند کے مقتدر مصنفین، مؤلفین اور مترجمین کی کتابوں کی نشرواشاعت ہے۔

دار القلم، نے اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں شائع کر کے اہل علم اور مطالعہ کے شائقین کو قیمتی اور مفید وکار آمد مواد فراہم کیا ہے۔

دار القلم، کے وسائل بہت محدود ہیں، اور اسکے خدام کا مطمح نظر بہت بلند ہے، بظاہر دونوں میں تضاد نظر آتا ہے، پھر بھی خدام ادارہ اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہیں ہیں، وہ اس فکر میں ہیں کہ یہ ادارہ اپنے وسائل بڑھائے، اور دین حنیف کی خدمت میں بہترین رول ادا کرے۔

دار القلم، اپنے اغراض ومقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے محسنین اور کرم فرماؤں کے حسن سلوک اور مدد وتعاون کا منتظر ہے۔

دار القلم، نے اس سے پہلے **"خطباتِ مفکر اسلام"** کی تین جلدیں قارئین کی خدمت میں پیش کر کے پسندیدگی کی سند حاصل کی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت "خطبات" کی چوتھی جلد اس توقع اور امید پر پیش کی جارہی ہے، کہ قارئین اس جلد کو بھی سابقہ جلدوں کی طرح پسندیدگی کی نظروں سے دیکھیں گے۔

دارالقلم، نے "خطباتِ مدراس" کا نیا معیاری ایڈیشن طبع کرا کے قارئین اور ناظرین کی توجہات کو اپنی جانب مبذول کرلیا ہے۔

اے اللہ! خطبات کی اس جلد (چہارم) کو بھی قبولیت کی دولت سے مالامال فرما۔ اور صاحبِ خطبات "مفکرِ اسلام" رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند سے بلند فرما۔ اور بس!

والسلام

محمد عاصم

منیجر

دارالقلم ڈھاکہ

تاریخ

۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء

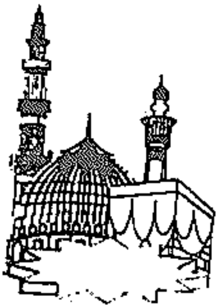

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

اللہ رب العزت کا بے پایاں کرم ہے جس کے نتیجہ میں ناچیز مرتب "خطباتِ مفکر اسلام" کی یہ چوتھی جلد قارئین اور ناظرین کی خدمت عالی میں لیکر حاضر ہورہا ہے، اس کو خدا کی توفیق اور سعادت ہی کہیں گے۔ کیوں کہ بغیر اس کی عطاو بخشش کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ سعی اور جدو جہد بندہ کا کام ہے، اور اسکی تکمیل اور اتمام خدا کی جانب سے ہے۔ السعی من العبد والاتمام من اللہ۔

"خطبات مفکر اسلام" حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی جمع وترتیب اور اشاعت کا داعیہ اور جذبہ کیوں کر پیدا ہوا۔ اور اس کے عوامل اور محرکات کیا تھے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس ناچیز مرتب نے دیکھا کہ "خطبات" کے تحت خطبات حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور "خطباتِ حکیم الامت" حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلدیں زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منظر عام پر آگئیں، اور ایک عرصہ بیت جانے کے بعد بھی "مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ"
کے خطبات کی جانب کسی نے توجہ نہ کی، تو مرتب کو کچھ تشویش ہوئی کہ آخر
"**خطبات مفکر اسلام**" کی جلدیں منظر عام پر کیوں نہیں آرہی ہیں؟
اس سلسلہ میں اپنے کچھ دیرینہ دوستوں سے مشورہ کر کے یہ مرتب اس نتیجہ پر پہنچا
کہ **خطبات** کی جمع وترتیب کا کام یہ ناچیز ہی کر دے، دوستوں نے ہمت افزائی کی
اور اس خدمت کو سراہا بھی۔

خود "**صاحب خطبات**" مفکر اسلام حضرت مولانا سید
ابوالحسن علی ندوی سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے بھی میرے اس
کام کو سراہا اور اپنی خصوصی دعاؤں سے سرفراز فرمایا اور اس کتاب کی جمع وترتیب اور
اشاعت پر اپنی خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ استاد گرامی حضرت مولانا
"**محمد رابع**" صاحب ندوی دام مجدہ اور استاذِ گرامی حضرت مولانا "**سعید
الرحمٰن**" صاحب ندوی أدام اللہ بقاءہ نے بھی میری اس خدمت کو سراہا اور
اس پر دادِ تحسین بھی دی تھی، جس سے اس ناچیز مرتب کی ہمت افزائی ہوئی تھی
"**خطبات**" کی دو جلدیں منظر عام پر آئیں، تو اربابِ فکر ونظر نے بھی اس
خدمت کو سراہا۔ بلکہ اس کتاب کی بروقت جمع وترتیب اور اشاعت کو ایک مفید
"**اضافہ**" قرار دیا۔ جس کا ذکر اس کتاب کی تیسری جلد میں "**عرضِ
مؤلف**" کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

اس ہی اسباب ومحرکات نے مرتب کو "**خطباتِ مفکرِ اسلام**"
کی جمع وترتیب پر آمادہ کیا، اور یہ ناچیز مرتب اپنے لکھنے پڑھنے والے دوسرے
مشاغل کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر کے اس کام کی تکمیل میں لگ گیا، تاکہ یہ کام

مکمل ہو جائے تو یہ بھی ایک حد تک ایک مفید خدمت اور ایک اہم کام ہو گا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ''**سید ابوالحسن علی ندوی**'' رحمۃ اللہ علیہ کے پیغامِ محبت کو حتی الوسع دنیا کے انسانوں تک پہنچانا بالعموم ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو اسلام سے وابستہ ہے، اور بالخصوص ہر اس فرد بشر کا فریضہ ہے جو حضرت ''**مفکرِ اسلام**'' سے کسی بھی قسم کی نسبت رکھتا ہے۔ اور ان کے تعلق سے انکی کسی بھی فہرست کے کسی بھی خانہ میں آتا ہے۔ اسی نسبت کے فیضان نے اس خدمت پر اس ناچیز مرتب کو مامور کیا، شہرت، نام و نمود اور حصول دنیا میں سے کوئی بھی چیز مرتب کے پیش نظر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی عہدہ و منصب، اور حکومت و امارت کی طلب اور حاجت ہے، اللہ رب العزت کی خوشنودی ان سب سے بالاتر ہے۔

خدا کرے ''**خطباتِ مفکرِ اسلام**'' کی یہ چوتھی جلد بھی قارئین کو پسند آجائے، اس جلد کے مضامین تو انتہائی قیمتی ہیں ہی، پسندیدگی کی چیز تو جمع و ترتیب اور اس کی تزئین اور حُسن کاری ہے۔

بار الٰہا! اس خدمت کو قبول فرما۔ اور نیک نیتی کی دولتِ لازوال سے مالا مال فرما۔ ریا اور دکھاوا جیسے قبیح اعمال سے اس کی حفاظت فرما۔

اخیر میں قارئین اور ناظرین اور معتقدین سے عرض ہے کہ اپنی صالح دعاؤں میں ''**مفکرِ اسلام**'' رحمۃ اللہ علیہ کو شریک کرتے رہیں، یہ ان کا ہم سب پر حق بھی ہے۔

مورخہ	والسلام
۲۴ / رجب ۱۴۲۱ھ	**محمد کاظم ندوی**
۲۳ / اکتوبر ۲۰۰۰ء	استاذ دارالعلوم فاروقیہ کاکوری، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

ترا شیوہ کرم ہے، اور مری عادت گدائی کی

ترا شیوہ کرم ہے اور مری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولا ترے دَر کے فقیروں کی

ترے دربار سے مایوس پھر جائیں بھلا کیوں کر
کہ تو کرتا رہا ہے خواہشیں پوری حریصوں کی

اِدھر بھی ابرِ رحمت آئے اور جم جم کے یوں برسے
کہ ہو سرسبز کھیتی ہم غریبوں بد نصیبوں کی

خزاں میں بھی شجر سرسبز ہو کر پھول پھل لائیں
ہو شہرت باغباں کی، باغ کی، غنچوں کی، پھولوں کی

مری اولاد کو تو یا الٰہی اتنی ہمت دے
کہ ہو کر قوتِ بازو خبر لیں ہم ضعیفوں کی

انہیں کے علم اور اقبال کی شہرت جہاں میں ہو
ہے شہرت جیسی عالم میں نبیؐ کے ہم نشینوں کی

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ میں جتنے جوہر تھے
وہی جوہر ہوں ان میں اور وہی فطرت کریموں کی

ترے دربار سے بہترؔ کی بھی امید بر آئے
علیؔ ٹھنڈک ہو آنکھوں کی، علی راحت ہو سینوں کی

(محترمہ خیر النساء بہترؔ)

۱۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

رسولِ پاکؐ کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ گلزارِ مدینہ اب وطن ہوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا

بسر اب زندگی اپنی دیارِ قدس میں ہوتی
وہیں جیتا، وہیں مرتا، وہیں گور وکفن ہوتا

مرے گر بال و پَر ہوتے تو میں اڑکر پہنچ جاتا
زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا چمن ہوتا

نمازوں میں انہیں کے دَر پہ کرتا میں جبیں سائی
تلاوت کا ترنُم اور جنت کا چمن ہوتا

خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے
رسولِ پاکؐ کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ کٹتی عُمر اُن کے آستانے پر
عنایت جلوہ گر ہوتی، کرم سایہ فگن ہوتا

خوشا قسمت کہ ہوتا کوچۂ محبوبؐ میں مسکن
انہیں کی راہ میں قربان اپنا جان وتن ہوتا

یہی ہے آرزو ثاقبؔ یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوندِ بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا

(نتیجہ فکر۔۔۔ قاری محمد صدیقؒ صاحب ثاقبؔ باندوی)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

یہ تقریر ۲۵/ جولائی ۱۹۷۸ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اسلامی جمعیۃ الطلبہ کے کیمپ میں کی گئی، اس تربیتی کیمپ میں صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات کے طلبہ اور طلبہ کی اس تنظیم کے عہدہ دار، ذمہ دار اور نمائندے موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے

میرے عزیز بھائیو! مجھے آپ کی اس مجلس میں آکر وہ مسرت ہوئی جس کو کسی ایسے دعوت کے خادم سے یا مدرسے کے ایسے استاد سے پوچھنا چاہیے جس کو نوجوانوں پر اور ملت کے نوبہاروں پر اپنا خونِ جگر صرف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو، اور جو ایسے نوجوانوں کو دیکھنے کی تمنا کرتا ہو جن کے متعلق اقبال نے کہا ہے ؎

محبّت مجھے ان نوجوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

خدا کے گھر میں ایک جگہ پر اتنے نوجوان، جنھوں نے اپنے مالک کے ساتھ عہد کیا ہو اور جنھوں نے ارادہ کیا ہو کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے کام کریں گے اور صراط مستقیم پر چلتے رہیں گے۔

صراط مستقیم پُل صراط ہے

www.abulhasanalinadwi.org

صراطِ مستقیم اصلاً تو صراط مستقیم ہے، لیکن کبھی کبھی پل صراط کی شکل اختیار کر لیتی ہے کہ بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ خدا نے ہم کو اس پل صراط کے لئے انتخاب کیا ہے اور اس راستہ سے وہ ہم کو انعام دینا چاہتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جب مصائب پر انعامات ملنے لگیں گے قیامت میں، تو وہ جنھوں نے اسلام کی راہ میں مصیبتیں اٹھائی ہیں، اور بڑی بڑی مشکلات سے گزرے ہیں وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالیں قینچیوں سے کتری گئی ہوتیں، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہمیں اس قابل سمجھا، اگر کوئی طالب علم محنتی ہے، اس نے واقعی پورے سال محنت کی ہے اور اپنا پورا کام کیا ہے، اور امتحان میں پرچہ آسان آجائے تو اپنا سر پیٹ لیتا ہے کہ میں نے کس دن کے لئے محنت کی تھی، اور راتوں کی نیند حرام کی تھی، اگر یہی پرچہ آنا تھا تو پہلے سے بتا دیا گیا ہوتا، اور اگر پرچہ مشکل آتا ہے تو محنتی طالب علم سمجھتا ہے کہ اس کی محنت ٹھکانے لگی۔

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

یہ شکوہ کرنا کہ ہمیں بہت نازک زمانہ ملا ہے اور ہماری راہ کانٹوں سے بھری ہوئی ہے، کم ہمتی کی بات ہے، بلند ہمتی کی بات یہ ہے کہ اگر راستہ آسان ہو تو آدمی کو شبہ ہونے لگے اپنے بارے میں کہ مجھے اس قابل نہ سمجھا گیا کہ میں کسی مشکل پر چلوں، اگر زندگی ساری کی ساری سہولتوں سے لبریز ہوتی تو زندگی میں لطف نہ رہتا، شاعر نے خوب کہا ہے ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

میں نے آپ کے سامنے سورۂ کہف کی آیت پڑھی ہے جو مجھے بے

www.abulhasanalinadwi.org

اختیار یاد آئی۔

آپ کا رب آپ سے مخاطب ہے

"اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ" وہ ایسے نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، یہاں "فِتْیَۃٌ" کا لفظ آیا ہے، "فتیۃ" عربی میں "فتی" کی جمع ہے (جمع قلت) اور "فتی" نوجوان کو کہتے ہیں، یہاں بہت سے الفاظ ہو سکتے تھے، لیکن "فتیۃ" کا لفظ اختیار کیا گیا اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وہ چند نوجوان تھے، جو اپنے رب پر ایمان لے آئے، اپنے رب پر ان کا عقیدہ مستحکم ہوا "زِدْنٰھُمْ ھُدًی" اور جب انھوں نے پہلی منزل طے کر لی تو دوسری منزل ہم نے طے کی کہ "زِدْنٰھُمْ ھُدًی" آپ کے کرنے کا اور ہمارے کرنے کا جو کام ہے، وہ کریں پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے، آپ قرآن شریف میں دیکھتے ہیں "وَیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ" وہ تمھاری قوت میں اپنی قوت میں اپنی قوت کا اضافہ کرے گا، تمھارے پاس جو ہے لا کر رکھ دو ہم اس میں اضافہ کریں گے "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ" تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا، چنانچہ بنی اسرائیل سے خطاب کیا گیا "یٰبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ" "اے یعقوب کی اولاد میری نعمت کو یاد کرو، اور میرے عہد کو تم وفا کرو، تمھارے عہد کو میں وفا کروں گا" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ شکایت کی گئی کہ پانی نہیں ہے، آپ اللہ سے دعا کر سکتے تھے، اور پانی آسمان سے برس سکتا تھا، لیکن آپ فرماتے ہیں کہ جو پانی باقی ہے لے آؤ، پانی آتا ہے تو اس میں انگشت مبارک ڈال دیتے ہیں تو وہ ابلنے لگتا ہے، آپ سے عرض کیا گیا کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا جو کچھ ہے لے آؤ، سوکھی کھجوریں، خشک روٹیاں اور جو

www.abulhasanalinadwi.org

وغیرہ لوگ لے لائے، تھوڑا سا ذخیرہ تھا، آپ ﷺ نے دعا کی، ہاتھ لگایا اور وہ بڑھ گیا، او سارے لشکر کے لئے کافی ہوگیا، اللہ کا رسول حضرت عیسیٰ کی طرح یہ دعا بھی کر سکتا تھا کہ "رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ" مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کی اس اُمت کو مختلف ادوار سے گزرنا تھا، اس اُمت کو اندرونی طاقت اور عزم وارادہ سے کام لینا تھا، اس لئے اس کی تعلیم دی گئی، یہ عہد ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا نہیں ہے، یہ عہد عمل کا ہے، جدوجہد اور کوشش کا ہے، اس لئے اُمت سے کہا گیا کہ تمہارے پاس جو ہے اس کو پیش کرو پھر ہم اس میں اضافہ کریں گے، آنحضرت ﷺ کے معجزات کو بھی اسی طرح پیش کیا گیا ہے، آپ نے تین سو تیرہ آدمیوں کو لے جا کر میدان بدر میں کھڑا کر دیا، آپ یہ بھی کر سکتے تھے کہ پھونک مار دیتے، کنکر پھینک دیتے، لیکن آپ مدینہ سے چل کر آئے، مدینہ سے بدر کا فاصلہ ستر اسی میل کے قریب ہے، اس کو طے فرمایا، اس زمانہ کے طریقہ جنگ کے مطابق صفوں کی ترتیب کی، جیسے ایک فوجی قائد کرتا ہے، یہ ہے صحیح طریقۂ سنت نبویؐ۔

مسئلہ ربوبیت کا تھا

میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ" وہ گنتی کے چند نوجوان تھے، حکومت وقت نے غذائی سامان اور معاشی وسائل پر قبضہ کر رکھا تھا، وہ غلہ دے تو لوگوں کو غلہ ملے، وہ لوگوں کو ملازمتیں دے تو لوگوں کو ملازمتیں ملیں، تو وہ حکومت گویا ایک طرح سے "مصنوعی رب" بن گئی تھی، "آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ" لیکن وہ اپنے حقیقی رب پر ایمان لائے کہ ہمارا پالنے والا، ہمیں غذا دینے والا، ہماری زندگی کی ضروریات پوری کرنے والا، ہمیں عزت دینے والا، وہ کوئی اور ہے، وہ مالک الملک ہے، وہ رب حقیقی ہے، جب انہوں

نے یہ منزل طے کرلی، تو "زِدْنَاھُم ھُدًی" ہم نے انکی ہدایت میں اضافہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور اس کی معرفت ہے، ہدایت وہاں سے ملتی ہے، اپنی دماغی صلاحیت اپنی ذہانت سے، تحریروں سے، محض مطالعہ سے، کتب خانہ کے علمی ذخیرہ سے نہیں ملا کرتی، ہدایت کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اور بادشاہوں کے اندازِ خطاب کی طرف جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے "زِدْنَاھُم ھُدًی" ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا تو وہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے، اللہ کے سامنے سر جھکایا، اس سے مانگنا شروع کیا، اس کی معرفت پر محنت کی، اس کی صفاتِ عالیہ اور اسمائے حسنیٰ کی معرفت و فہم حاصل کرنے میں انہوں نے غور و فکر سے کام لیا تو ہم نے ان کی ہدایت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

نوجوانوں کا جذبۂ عمل

اب مشکلات کا سامنا پڑا، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عیسائیت نئی نئی جزیرۂ نمائے سینا اور اپنے اصل مرزبوم سے نکل کر روما پہنچی تو وہاں کٹر قسم کی بُت پرست حکومت تھی، جب یہ داعی وہاں پہنچے تو ان کی تبلیغ سے نوجوان بھی متاثر ہونے لگے، تاریخ کے بہت سے اَدوار میں ایسا نظر آتا ہے کہ نوجوان پہلے متأثر ہوئے ہیں، اس لئے کہ زیادہ عمر رکھنے والے معمّر لوگوں کے ساتھ بہت سے وزن بندھے ہوتے ہیں، جیسے تیرنے کے لئے آپ دریا میں جاتے ہیں، جتنے ہلکے ہوں گے اتنی ہی آسانی سے تیر سکیں گے، لیکن اگر کسی کے ساتھ بوجھل پتھر بندھے ہوں، کچھ سامان بھی اس کے ساتھ ہو تو اس کے لئے دریا کو پار کرنا مشکل ہوگا، جو جتنا ہلکا ہوتا ہے، وہ اتنی ہی جلدی منزل طے کرتا ہے۔

سُبک سار مردم سُبک تر روند

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان، روایات، بادشاہ اور حکمرانوں سے تعلقات اور رسم ورواج کے پتھر معمر لوگوں کی راہ میں جیسے حائل ہوتے ہیں، نوجوانوں کے راستے میں حائل نہیں ہوتے، رکاوٹ نہیں بنتے، نیا خون، نئی عمر، نیا جوش، نئی امنگیں، نئے حوصلے تھے، ایک آواز ان کے کان میں پڑی، دیکھئے قرآن مجید میں سورۂ آل عمران میں آیا ہے، "ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا" پروردگار! ہمارے قبولِ حق کی تاریخ بس اتنی ہے کہ ہمارے کان میں ایک آواز پڑی، ایک منادیٔ حق نے کہا اپنے رب پر ایمان لاؤ، ہم ایمان لے آئے، تو یہ نوجوان تھے، ان کے پاؤں میں وہ بیڑیاں نہیں پڑی تھیں، جو اکثر پرانی نسل کے لوگوں کے پاؤں میں پڑی رہتی ہیں، اس لئے فخر کے ساتھ کہا گیا "فآمنا" کہ ان کو کوئی دیر نہیں لگی ایمان لانے میں۔

وادیٔ گلزار، وادیٔ پُرخار

اب وہ وادیاں آئیں جو دعوت کے میدان میں آتی ہیں، اور وہ دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک وادیٔ پُرخار اور ایک وادیٔ گلزار، وادیٔ پُرخار تو یہ ہے کہ راستہ میں کانٹے بچھے ہوں، اور وادیٔ گلزار یہ ہے کہ ترغیبات، ترقی کرنے کے مواقع، انعامات، بڑی بڑی آسامیاں، بڑے بڑے عہدے، یہ وادیٔ گلزار ہے، کبھی وادیٔ پُرخار مشکل ہوتی ہے، اور کبھی وادیٔ گلزار، لیکن بہت سے تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ وادیٔ گلزار، وادیٔ پُرخار سے زیادہ دشوار گزار ہے، ترغیبات، ترہیبات، اور تعزیرات کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ امام احمد بن حنبلؒ کو ایک منزل وہ پیش آئی کہ معتصم نے خلقِ قرآن کے عقیدہ پر ان کو مجبور کرنا چاہا اور چاہا کہ اس مسئلہ پر اپنے دستخط کر دیں، انہوں نے انکار کیا تو معتصم نے ان کو ڈرایا، دھمکایا، وہ

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں مانے تو ان کو دربار میں بلایا اور کہا کہ احمد تم اگر میری بات مان لو گے تو میرے ولی عہد کی طرح میرے محبوب و مقرب بن جاؤ گے اور اس جگہ پر بیٹھو گے، انہوں نے کہا، امیر المؤمنین! کتاب و سنت سے کوئی دلیل لایئے تو میں اس کو مان لوں، وہ جھنجلایا اور اس نے جلاد کو حکم دیا اور اس نے ایک کوڑا پوری طاقت کے ساتھ مارا، جلاد کہتا ہے کہ واللہ کوڑا اگر ہاتھی پر پڑتا تو وہ چنگھاڑ مار کر بھاگ جاتا، لیکن وہ برابر کوڑے کھاتے رہے۔

اس کے بعد ایک دوسرا دور آیا جب معتصم کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا متوکل تخت پر بیٹھا، اس نے امام احمد کو "سُرّ من رأی" میں طلب کیا اور بڑی خاطر مدارات کی، یہ اپنے ساتھ کچھ زاد راہ لے گئے تھے، ستو یا اسی طرح کی کوئی اور چیز، جب کھانے کا وقت آتا وہی کھاتے تھے، اشرفیوں کے توڑے بھیجنے شروع کئے، تو ان کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب فرماتے کہ معتصم کے کوڑوں سے زیادہ متوکل کے توڑے میرے لئے امتحان کا سبب ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ حکومتیں کبھی یہ کرتی ہیں کبھی وہ کرتی ہیں، کبھی یہ سمجھتی ہیں کہ کوڑے سے دب جائے گا، تو کوڑے دکھاتی ہیں، اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوڑے سے نہیں دبے گا تو توڑے پیش کرتی ہیں، یہ منزل بڑی سخت ہوتی ہے، بعض مرتبہ آدمی اس طرح نہیں جھکتا، لیکن ماں باپ کے اصرار پر جھک جاتا ہے، ان کے والدین سے جو دربار سے متعلق تھے، مختلف عہدوں پر فائز تھے کہا گیا کہ اپنے لڑکے کو سمجھاؤ، وہ کسی چکر میں آگئے ہیں، ان کو سمجھاؤ، ہماری بات مانیں، اپنا مستقبل بنائیں، تمہارے بعد آخر کون ہوگا؟ تمہارے ہی تو بیٹے ہوں گے، لیکن جب اس سے کام نہیں چلا تو ان کو دھمکانا شروع کیا، اور ان کو پکڑ لیا اور ان کا پیچھا کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

تو اس وقت اللہ کی مدد کی ضرورت تھی۔

ہم نے ان کے دلوں کو تھام لیا

"وَرَبَطنا عَلٰی قُلُوبِهِم" "ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، ہم نے ان کے دلوں کو تھام لیا، باندھ دیا، اس لئے کہ جب کوئی چیز کھلی ہوتی ہے، تو ہوا کے جھونکے سے اُڑ جاتی ہے، کسی چیز سے بندھی ہو تو پھر وہ قائم رہتی ہے، تو ہم نے ان کے دلوں کو باندھ رکھا، وہ اِدھر اُدھر ملنے جلنے نہ پائیں" "اِذْقَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السمٰوٰتِ وَالاَرْضِ" "وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، کھڑے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بیٹھے تھے اور کھڑے ہو گئے، بلکہ ان کے اندر ایک عزم پیدا ہو گیا، انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے، جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے"۔

"لَن نَدعُوامِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهاً لَقَدْقُلْنَا اِذاً شَطَطاً" "ہم اس کے سوا کسی الٰہ، کسی معبود کی پرستش نہیں کریں گے، اگر ہم نے اپنی زبان سے یہ بات نکالی تو بڑی بیجا بات ہو گی، بڑی خلاف واقعہ بات ہو گی" "هٰؤُلاء قومُنا اتّخذُوا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهةً" "یہ ہماری قوم کے لوگ بڑے اچھے سنجیدہ لوگ معلوم ہوتے ہیں، بڑے باوقار لوگ ہیں، تجربہ کار ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، "لَوْلَا يَاتُونَ عَلَيهِم بِسُلْطٰن بَيّنٍ" اس پر کوئی دلیل کیوں نہیں لائے اور کون ہے، اس شخص سے بڑا ظالم کو جس نے اللہ پر جھوٹ گڑھا۔

تین باتیں

میرے عزیز بھائیو! یہ میں نے آپ کے سامنے سورۂ کہف کی آیتیں پڑھی ہیں، اس کی تشریح کی ہے، اس میں ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ پہلے ایمان مستحکم

ہونا چاہئے اگر ہم طالب علم ہیں تو علمی انداز کے ساتھ ، اور اگر ہم عوامی مسلمان ہیں تو بھی پوری صداقت کے ساتھ ہمارا ایمان خدا پر قائم ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "زِدْنَاهُمْ هُدىً" اس چشمۂ ہدایت سے ہمارا تعلق ہونا چاہئے جہاں سے ہدایت کا فیضان ہوتا ہے، کتاب وسنت کے مطالعہ ، اُسوۂ رسولؐ اور صحابہؓ اور مجاہدینِ اسلام کے حالات سے ہمیں طاقت حاصل کرنا چاہئے، جس طرح بیٹری چارج کی جاتی ہے، سیل (SELL) جب ختم ہو جاتے ہیں تو بدلے جاتے ہیں، ہم اور آپ اس مادّی دنیا میں چلتے پھرتے ہیں، ایسے اساتذہ سے بھی پڑھتے ہیں، جن کو خود بھی پورے طور پر ان دینی وغیبی حقائق پر یقین حاصل نہیں ہوتا، ہمارا دور ایسی چیزوں سے بھرا ہوا ہے کہ قدم قدم پر ہم کو خدا سے غافل کرنے والی چیزیں ملتی ہیں، اور ہمیں ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہر چیز خود فراموشی اور خدا فراموشی پیدا کرنے والی ہے، ٹیلی ویژن کو دیکھئے، ریڈیو سنئے، اخبارات پڑھئے، حتیٰ کہ خالص ادب، جس کو پاک، معصوم اور غیر جانبدار ہونا چاہئے، وہ بھی غیر جانبدار نہیں رہا، وہ فسق کا ایجنٹ (AGENT) بنا ہوا ہے، اور بہت ہی سستا ایجنٹ باطل اقدار کا، ہمارا ادب اس وقت مشاطہ بنا ہوا ہے، معصیت اور سفلی جذبات اور فحش اخلاق کا، یہ ساری چیزیں جو ہمارے چاروں طرف دریا کی طرح موجزن ہیں، اور دریا میں ہم کو ڈال دیا گیا ہے، ہمارے حالات نے، ہمارے نظامِ تعلیم نے، ہم کو اس دریا کے حوالہ کر دیا ہے، پھر اس کا کہنا یہ ہے کہ ؎

"دامن تر مکن ہشیار باش"

خبردار بیٹا دامن تر نہ ہونے پائے، تو دامن بچانے کے لئے ضرورت ہے کہ "زِدْنَاهُمْ هُدىً" پر غور کریں، ایمان کا چراغ روشن کریں، اور حرارت و محبت پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

کریں، جس کے بغیر ہم ان نفسانی خواہشات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہم ان چیزوں کا مقابلہ خالی نظامِ جماعت، اور ضابطۂ اخلاق سے نہیں کر سکتے، تجربہ کی بات بتاتا ہوں کہ زمانہ اتنا جابر واقع ہوا ہے، اس کے تقاضے اتنے قاہر ہیں کہ اگر ان کے مقابلہ میں ایمان کی طاقت نہ ہو اور وہ نمونے آپ کے سامنے نہ ہوں جو سیرت کے اندر ہم کو ملتے ہیں تو ہم زمانہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مسلّح مادّیت کا مقابلہ

ہماری نمازیں درست ہوں، یہ طاقت نمازوں سے پیدا ہوتی ہے، دعا سے پیدا ہوتی ہے، تلاوت سے پیدا ہوتی ہے، سجدوں سے مانوس ہونے سے پیدا ہوتی ہے، بندگانِ خدا کے پاس بیٹھنے سے پیدا ہوتی ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسلح مادیت کا مقابلہ کریں جس کو یورپ و امریکہ نے اپنے بہترین اسلحہ سے مسلح کر رکھا ہے، اس کی ہر چیز اتنی بھانے والی ہے کہ بڑے بڑے شیروں کے پاؤں اکھڑ جائیں تو اس کا مقابلہ ہم محض تنظیم سے، محض اپنے ضابطۂ اخلاق سے نہیں کر سکتے، اس کے لئے ہمارے اندر ایمانی طاقت ہونی چاہئے، تعلق مع اللہ ہونا چاہئے، اللہ کے ساتھ ایسا تعلق ہونا چاہئے، ہم کو ایک سجدہ نصیب ہو جائے، جس کی زمین بھی تاب نہیں لا سکتی۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

روحِ زمیں کانپے نہ کانپے، اپنا کلیجہ تو کانپ جائے، اپنا دل تو کانپ جائے، آنکھیں تو اشکبار ہو جائیں، یہ سجدہ جب آپ کو نصیب ہو گا تو آپ کو مادّیت پر قابو ہو گا، اب جو دور ہے، اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کے اندر کی طاقت کی

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت ہے، آپ کے اندر وہ طاقت ہو، خدا کے نام سے محبت ہو، اس کے رسولؐ سے محبت ہو، سنّتوں کا اہتمام اور اسکی عظمت آپ کے دل میں بیٹھی ہوئی ہو، سب سے کوتاہیاں ہوتی ہیں، لیکن اپنی کوتاہیوں کو آپ سمجھیں، ان پر اصرار نہ کریں، ان کے لئے دلیلیں نہ دیں، بلکہ یہ کہیں کہ آئیڈیل تو وہی ہے، اُسوہ تو وہی ہے، کرنا تو ہم کو وہی ہے، خدا آپ کو توفیق دے گا اور یہ کوتاہیاں بھی معاف کردے گا، بہت ہی پیچیدہ اور نازک دور ہمارے اور آپ کے حصہ میں آیا ہے، اس میں اگر دین کے تقاضے پورے کئے اور اسلام کے جھنڈے کو ہم نے سرنگوں ہونے نہیں دیا تو آپ کو جو بھی دنیا میں ملے گا وہ تو خیر ملے گا، لیکن آخرت میں جو کچھ ملے گا، اس کو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

اسلام کے ہاتھ میں رہنمائی

یہ بڑی قابلِ قدر بات ہے کہ نوجوانوں میں ایک نئی تحریک پیدا ہورہی ہے، اور یہ بات محض اتفاق نہیں ہے، اس وقت لاہور میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، کراچی میں میں نے دیکھا، مصر و شام میں دیکھا کہ نوجوانوں میں خاص طور سے یونیورسٹی کے طلبہ اور انجینئرنگ اور میڈیکل کالج وغیرہ کے طلبہ میں اسلامی جذبہ موجزن ہے، وہ افسوس کی بات ہے کہ بہت سی خالص دینی درسگاہوں کے طلبہ میں نہیں ہے، شام میں بالخصوص وہاں کی لڑکیوں میں جو یونیورسٹی اور کالجوں میں پڑھتی ہیں، خدا جانے کہاں سے یہ بات آگئی ہے کہ کھل کر اسلام کی حمایت اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی برداشت کرتی ہیں، انہوں نے اصرار کیا کہ ہم شرعی پردے کے ساتھ پڑھیں گے، اگر آپ کو منظور ہو تو ہم داخلہ لیں گے، ورنہ داخلہ نہیں لیں گے، یہ اتفاقی بات نہیں ہے، پاکستان کے مخصوص حالات نے نوجوانوں میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایک نیا ردعمل پیدا کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو بھی منظور ہے، اور اس پردے کے پیچھے کوئی اور طاقت کام کر رہی ہے، ورنہ یونیورسٹی کے نوجوانوں میں ایک نئی تحریک، ایک نیا جذبہ، ایک نیا جوش کہاں سے آتا، اب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ مسلمان نوجوان سامنے آئیں، اور زمامِ کار ان کے ہاتھ میں رہے، جو "اِنَّھُم فِتیَۃ آمنُوا بِرَبِّھِم" کے مصداق ہیں۔

اپنے محدود تجربہ کی روشنی میں چند اور باتیں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں، ایک بات تو یہ ہے کہ آپ سیرت سازی کی کوشش کریں، اس کے بغیر کام نہیں چلتا، ہماری دینی دعوتوں میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ سیرت کی تعمیر نہیں ہوتی اور نوجوان اگلے مرحلہ پر جاکر پست ہو جاتے ہیں، سیرت کی تعمیر کتاب و سنت، اُسوۂ رسولؐ کے ماتحت ہو تو پھر پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی۔

اپنی فکر کیجئے

دوسری بات یہ ہے کہ اپنی فکر کیجیے، اس زمانہ کا ایک عیب یہ بھی ہے کہ دوسروں کی فکر زیادہ اپنی فکر کم ہوتی ہے، ہمارے اجتماعی فلسفہ اور سیاسیات نے یہ ذہن پیدا کیا ہے کہ آدمی کی نظر دوسروں کے عیوب پر پڑتی ہے، اس کا محاسبہ زیادہ تر دوسروں سے ہوتا ہے، فلاں پارٹی یہ کر رہی ہے، فلاں طبقہ یہ کر رہا ہے، فلاں شخص اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا ہے، اور اس کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ آدمی اپنا جائزہ لے اور دیکھے کہ ہم میں کیا نقص ہے۔

منفی حصہ مثبت حصہ سے بڑھنے نہ پائے

تیسری بات یہ کہ منفی حصہ مثبت حصہ سے بڑھنے نہ پائے، تناسب سے دونوں چیزیں ہوں، آپ کا مزاج یہ نہ بن جائے کہ ہر چیز کو آپ ہمیشہ ناقدانہ

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھیں، ہر طبقہ سے جہاں آپ دین پائیں، ان کے پاس بیٹھنے سے آپ کو محسوس ہو کہ ایمان بڑھتا ہے، ان کے پاس بیٹھ کر نمازوں کی طرف توجہ ہوتی ہے، نماز پڑھنے کا طریقہ آتا ہے، اس کو بھی غنیمت سمجھئے بلکہ نعمت سمجھئے اور یہ نہ سمجھئے کہ پورے دین کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں، پورا دین تو یہ لے کر کھڑے نہیں ہوئے تو پھر ان کے پاس بیٹھنے سے کیا فائدہ ہے، نماز ہی بہت بڑی چیز ہے، آپ کو اگر نماز پڑھنی آجائے، روزہ رکھنا آجائے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں، اسی سے پوری زندگی ڈھلتی ہے۔

اپنا مطالعہ وسیع کیجئے

چوتھی بات یہ ہے کہ مطالعہ آپ وسیع بھی کیجئے اور عمیق بھی، آپ کے مطالعہ میں وسعت بھی ہونی چاہئے اور عمق بھی ہونا چاہئے، یعنی آپ اسلام کے اصل سرچشمہ سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کیجئے، آپ کو عربی زبان سے واقفیت کے بغیر ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات کس درجہ کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا لٹریچر پڑھیں جس میں کوئی گمراہی کی بات نہ ہو، کوئی کجی نہ ہو، کسی ایک لٹریچر پر انحصار رکھنا صحیح نہیں ہے، ایک ماڈل جو مکمل ہے، وہ صرف رسول اللہ ﷺ کا ماڈل ہے، کسی انسان کا ماڈل ایسا نہیں ہے جو سب سے مستغنی ہو، کسی کے متعلق یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ یہ آخری ماڈل ہے، اس کے بعد کسی کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کسی لٹریچر پڑھنے کی ضرورت نہیں، تنگ نظری سے کم سے کم آپ کو کام نہیں لینا چاہئے۔

میرا ہمیشہ یہ ذوق رہا اور میں کہتا رہتا ہوں کہ کتابوں کا تنوع ہونا چاہئے اور جو چیزیں اچھی ہوں ان کو دیکھنا چاہئے، البتہ اپنے ذہن میں یہ صلاحیت پیدا ہو کہ

www.abulhasanalinadwi.org

درجہ کو پہچان سکیں اور اس کے اثرات و نتائج محسوس کر سکیں۔

میرے دل میں آپ کے لئے جگہ ہے

یہ بات پورے خلوص کے ساتھ میں نے آپ سے کہی، میرا یہاں حاضر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ میرے دل میں آپ کے لئے کیا جگہ ہے؟ اور میں آپ کی قدر کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا مجھے اکثر یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ کئی جلیل القدر صحابی ایک جگہ جمع تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج ہر شخص اپنی مرادیں مانگ لے، خدا سے دعا کرے، کسی صحابی نے کہا کہ میرے پاس اتنا سونا ہو کہ میں خدا کی راہ میں صرف کروں، کسی نے کہا مجھے عبادت کی توفیق ہو، وغیرہ، حضرت عمرؓ کی باری آئی تو انہوں نے کہا بھائی میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ میرا گھر خالدؓ اور ابو عبیدہؓ اور فلاں فلاں سے بھرا ہوا ہو، اور میں ایک ایک کو ایک ایک محاذ پر بھیجوں اور ساری دنیا میں اسلام پھیلاؤں تو اس کی کس سے امید کی جا سکتی ہے؟ آپ ہی جیسے نوجوانوں سے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ مجھے آپ کے پاس آنے، خطاب کرنے اور ایک جگہ دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو نظر بد سے بچائے، نظر بد کا لفظ میں وسیع معنوں میں استعمال کر رہا ہوں، نظر بد کا بہت ہی وسیع مفہوم ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نظر بد سے بچائے اور دوسروں کی نظر بد سے بھی، کبھی انسان کو اپنی ہی نظر لگ جاتی ہے، اور وہ پندار و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، اور آپ کو اپنی صلاحیتوں کو بہترین مصرف پر صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

نیا ایمان

۲۶/ نومبر ۱۹۵۱ء کو بمقام لکھنؤ
مفکرؒ اسلام نے ایک تبلیغی جلسہ میں یہ اہم
تقریر کی تھی جس میں عوام وخواص کی
ایک جم غفیر موجود تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیا ایمان

بعد خطبۂ مسنونہ

بھائیو اور بزرگو! آپ حضرات کو اس تعداد میں دیکھ کر بڑی مسرّت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا جی چاہتا ہے، کہ دین کی آواز پر اپنے کاموں کو چھوڑ کر آپ یہاں تشریف لائے، اور سب سے بڑا احساس یہ ہوتا ہے کہ ایمانی دعوت میں اب بھی یہ طاقت ہے کہ دور دراز کے بھائیوں کو ایک جگہ جمع کر سکتی ہے، جی چاہتا ہے کہ ایمان کی قوت اس سے زیادہ بڑھے اور ہمارے اندر از سر نو ایمانی زندگی پیدا ہو۔

دین اور ایمان میں فرق

دوستو! ایک چیز ہے دین، اور ایک ہے ایمان، ان دونوں میں ایک فرق ہے دین تو وہ نظام ہے جس کو لے کر تمام انبیاء آتے رہے، اور جس کا آخری پیغام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر تشریف لائے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اس دین کو مکمل فرمایا:۔

www.abulhasanalinadwi.org

اَلْیَوْمَ اَکْمَلتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ اَلاِ سْلاَ مَ دِیْناً. (پارہ ٦، مائدہ ۳.)

دین تو یقیناً مکمل ہو چکا، اب اس میں جو کوئی ترمیم اور اضافہ کرنا چاہے وہ دجال، کاذب اور مفتری ہے لیکن دوسری چیز ہے اس دین پر یقین کرنا، اور اس دین کی حقیقتوں پر ایمان لانا، دین پر تو بے شک مہر لگ چکی ہے، اس میں کسی اضافہ کی دعوت نہیں دی جاسکتی، اس میں سے جس طرح کچھ گھٹایا نہیں جاسکتا، بڑھایا بھی نہیں جاسکتا، لیکن ایمان کا معاملہ یہ نہیں ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ ترقی کی گنجائش ہے، اس لئے ایمان میں تازگی اور زیادتی کی دعوت قیامت تک جاری رہے گی، بلکہ ضروری ہے کہ دین پر اپنے ایمان ویقین کو مضبوط کرنے، اس کو اپنی زندگی بنانے، اور ہر چیز کو اس پر قربان کرنے اور اس کو کسی چیز کے عوض ہاتھ سے نہ دینے کی کوشش برابر جاری رہے۔ اس امت کی ہر نسل، ہر حصے، اور ہر دور کو اس دین پر نیا ایمان لانا اور از سر نو دین کو سمجھنا ضروری ہے۔

مشاہدے اور تجربے سے زیادہ نبی کی خبر پر یقین

دوستو! اور بزرگو! آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت بھی دین کے بعض حصے موجود تھے، نماز وحج وغیرہ کسی نہ کسی جگہ اور کسی نہ کسی حالت میں پائے جاتے تھے، دین کا وجود بالکل ختم نہیں ہو چکا تھا، قدیم مذاہب وادیان کی بہت سی شکلیں اور صورتیں موجود تھیں، لیکن جو چیز کھوگئی تھی وہ یہ تھی کہ دین میں کوئی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ ان لوگوں کا ان حقیقتوں پر تو ایمان ویقین تھا کہ سانپ کا زہر قاتل ہے، ہوا زندگی کے لئے ضروری ہے، کھانے سے پیٹ بھرتا ہے، اسی طرح زندگی کے بہت سے تجرباتی حقائق پر وہ دل سے یقین رکھتے لیکن اس پر ایمان نہیں

تھا کہ دوزخ کی آگ کیسی خطرناک ہے، اور جنت کا آرام اور اس کی راحتیں کیسی قابلِ رشک ہیں۔ ان کا ایمان نہیں تھا کہ اللہ کو ناراض کر کے وہ دنیا کی فلاح نہیں پاسکتے۔ دراں حالیکہ ان کا نوکر انکی نافرمانی کر کے انکے گھر میں نہیں رہ سکتا تھا، ان کا ایمان نہیں کہ گناہ و ظلم سے بستیاں اور ملک تباہ ہو سکتے ہیں، وہ جتنا ایک طبیب کی باتوں پر اعتماد رکھتے تھے رسول کی باتوں پر اتنا بھی اعتماد نہیں تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کا تعلق دین اور دوسری زندگی سے مردہ ہو چکا تھا، اور انہیں اس سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی، صرف دنیا کی زندگی اور اس کی دیکھی بھالی اور آزمائی ہوئی حقیقتیں ان پر چھائی ہوئی تھیں۔

دوستو! کچھ ایسا ہی حال اب ہمارا ہو گیا ہے، اگر اسی وقت کوئی آکر یہاں کہہ دے کہ عجائب گھر سے شیر چھوٹ گیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ پورا مجمع اسی خبر کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اور سب کو اپنی اپنی فکر پیدا ہو جائے گی، اجتماع کا سارا سکون انتشار سے بدل جائے گا، کیوں کہ ہماری زندگی ہمارے اوپر حاوی ہے، جب کوئی خطرہ زندگی کو چیلنج کرتا ہے تو ہماری قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور زندگی کے لئے محافظ بن جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس زندگی کے خطرات سے آگاہ کرے جو ہمیشہ کی زندگی ہے، اور جس میں تکلیف ہے تو دوامی اور غیر فانی اور آرام ہے تو دوامی اور غیر فانی، تو ہم نہایت بے توجہی اور بے فکری سے سُن لیں گے، اس کا سبب بے دینی نہیں ہے، بلکہ دین پر ایمان کی کمی اور کمزوری، اور ایک طرح کی بے یقینی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایمان کی اس درجہ کمزوری کے ساتھ ایک ایسی زندگی سے کیسے دلچسپی ہو سکتی ہے اور کیسے اس کے خطرات سے فکر پیدا ہو سکتی ہے جو بالکل آڑ اور اوٹ میں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کوہِ صفا پر آغاز دعوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا، اس زمانے میں عرب میں ایک دستور یہ تھا کہ اگر کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے پر حملہ آور ہوتا، اور اس قبیلہ کا کوئی شخص حملہ آور لشکر کو اس وقت دیکھ لیتا جب وہ بالکل سر پر پہنچ چکا ہوتا، تو وہ شخص دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا اور بالکل برہنہ ہو جاتا، اور دہائی دیتا، اس شخص کو "النذیر العریان" کہا جاتا تھا، اس کا یہ فعل اس بات کی علامت ہوتی کہ دشمن بالکل سر پر آپہنچا ہے، اور جس حال میں بھی ہو اسی حال میں مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اسی دستور کے مطابق آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دن ایک پہاڑ پر چڑھ گئے،، مگر آپ کپڑے پہنے رہے، اور پکارا، انا النذیر العریان،، مکہ والے آپ کی صداقت اور شرم وحیا کے معترف تھے اس لئے سارا شہر آناً فاناً کام کاج چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں جمع ہوا، انھوں نے اتنی توجہ اور فکر سے اس لئے کام کیا تھا کہ حضور ﷺ کے اس فعل کو انھوں نے اپنی زندگی کے لئے ایک خطرے کی علامت سمجھا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ کوئی دشمن حملہ آور ہو رہا ہے جس کی اطلاع یہ ہمیں دیں گے چنانچہ جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے، جو تمہاری گھات میں ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ حالانکہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو، مگر میں چونکہ اوپر کھڑا ہوں اس لئے میری نظر کے اور اس کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے۔ سب نے کہا بے شک ہم آپ کی بات کی تصدیق کریں گے مگر جب آپ نے فرمایا کہ وہ لشکر عذاب الٰہی کا لشکر ہے جو بالکل سر پر کھڑا ہوا ہے، میری بات مانو تو اس کے حملہ سے بچ سکتے ہو۔ بس یہ سن کر ان کی

ساری توجہ اور ساری فکر ختم ہو گئی، اور وہ آکر پچھتائے، اور کہنے لگے کہ کیا آپ نے یہی بات سنانے کے لئے ہمیں یہاں بلایا تھا؟ کیا بات تھی؟ ان پر بس اپنی دنیا کی زندگی چھائی ہوئی تھی، اس کے ہر خطرہ پر ان کے کان کھڑے ہو جاتے تھے مگر دوسری زندگی کا انہیں خیال نہ تھا، اس لئے اسکے خطرات کی مطلق فکر نہ ہوتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مختلف مذاہب موجود تھے وہ ایمان کے مدعی تھے، مگر ان کے ماننے والوں پر ایمان اتنا بے جان اور بوسیدہ ہو گیا تھا جو محض فرضی اور خیالی تکالیف کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، انکی مرغوب معصیتیں اور بد اخلاقیاں نہیں چھڑا سکتا تھا، ان کے پاس دین تو موجود تھا، مگر ایمان کی طاقت اور تازگی کھو جانے کی وجہ سے وہ دین چھوٹے چھوٹے حوادث سے مقابلہ کرنے کے لئے بھی انہیں آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر سچے دل سے ایمان لانے والوں کا حال ان لوگوں سے بالکل مختلف تھا، انہیں اس زندگی سے زیادہ دوسری زندگی سے دلچسپی تھی، اسکی فکر تھی، اور انکا دین ان سے بڑی سے بڑی قربانی یا آسانی کرا دیتا تھا، اس لئے کہ دین اور دینی حقیقتوں پر ان کا ایمان تازہ اور نہایت جاندار تھا۔ دوسرے مذاہب کے ٹھیکہ داروں اور سچے دین داروں میں ایسا فرق تھا جیسا کاغذ کی تصویر اور ایک زندہ انسان میں، آگ کی تصویر اور خود آگ میں جیسا فرق ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کے نئے ایمان نے ان کی رگ رگ میں وہ آگ بھر دی تھی کہ مقابلہ میں آنے والے جو اس ایمان سے محروم تھے مومی تصویروں کی طرح پگھل جاتے تھے یا اپنی خیر مناتے ہوئے سامنے سے ہٹ جاتے تھے، ان کی تلواروں میں لوہے کی گرمی نہ تھی، بلکہ ان کے ایمانوں کی گرمی تھی، وہ فاقہ کش اور خرقہ پوش مجاہد در

www.abulhasanalinadwi.org

اصل ہتھیار کی طاقت پر نہیں بلکہ ایمان کی طاقت پر لڑتے تھے اور دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے تھے۔ ان کا یقین تو یہ تھا کہ اگر ساری دنیا کی تلواریں ہماری گردنوں پر پڑیں، مگر اللہ کا حکم نہ ہو تو ہمیں کوئی نہیں مار سکتا، جبکہ ان کے مقابل یہ یقین رکھتے تھے کہ تلوار کا ایک ہی وار ہمارا خاتمہ کر دے گا۔ اس نئے ایمان کی طاقت نے ان غریب عربوں کے دل سے ان کی کمزوری کا احساس بالکل نکال دیا تھا، ایران کے دربار میں جب ان کے سفیر گئے تو ان کی تلواروں پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور گھوڑے پستہ قامت تھے۔ مگر ان کا ایمان شعلہ زن تھا، اور اسی کی طاقت ساری طاقتوں پر غالب تھی، جس سے سپہ سالار ایران رستم بھی لرزاں تھا ایران کے سارے درباری بھی اپنی اپنی فکر میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کی اسی قوت نے انھیں اس قدر جری اور نڈر بنا دیا تھا کہ ان درباروں میں قالینوں پر گھوڑوں کو لئے ہوئے چلے جاتے، اور تخت پر نیزہ گاڑ دیتے تھے۔

حقیقی ایمان کیا ہے؟

اسی ایمان کا فرق تھا کہ حضورؐ کی بعثت کے وقت اگر نمازیں تھیں بھی تو، خشوع و خضوع نہ تھا، اور اگر حج تھا تو اس کی روح نہ تھی، لیکن جو لوگ حضورؐ کی دعوت پر ایمان لے آئے ان میں آپ نے ایسا ایمان پیدا فرما دیا کہ حج و نماز کے وقت کے علاوہ بھی وہ ان پر چھایا رہتا تھا، اور گویا ہر دم خدا اور آخرت کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے تھے، اسی دنیا میں جنت کی خوشبوئیں تک محسوس کر لیتے تھے۔

ایک صحابی کا واقعہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میدان جنگ میں اپنے ایک صحابی کے متعلق ایک دوسرے صحابی سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ذرا فلاں کا پتہ چلاؤ، کس حال

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہیں (یعنی صحیح سلامت ہیں، یا خدانخواستہ زخمی پڑے ہیں، یا جاں بحق ہو گئے)
انہوں نے ایک جگہ دیکھا زخمی پڑے ہوئے ہیں اور تقریباً وقت آخر ہو رہا ہے، کہا
حضور ﷺ نے حال دریافت فرمایا ہے، جواب دیا جاؤ میرا اسلام عرض کرنا اور
عرض کر دینا کہ حضور جنت کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ کا واقعہ ہے کہ وہ مرض الوفات کی سخت تکلیف میں مبتلا تھے، بیوی قریب بیٹھی تھیں، تکلیف کی شدت دیکھ کر ان کے منھ سے نکلا ”واکرباہ!“ حضرت ابوہریرہ کی جب ذرا طبیعت سنبھلی، فوراً بولے کیا کہتی ہو واکرباہ؟ نہیں! واطرباہ واطرباہ! غداً القیٰ الا حبہ محمداً وحزبہ (واہ کیا خوشی کا موقع ہے، کیا نشاط کا عالم ہے، کل ہم دوستوں سے ملیں گے، محمد ﷺ اور آپ کی جماعت سے ملیں گے)۔

غرض صحابہ کرامؓ کو دین کی حقیقتوں پر ایسا یقین تھا کہ ہمیں محسوسات ومشاہدات پر بھی ویسا یقین نہیں ہے، اسکی وجہ یہ تھی کہ ان کا ایمان نیا اور تازہ تھا، اور ہر نئی اور تازہ چیز میں ایک قوت اور شادابی ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ

حضرت ابوذر غفاریؓ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے، تو اس کا جوش پیدا ہوا کہ حق کا اعلان اور اظہار کروں (حالانکہ دشمنانِ اسلام کی نظر میں وہ ایک جرم کا اظہار تھا) آپ نے بیچ میں جا کر بلند آواز سے کلمہ پڑھا، کفار چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور خوب زدوکوب کیا، مگر ان کو وہ لذت ملی کہ دوسرے دن پھر جا کر یہی پٹنے کا کام کیا، اور پھر پیٹے گئے۔ یہ دراصل ان کے ایمان

کی تازگی تھی، ان کا نیا اور تازہ ایمان دین کی راہ میں دنیا کی ہر تکلیف کو حلاوت ولذت سے بدل دیتا تھا۔

حضرت عبد اللہ ذوالبجادین کا واقعہ

حضرت عبد اللہ ذوالبجادین اسلام لانے سے قبل اپنے والد کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اپنے چچا کے پاس رہا کرتے تھے، اور انہیں کا کام کاج کیا کرتے تھے، ان کی بکریاں وغیرہ چرایا کرتے تھے، کانوں میں اسلام کی آواز پہنچ چکی تھی، ایک دن تہیہ کر لیا کہ آج محمد ﷺ کی خدمت میں جاکر اسلام لے آنا ہے چچا کے پاس آئے، بکریوں کا ریوڑ چچا کے حوالے کیا، اور کہا، میں اب اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں، اسلام قبول کرنے جارہا ہوں، چچا نے کہا بدن پر جو کپڑے ہیں اتارتے جاؤ، ظالم نے بالکل برہنہ کر کے چلتا کر دیا، کیسے نہ کیسے والدہ کے پاس پہنچے، اور پہننے کے لئے کپڑا مانگا، انہوں نے ایک کمبل دیا، جس کے دو ٹکڑے کر کے ایک اوڑھا اور ایک باندھا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے، اور پھر بقیہ زندگی آپ کے قدموں میں گزار دی، ذوالبجادین کا لقب آپ نے ان کی دو کملیوں کی وجہ سے دیا تھا۔

تازہ ایمان کی کشش

بزرگو اور دوستو! نیا اور تازہ ایمان اس زندگی کو بالکل بے وقعت بنا دیتا ہے، اور اس کو قبول کرنے والا فوراً داعی و مجاہد بن جاتا ہے۔ ایک جنگ کے موقع پر رومیوں کی صف سے ایک بہادر نکلا اور اسنے حضرت خالدؓ کو پکارا، آپ گئے، اس نے بجائے لڑنے کے اسلام کے متعلق کچھ سوالات شروع کر دیئے اور آخر میں دریافت کیا کہ تمہارے دین میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے، آپ نے سب سوالات کے

www.abulhasanalinadwi.org

جواب دیئے، اور اپنے خیمے میں لے آئے، وہاں اسے غسل کرایا، کلمہ پڑھایا، اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اور پھر میدان جنگ میں واپس آیا، اور اللہ کی راہ میں بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑکر شہید ہو گیا۔ دیکھا آپ نے نئے اور تازہ ایمان میں کتنی کشش ہے کہ حضرت خالدؓ بیچ میدان جنگ میں سے ایک دشمن کو اسلام کا خادم بنا کے لے آئے، اور اس نے اسلام قبول کرتے ہی اپنی زندگی اس پر نثار کر دی۔

ہماری دعوت

دوستو! ہماری دعوت دراصل ایمان کی اسی اصل طاقت کو حاصل کرنے کی دعوت ہے، اور ایسا ایمان پیدا کرنے کی دعوت ہے جس سے ہمارے متعلقین اور ہمارے احباب بھی ایک خوشبو محسوس کریں۔ پھول میں اگر خوشبو ہوتی ہے تو ضرور محسوس ہوتی ہے، آگ میں جب گرمی ہوتی ہے تو ضرور محسوس ہوتی ہے، اسی طرح اگر ہمارے ایمان میں خوشبو ہو، گرمی ہو، تو اس سے دوسرے ضرور متاثر ہوں گے، ورنہ دوسروں کی شکایت اور غیروں کے شکوے بیکار ہیں۔

حمص میں مسلمانوں کا غلبہ ہوا، اور وہاں جزیہ وصول کیا گیا، مگر تھوڑے ہی دن بعد خلیفۂ وقت کے حکم سے اس جگہ کو چھوڑ کر جانا پڑا، تو جزیہ کی ایک ایک پائی کا حساب کر کے واپس کیا گیا، یہ ان کے ایمان کا اثر تھا، حمص کے یہودیوں اور عیسائیوں نے اس سے ان کے ایمان کی خوشبو محسوس کی۔ چنانچہ جب مسلمان رخصت ہو رہے تھے تو وہ لوگ روتے تھے، اور دعائیں کرتے تھے، کہ اللہ تم کو پھر واپس لائے۔ اسی طرح اگر ہمارے اندر کوئی ایمانی طاقت، کوئی اندرونی قوت، اور اخلاقی برتری ہو، تو نا ممکن ہے کہ دوسرے انسان اس کو محسوس نہ کریں۔

مسلمانوں کے پاس سرمایہ اور علم، تمدن اور دوسری دولتوں کی کمی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اصل میں جو کمی ہے اور جس سے لوگوں کی نگاہیں بدل گئیں اور مسلمان دنیا کی نظروں سے گر گئے، وہ ایمان کی تروتازگی اور شادابی کی کمی ہے اس کمی کا اثر آج ہی نہیں اسی وقت ظاہر ہو گیا جب مسلمان صاحب اقتدار و حکومت بھی تھے۔ بنی امیہ کے عہد میں حکومت کی طرف سے ایک غیر مسلم باج گزار ریاست میں جزیہ کی رقم وصول کرنے کے لئے محصل گئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب اسلامی حکومت کے محصلؔ حکومتی کروفر کے ساتھ وہاں گئے، تو والیِ ریاست نے کہا وہ اللہ کے بندے کہاں ہیں جو پہلے آیا کرتے تھے، جو گھانس کے چپل پہنے ہوئے تھے، جن کے چہروں سے فاقہ کشی اور کپڑوں سے غربت ٹپکتی تھی؟ اس کو بتلایا گیا کہ وہ تو اگلے زمانہ کے مسلمان تھے، اب وہ کہاں ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اب ہم ایک پیسہ خراج کا نہیں دیں گے، کیونکہ ہم نے اب تک ان سے مرعوب ہو کر خراج دیا تھا، وہ جس وقت کہتے تھے کہ اللہ کے بندے اللہ کا مطالبہ دے، تو ہم ان کی بات کو رد نہیں کر سکتے تھے، لیکن تم سے مرعوب ہونے کی وجہ نہیں ہے، تمہارا جو جی چاہے کر لو!

آج تروتازہ ایمان کی شدید ضرورت

دنیا کو آج اس تروتازہ ایمان کی شدید ضرورت ہے جو آدمی کی پوری زندگی کو اپنے تابع کرے، مگر یہی ضروری چیز ہے جو دنیا سے ناپید ہو گئی۔ آج یورپ کے کارخانوں نے دنیا کی ہر ضروری بلکہ غیر ضروری بھی چیز بنا ڈالی ہے، اور ہر ضرورت مند بازار سے خرید سکتا ہے، مگر وہ چیز جس کو پیدا کرنے سے یورپ کے کارخانے بھی عاجز ہیں یہی خالدؓ و بوذرؓ کا ایمان ہے، اور اسی بنا پر یورپ کو اس بات کا پورا پورا اعتراف ہے کہ وہ دنیا کو برائیوں اور جرائم سے پاک کر دینے سے قاصر ہے۔ بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے ماہرین اخلاقیات ونفسیات اخلاقی جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یورپ کا ایک ماہر نفسیات واخلاقیات جو ہر سال اپنی خدمات قبول کرانے کے لئے حکومت کے سامنے سفارش پیش کیا کرتا تھا، ایک بار ایک عورت کے گلے سے ہار چراتے ہوئے پکڑا گیا۔ یہ چرچل وٹرومین دنیا کے امن کے چوکیدار بنے بیٹھے ہیں، اگر موقع ملے تو شخصی یا قومی اقتدار حاصل کرنے یا قائم رکھنے کے لئے ایٹم بم گرا کر دنیا کو تباہ برباد کردیں، جیسا کہ گزشتہ جنگ میں جاپان کے دو معصوم صنعتی شہروں کے ساتھ کیا۔

دوستو! ہم کسی نئے دین کے داعی نہیں، لیکن ایک نئے ایمان کے ضرور داعی ہیں ہم ضرور کہتے ہیں کہ اپنے ایمان کو تازہ کرو، خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا آمِنُوا (پارہ ۵، النساء۔۔۔ ۱۳۶) اے وہ لوگو، جو ایمان لاچکے ہو، ایمان لاؤ۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں :۔ جَدِّدُوا ایمانکم (اپنے ایمانوں کو نیا کرتے رہو) اور یہی ہماری دعوت ہے!

ہم کھل کر کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے بزرگ، بڑے اور چھوٹے، ہمارے ساتھی، اس کے محتاج ہیں کہ ہمارا ایمان تازہ ہو، اور وہی ایمان پیدا ہو جو ہمارے اسلاف کا تھا۔ اس ہندوستان میں جو بزرگ اپنے اپنے وقت میں ایمان کے داعی اور مجدد گزرے ہیں انہوں نے بھی اس وقت باوجود یہ کہ دین اور ایمان موجود تھا اور عالم دین موجود تھے، ایمان کی تجدید کی دعوت دی، اور امت کے اندر ایک نئی ایمانی زندگی پیدا کردی۔ پھر ان قدیم الاسلام، نو مسلموں سے وہ باتیں ظہور میں آئیں جنہوں نے قرن اول کی یاد تازہ کردی، اور ثابت کردیا کہ ایمان میں بڑی طاقت ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس طاقت کو ہر زمانہ میں زندہ کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی اسی طاقت کی دنیا میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے اسلاف کی روایات تازہ ہو جاتی ہیں۔ "اخوانُ المسلمین" کے نوجوانوں نے جب اپنے اندر نیا ایمان پیدا کیا تو انہوں نے دین کے لئے ایسی قربانیاں پیش کیں جنکی اس زمانہ میں مثال نہیں ملتی۔

اس وقت ساری اسلامی دنیا میں ایمان کی طرف ایک بازگشت ہو رہی ہے۔ ترکی، مصر اور حجاز میں اپنے اپنے طرز پر ایمان کو بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہر ملک کی طرح، اور شاید اور ملکوں سے زیادہ ہمارے اس ملک میں ضرورت ہے کہ نیا ایمان حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اور اس کی دعوت عام کی جائے۔

ہمارا افسردہ اور بوسیدہ ایمان مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، معمولی حالات کا مقابلہ معمولی اور کمزور ایمان کر سکتا ہے، لیکن غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے غیر معمولی طاقت کا ایمان درکار ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کو غیر معمولی حالات کا سامنا ہے، اس لئے ہمیں اپنے ایمان میں غیر معمولی تازگی، اور اپنی زندگی میں غیر معمولی تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ان اجتماعات کی دعوت اور ہماری حقیر کوششوں کا مقصد یہی ہے کہ ہم میں از سر نو حقیقی ایمان اور ابتداء اسلام کے نومسلموں کا سا جوش اور ذوق پیدا ہو! حالات کے بدلنے میں صرف اتنی ہی بات کی دیر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش
اور اس کے اسباب

یہ تقریر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں ۱۸ / جولائی ۱۹۷۸ء کو کی گئی جس میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ مقامی اور بیرونی سربرآوردہ حضرات، علماء، سیاسی رہنما اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش

اور اس کے اسباب

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:۔

وائس چانسلر، اساتذۂ کرام، برادران عزیز!

مرا حق ہے فصلِ بہار پر

اس جامعہ کی نسبت جس گرامی شخصیت سے قائم ہے، اس کی دعوت پر مجھے یہاں آنے سے جو مسرت ہوئی وہ کم دانش گاہوں میں جانے سے ہوئی ہوگی، میں اپنی اِس تقریر کا آغاز فارسی کے اس مشہور مصرعہ سے کرنا چاہتا تھا کہ ؎

"غریب شہر سُخنہائے گفتنی دارد"

لیکن چونکہ اس جامعہ اور اس دانش گاہ کی نسبت اقبالؔ سے ہے، اس لئے اب میں اس کے بجائے جگر کا مصرعہ پڑھوں گا، ؎

"میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر"

یہ اگر اقبال کا چمن ہے تو میں بھی اس کا بلبل ہوں اور مجھے اس چمن کے کسی بھی شاخسار پر بیٹھنے کا حق ہے، اس لئے میں غریب شہر نہیں ہوں، مجھے اس شہر

www.abulhasanalinadwi.org

کا ایک باشندہ یا اس چمن کا ایک بلبل سمجھتے۔

اقبال کے تعلیمی افکار

حضرات! وقت بہت کم ہے، اور اقبالؔ نے تعلیم پر جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے سامنے ہے، اور میں یہ گزارش کروں گا، اس جامعہ کے ذمہ داروں سے کہ اسے ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے یہاں نصاب میں داخل کریں، تعلیم کے بارے میں اقبال کا نقطۂ نظر اور اقبال کی تنقید اور ان کے خیالات پر اگرچہ مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اس کو علیحدہ کر کے اور مستقل موضوع بنا کر اس جامعہ میں تحقیقی کام ہونا چاہئے، اقبال ان چند خوش قسمتوں میں سے تھے، جو خود اپنے الفاظ میں جدید نظامِ تعلیم کے آتشکدہ یا نارِ نمرود میں بیٹھ کر بہت کچھ ابراہیمی خصوصیات کے ساتھ نکلے۔

انہوں نے اس پر بھی فخر کیا ہے کہ میں اس جال میں پھنسا تھا، لیکن اس کا دانہ لے کر نکل گیا، میرے بال و پر اس جال میں پھنسے نہیں رہے ؎

طلسمِ علمِ حاضر را شکستم ربودم دانہ ودامش گستم
خدا داند کہ مانند براہیم بنارِ اوچہ بے پروا نشستم

برصغیر ہندوپاک کا امتیاز

مشرقی ممالک کے نوجوان مغرب اور خاص طور پر انگلستان جس کو ہندوستانی ولایت کے نام سے یاد کیا کرتے تھے، تعلیم کے لئے جایا کرتے تھے (اقبالؔ کے لئے معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں) جو بڑے اقبال مند ہوتے تھے، ان کو وہاں کا سفر نصیب ہوتا تھا، وہ اس پر پھولے نہیں سماتے تھے، میرے شعور کی آنکھیں پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر کھلی ہیں، میں نے تحریک خلافت کو

www.abulhasanalinadwi.org

بہت قریب سے دیکھا ہے، میں اس کا ایک طرح سے معاصر و ہم عمر ہوں، اس زمانہ میں انگریز کا طوطی بولتا تھا، کسی کھاتے پیتے گھر کے لئے سب سے بڑے فخر کی بات یہ تھی کہ اس خاندان کا کوئی لڑکا ولایت چلا جائے، سارے ضلع میں دھوم مچ جاتی تھی کہ فلاں زمیندار صاحب، فلاں سید صاحب، فلاں شیخ صاحب، فلاں خاں صاحب کے صاحبزادے ولایت گئے ہیں، اس وقت مصر و شام سے کم، ہندوستان سے زیادہ مغربی ممالک کی طرف نوجوانوں کا رُخ تھا، غیر منقسم ہندوستان سے اس وقت بہترین جوہر، اور بہترین صلاحیتیں رکھنے والے نوجوان انگلستان گئے اور وہاں خاص طور پر آکسفورڈ اور کیمبرج میں انہوں نے تعلیم پائی، ہم بر صغیر کے مسلمان اس پر فخر کر سکتے ہیں کہ وہاں کے اسلام سوز اور اخلاق سوز ماحول کے اثرات سے جو لوگ آزاد ہو کر نکلے بلکہ ایک طرح سے باغی ہو کر نکلے ان میں ہم دو شخصیتوں کے نام لے سکتے ہیں، ایک علامہ اقبال اور ایک مولانا محمد علی جوہرؔ، مصر بلکہ مشرق وسطیٰ کو بھی اپنی طویل تاریخ میں یہ فخر حاصل نہیں، وہ کسی ایسے مغربی نوجوان تعلیم یافتہ کا نام نہیں لے سکتا، جس نے اقبال کی طرح اپنی خودی کو قائم رکھا ہو بلکہ وہ خودی کا مبلغ بن کر آیا ہو، اور مولانا محمد علی جوہرؔ جیسا جوہر قابل جو اس تہذیب کا باغی، اس ملک کا باغی اور ایک شعلۂ جوالہ بن کر آیا، یہ ہمارے اس تحتی بر اعظم کے لئے فخر کی بات ہے، کم سے کم یہ دو نام ہیں جن کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا، ورنہ میں اور بھی بہت سے نام پیش کرتا جو وہاں سے کچھ لے کر آئے، کچھ کھو کر نہیں آئے،
حقیقت کا علم تو صرف اللہ کو ہے لیکن ہم اقبال کا کلام پڑھتے ہیں، مولانا محمد علی جوہر کی تحریریں پڑھتے ہیں کامریڈ میں اور ہمدرد میں، تحریک خلافت میں انہوں نے جو قائدانہ کردار ادا کیا اس کو دیکھتے ہیں، ان کی تقریریں پڑھتے ہیں، اس سے معلوم

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب کا فکری طور پر اقبال سے بڑھ کر باغی اور مغربی سیاست اور تمدن کا محمد علی سے بڑھ کر باغی مشرق کے اسلامی ممالک میں نہیں ملتا، اقبال نے اس پر بجا فخر کیا ہے، انہوں نے کہا ہے ؎

نشستم بانکویان فرنگی
ازاں بے سوز تر روزے ندیدم

میں خوبانِ فرنگ کے ساتھ بیٹھا(ان کی مراد جمال علمی وجمال تہذیبی سے ہے) اپنی عمر میں کوئی ایسا بے نور دِن یاد نہیں جو ویسا گزرا ہو، کبھی انہوں نے کہا ؎

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

انہوں نے اپنی خودی کو بر قرار رکھا، بلکہ وہ خودی کے مبلغ بن کر آئے، انہوں نے مغربی علوم کے قلب وجگر میں اتر کر مغرب کی کمزوری کو دیکھا اور اس سے فائدہ اُٹھایا، آپ کی اس جامعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کا انتساب اقبال سے ہے۔

ممالک اسلامیہ میں کشمکش کا بنیادی سبب

وقت کم ہے، آپ کے سامنے ایک مسئلہ رکھنا چاہتا ہوں جس پر ہماری تمام جامعات کے دانشوروں کو اور ہمارے تعلیمی پالیسی بنانے والوں کو غور کرنا چاہیے، ابھی دو تین سال کا واقعہ ہے کہ میں بیروت گیا، میرے ایک بڑے ذہین وصاحبِ علم دوست مجھے اپنی گاڑی پر بیروت کی سیر کرا رہے تھے، انہوں نے گاڑی چلاتے ہوئے مجھ سے کہا کہ مولانا، آپ سے میں ایک سوال کرتا ہوں کہ ممالک

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامیہ میں جو ذہنی، فکری وسیاسی بے چینی اور کشمکش پائی جاتی ہے، یہ غیر اسلامی ممالک میں کیوں نہیں پائی جاتی، یہ ہندوستان، جاپان وسیلون میں کیوں نہیں پائی جاتی، یہ اسلامی ممالک کے ساتھ کیوں مخصوص ہے؟ یہاں ایک صف آرائی اور قیادتوں اور عوام میں دو مقابل محاذ بنے ہوئے ہیں، اس کے نتیجہ میں انقلابات کثرت سے آتے ہیں، حکومتیں تبدیل ہوتی ہیں، عوام کو اپنے قائدوں اور حکمرانوں پر بھروسہ نہیں، اور برسر اقتدار طبقہ کو عوام کی طرف سے اطمینان نہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ میں ان کے سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا، ان کو باتوں میں مشغول رکھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ خود میرے ذہن کے اندر ایک سوال پیدا ہو گیا کہ شاید اس سے پہلے یہ سوال میرے ذہن میں نہیں تھا کہ آخر کیوں ایسا ہے اور اس بے چینی کے کیا اسباب ہیں، روز ہم سنتے ہیں کہ ان ملکوں میں مستقل ٹکراؤ ہے، وہاں تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے، مستقل فلسفۂ اخلاق کا ٹکراؤ ہے، بعد میں میرے ذہن میں اس کا ایک جواب آیا، وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، جس کی وجہ سے مجھ پر اور آپ پر اور ان جامعات کے ذمہ داروں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ جو فلسفۂ تعلیم ان غیر اسلامی ممالک میں آیا وہاں کے اقدار اور بنیادی عقائد سے متصادم نہیں تھا، ان اقدار میں اوّل تو جان نہیں تھی، ان کی تو بنیاد ہی مستحکم نہیں بہت سیال و رقیق قسم کی چیزیں ہیں، مثلاً میں آپکو یاد دلاتا ہوں کہ جب جواہر لال صاحب سے پوچھا گیا کہ ہندو کی کیا تعریف ہے، تو انھوں نے بہت سوچنے کے بعد کہا کہ جو اپنے کو ہندو کہے وہ ہندو ہے، ہمارے ایک دوست نے ایک واقعہ سنایا، وہ محکمہ تعلیم کے آدمی تھے، کہ ہم لوگ اسٹاف روم میں بیٹھے

ہوئے تھے، میں نے اپنے ایک ہندو پروفیسر دوست سے کہا پروفیسر صاحب ہم سے اگر پوچھا جائے کہ دو لفظوں میں اسلام کا خلاصہ بیان کردو تو ہم کہیں گے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنا ہے، اگر آپ سے پوچھا جائے دو لفظوں میں ہندوئیت کی تعریف کر دیجئے تو آپ کیا کہیں گے؟ اور دیکھئے کسی گہرے فلسفے کی ضرورت نہیں ہے، میری لائبریری میں بہت سی کتابیں ہیں، میں پڑھ لوں گا، آپ تو اس وقت دو لفظوں میں بتا دیجئے کہ اگر مجھ سے ہی کوئی پوچھے کہ ہندو کسے کہتے ہیں، اور اس کی کیا تعریف ہے؟ تو میں کیا جواب دوں، تھوڑی دیر سوچتے رہے، کہنے لگے مسٹر قدوائی!! اصل بات یہ ہے کہ جو کسی چیز میں BELIVE نہیں کرتا وہ بھی ہندو ہے، اور جو ہر چیز میں BELIVE کرتا ہے وہ بھی ہندو ہے، تو ان کا نظامِ عقائد اگر ہے تو وہ اتنا روادار ہے کہ ہر فلسفہ کا ساتھ دے سکتا ہے اس کا کوئی ٹکراؤ نہیں، اسلئے فرض کیجئے کہ مغرب کا نظامِ تعلیم جب ہندوستان میں آیا تو اس نے ہندو سوسائٹی میں کوئی بے چینی پیدا نہیں کی، کچھ پرانے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ سمندر کا سفر نہیں کر سکتے، صبح کا نہانا ضروری ہے اس کے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے، اس کے اندر کیا جان ہے؟ تھوڑے دنوں کے اندر معلوم ہو گیا کہ ہم نے بے سوچے سمجھے باتیں قبول کر لی تھیں، یہ موجودہ تمدن کے ساتھ نہیں چل سکتیں، لیکن اصل مسئلہ پیش آیا ہمارے مسلم معاشرہ کو وہاں توحید کا ایک مفہوم ہے، اس کے حدود معین ہیں کہ یہاں تک ایمان ہے، اسکے بعد کفر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے، ایک وقت میں آدمی کئی مذاہب کا وفادار نہیں ہو سکتا، بیک وقت آدمی توحید و شرک کو جمع نہیں کر سکتا، اور یہ خیال کہ مغرب سب کچھ ہے اور وہی قیادت کا اہل ہے پھر اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کو دائمی و عالمی رہنما اور معیار ماننا اقبالؒ ہی کے الفاظ میں ؎

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نور ایک ہے اور ظلمتیں بے شمار

وہ رسول اللہ ﷺ کو دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل بھی سمجھے اور مغربی تہذیب کو حرف آخر بھی سمجھے، سائنس کو علم کی معراج بھی سمجھے دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں، اسلئے بے چینی ان ملکوں میں نہیں ہو سکتیں جہاں مذہب کا کوئی مثبت معین نظام نہیں تھا، جس کو کسی بات پر اصرار نہیں، کہ یہ ہدایت ہے، یہ ضلالت، "فماذا بعد الحق الا الضلال فانیٰ تصرفون" ہدایت کے بعد ضلالت کے علاوہ باقی کیا رہتا ہے، وہ کہتا ہے نور ایک ہے، ظلمات بے شمار ہیں، آپ قرآن مجید میں دیکھئے کہیں نور کی جمع استعمال نہیں ہے، کیا عربی میں نور کی جمع آتی نہیں، کوئی طالب علم کہہ دے "انوار" آتی ہے آپ کے یہاں کتنے بھائیوں کے نام انوار ہوں گے، ممکن ہے دو چار انوار یہاں بھی مل جائیں، تو نور کی جمع نہ صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ غیر فصیح بھی نہیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں نور ایک ہی ہے اور ظلمات کا کوئی حساب و شمار نہیں، ظلمات ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہیں لیکن نور ایک ہوگا، "ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور" جس کے لئے اللہ کی جانب سے نور نہ ملے اس کے لئے نور کا کوئی اور ذریعہ اور سرچشمہ نہیں، جس مذہب کی اور دین کی فطرت یہ ہے کہ اس پر اس کو اصرار ہے کہ تنہا وہی حق ہے، جس کو جس پر اصرار ہے کہ نور و ایمان کے حدود معین ہیں، اس کو اس پر اصرار ہے کہ اسلام ایک تمدن بھی رکھتا ہے خالی عقائد کا نام نہیں ہے، جب مغربی تہذیب اپنے پورے تصورات کے ساتھ، پورے اقدارِ حیات کے ساتھ، پورے مقاصد

کے ساتھ آئی، تو اس کا اس سے ٹکراؤ لازمی تھا، ٹکراؤ ہوا اور خوب ہوا،

مغربی تعلیم کی زہرناکی

پھر اسکے بعد دوسرا سانحہ پیش آیا کہ اس ملک قوم کے ذہین کھاتے پیتے گھرانے کے نوجوان نے مغربی تعلیم حاصل کی، اور عوام اپنی اسی حالت پر رہے، وہ اسی ورثہ کو اپنے سینے سے لگائے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نیا تعلیم یافتہ طبقہ عوام کے تصورات اور عوام کے احساسات وجذبات سے اتنا بیگانہ بن گیا کہ جیسے ایک نئی قوم پیدا ہوتی ہے یعنی دو نئی قومیں پیدا ہوگئیں، اور دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے محسوس کیا اور تجربوں کے بعد اس کو یہ معلوم ہوا کہ اگر وہ زندگی چاہتا ہے، قیادت باقی رکھنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ عوام کے اس دینی جذبہ کو اتنا فنا کردے یا اتنا کمزور کردے کہ وہ اس کے راستے میں مزاحم نہ ہو، نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے تعلیم کے ذریعہ، ابلاغ کے ذرائع کے ذریعہ، صحافت کے ذریعہ، ادب لٹریچر کے ذریعہ یہاں تک کہ شاعری کے ذریعہ عوام کی اس دینی حمیت کو اس اسلامی غیرت کو اور انکی اس ذکاوت جس کو ختم کرنے کی کوشش شروع کردی، اب مستقل معرکہ پیش آیا، ان ملکوں کو کہ انہوں نے دیکھا کہ اگر ہمیں رہنا ہے تو عوام اگر اسی طرح رہے انکے یہی احساسات اور جذبات رہے، تو کبھی یہ عوام ہمارے خلاف صف آراء ہوسکتے ہیں۔

ترقی یافتہ مسلم ممالک کی المناک کہانی

میں یہ کہانی سنا رہا ہوں آپ کو مصر کی، شام کی، عراق کی، ترکی کی، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ہر ملک کی کہانی ہے اور خدا کرے اس ملک میں ڈرامہ کبھی اسٹیج نہ ہو، لیکن ہے یہ ترقی یافتہ مسلم ممالک کی کہانی، ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا جو اسلام سے نہ یہ

www.abulhasanalinadwi.org

کہ بیگانہ تھا، بلکہ اس کو اس سے ایک طرح کا بعد اور وحشت تھی، یہ عوام کا کیا حال ہے، یہ بالکل چھوئی موئی بن گئے ہیں، چھوئی موئی کو ہاتھ لگایا اور وہ سمٹ گئی، شرما گئی، تو کیا عوام بالکل چھوئی موئی ہے، ان کا عقیدہ اتنا کمزور ہے، ارے بھائی! اگر کچھ لوگ شراب پیتے ہیں تو پھر اس میں کون سی ایسی مصیبت آئی اور اگر ٹیلی ویژن پر یہ سب کچھ دکھلایا جاتا ہے، اور اس سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے، تو ایسی کیا قیامت آجاتی ہے؟ وہ کھائیں پئیں، دوکان اور کاروبار کریں، دولت پیدا کریں، ان کو اس سے کیا تعلق ہے، مذہب تو ایک پرائیویٹ معاملہ ہے، ان کے استاذوں نے اور مغرب کی یونیورسٹیوں نے ان کے دل ودماغ میں یہ بات اتار دی ہے، کہ مذہب تو ایک شخصی معاملہ ہے، اور مذہب کی بقا بھی اسی میں ہے کہ شخصی معاملہ رہے، اور اب دنیا اسی طرح چل سکتی ہے کہ مذہب شخصی معاملہ سمجھا جائے، ان کے ذہن نے پہلے سے یہ قبول کرلیا، اب یہاں وہ آئے تو دیکھا، کہ عوام حکومت کے معاملہ میں دخل دیتے ہیں، تنقید کرتے ہیں، بات بات میں متأثر بلکہ مشتعل ہوجاتے ہیں، انہوں نے ایک محاذ کھول دیا، جمال عبد الناصر کے دور میں مصری عوام کے خلاف مصر کی ساری طاقت اور اس کی مشینری لگ گئی، فوج پولیس بن گئی، مصر کے سارے وسائل وذخائر اور مصری قوم کی ساری توانائیاں اور جو جماعت برسر حکومت تھی اس کی ساری ذہانت اس جذبہ کے کچلنے میں لگادی گئی، جو ان کے لئے کسی وقت بھی آگ کی صورت اختیار کرسکتی تھی، جو جمال عبد الناصر کی لیڈر شپ کا گزرا، یہ بجائے اسرائیل سے لڑنے کے، بجائے کمیونزم سے لڑنے کے، بجائے الحاد سے لڑنے کے یہ پرامن شہریوں سے لڑنے میں صرف ہوا، اور ان دینی اور اسلامی تحریکوں کے ختم کرنے میں خرچ ہوا، اس میں کہاں تک کامیابی

ہوئی، اس کے اثرات کہاں تک باقی رہے، یہ کہنا مشکل ہے، لیکن یہی حقیقی جنگ تھی، جو وہاں لڑی گئی، یہی حقیقی جنگ ہے جو شام و عراق اور لیبیا و تونس، الجزائر او رمراکش میں لڑی جارہی ہے، کہیں گرم، کہیں نرم، میں عرب ملکوں کے علاوہ کسی غیر عرب ملک کا نام نہیں لوں گا۔

یوں قتل سے بچوں کے، وہ بدنام نہ ہوتا

یہ مصنوعی کارزار پیدا کی ہے ان دو فلسفوں نے، ان دو متوازی نظامِ تعلیم نے، ہمارے مدارس میں جو تعلیم دی جاتی ہے، وہ تو قال اللہ و قال الرسول کی تعلیم ہے، اور یہاں جو تعلیم دی جاتی ہے، وہ اس کی نفی کی تعلیم ہے، جب انگریزی دورِ اقتدار ﴿غیر منقسم﴾ ہندوستان میں آیا اور انگریزوں کا نظامِ تعلیم آیا تو اکبر نے وہ شعر کہا جس سے بہتر شعر آج تک جدیدی لادینی نظامِ تعلیم اور اس کے دور رَس نتائج کے متعلق کسی نے نہیں کہا ہے، مغربی نظام تعلیم کے اثرات کے بارے میں اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں، اس سے زیادہ گہری حقیقت نہیں بیان کی گئی۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ☆ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انہوں نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ فرعون نے اپنی غباوت اور کند ذہنی سے خوانخواہ اپنے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کرایا اور اپنے لئے اتنی مشکلات پیدا کیں کہ آج تک صحفِ سماوی تک میں وہ علامت ہے جبر واستبداد کی، وہ نظامِ تعلیم بدل دیتا تو بجائے بدنامی کے نیک نامی ہوتی، بجائے اس کو جہالت کی ایک علامت سمجھ لینے کے علم کا سرپرست مانا جاتا، اس کے نام سے کتنی یونیورسٹیاں قائم ہوتیں، کتنی اکاڈمیاں قائم ہوتیں، سعودی عرب میں بھی مغربی نظامِ تعلیم سے اب یہ کشمکش پیدا ہورہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہر ایسے ملک کو جس کو اسلام کی خدمت کرنی ہے، اور جس کو اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے، اپنے ملک کو اس ذہنی کشمکش سے بچانا چاہئے، اس لئے کہ اس ذہنی کشمکش کے شروع ہو جانے کے بعد پھر وہ ساری ذہانتیں اور قوتِ عمل وہ سب کی سب اس میں لگ جاتی ہیں، ملک کی تعمیر میں، ملک کو مستحکم کرنے میں، سالمیت کی حفاظت میں جو توانائیاں صرف ہونی چاہئیں، اس میں صرف ہوتی ہیں، کون جیتے، کون ہارے، کس کا فلسفۂ اخلاق، کس کا فلسفہ مابعد الطبعیات کس کا فلسفۂ حیات غالب اور کار فرما ہے۔

میں اس جامعہ سے توقع کرتا ہوں کہ دوسری جامعات کے مقابلہ میں وہ یہ اصلاحی قدم پہلے اٹھائے گی، اس لئے کہ جس مفکر اسلام سے اس کو نسبت ہے وہ موجودہ نظامِ تعلیم سے غیر مطمئن تھا، وہ اسلامی ملکوں میں اس نظامِ تعلیم کے نافذ ہونے سے ہراساں و ترساں رہتا تھا، وہ اگر زندہ ہوتے تو شاید مطالبہ اس کا کرتے کہ سب سے پہلے نظامِ تعلیم بدلا جائے، اس لئے کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ وہ تیزاب ہے جس میں انسان کی خودی کو ڈال کر بالکل تحلیل کر دیا جاتا ہے ~

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

دارو کوئی سوچ ان پریشاں نظری کا

عمان میں ایک مکالمہ تھا، استاد کامل الشریف جو آج کل وہاں وزیر اوقاف ہیں، وہ، میں اور سعودی عرب کے ایک فاضل شیخ احمد جمال تینوں سے سوال کئے جا رہے تھے، یہ مکالمہ ریڈیو پر بھی نشر ہوتا تھا، مجھ سے کہا گیا، اس وقت کی سب سے بڑی مصیبت خصوصاً نوجوانوں کی پریشانی کا اصل سبب کیا ہے؟ میں نے کہا،

زندگی کا تضاد، وہ بیک وقت اتنی متضاد چیزیں دیکھتے ہیں، گھر کا نقشہ کچھ دیکھتے ہیں، باپ دادا کی روایت کچھ سنتے ہیں، اسکول یا کالج جا کر کچھ سنتے ہیں، ادب پڑھتے ہیں، اور لٹریچر دیکھتے ہیں تو اس میں کچھ اور دعوت پاتے ہیں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر وہ تفریح حاصل کرتے ہیں، وہ ان کو کچھ اور دیتا ہے، اِس نے ایسا کنفیوژن (CON-FUSION) پیدا کر دیا ہے، ایک ایسا دماغی تضاد اور انتشار پیدا کر دیا ہے کہ فیصلہ نہیں کر پاتے، جب تک یہ حالت ہے، کہ ایک گاڑی میں دو گھوڑے جتے ہوئے ہیں، ایک مشرق کی طرف لے جا رہا ہے، ایک مغرب کی طرف لے جا رہا ہے، اس گاڑی اور گاڑی پر بیٹھنے والے مسافر کا اللہ ہی حافظ ہے، یہ تضاد سوسائٹی سے، ہمارے نظامِ تعلیم سے ختم ہونا چاہئے۔

میں ان لفاظ کے ساتھ اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں اور میں وائس چانسلر صاحب کا، جسٹس افضل چیمہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سفارش کی اور میں یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ میرے یہ الفاظ آپ کو یاد نہ رہیں لیکن کم سے کم اقبالؔ کا پیام تو آپ کو یاد رہے گا، اب میں اقبال ہی کے اشعار پر ختم کرنا چاہتا ہوں ؎

اے پیرِ حرم! رسم ورہِ خانقہی چھوڑ — مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت — دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے — مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی — دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے

یہ اہم تقریر ۲۷/ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ مطابق ۲/ مارچ ۱۹۷۳ء دار الحدیث جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں کی گئی۔ اس جلسہ کی صدارت سابق امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ مفکر اسلام کی خدمت میں اس موقع پر جو سپاس نامہ پیش کیا گیا، اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے

بعد حمد وصلوٰۃ:

حضرت امیر شریعت، اساتذہ کرام، طلبائے عزیز! آج میری ایک دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ میں یہاں اس عزیز و محبوب سرزمین پر حاضر ہوا، میری یہ حاضری آپ کے لئے کسی نفع یا کسی خدمت کا ذریعہ ہے، یا نہیں، اس میں بہت شبہ کی گنجائش ہے، اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ میں آپ کی کوئی خدمت انجام دے سکوں گا، اور ان توقعات کو پورا کر سکوں گا جن کا آپ نے اپنے اس مخلصانہ سپاس نامہ میں اظہار کیا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حاضری میرے لئے موجب سعادت اور باعث سرفرازی ہے، میں یہاں خادمانہ حاضر ہوا ہوں، عزیزانہ بھی، برادرانہ بھی، لیکن اس سے زیادہ خادمانہ ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میرے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لاتے، تو وہ بھی اس حاضری پر خوش ہوتے، اور جن کی خدمت میں وہ آتے ان کو بھی اس سے بڑی مسرت ہوتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم تعلق

جیسا کہ سپاسنامے میں کہا گیا ہے، میرا اس سلسلہ سے اور اس ذات گرامی سے (جس سے اس جگہ کا انتساب ہے) بہت قدیم اور عمیق تعلق ہے، اور میں اس تعلق پر نازاں بھی ہوں، شکر گزار بھی اور اللہ تعالیٰ سے دعاگو بھی کہ اس کو باقی رکھے، میں یہاں بالکل محسوس نہیں کرتا کہ میں کسی نئی جگہ پر ہوں اور کچھ اجنبی طلبہ کو، کسی مدرسہ کے طالب علموں کو خطاب کر رہا ہوں، میں بالکل یہ محسوس کرتا ہوں کہ اپنے خاندان کے افراد کو، اپنے ہی خاندان کے نونہالوں اور عزیزوں کو خطاب کر رہا ہوں اور غالباً حضرت مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت سمجھتے ہوں گے اور یہی محسوس کرتے ہوں گے، اور انھوں نے مجھے بلا کر یہ تصور نہ کیا ہوگا کہ وہ کسی اجنبی کو دعوت دے رہے ہیں، بلکہ اپنے ہی ایک عزیز اور فرد خاندان کو اپنے بچوں سے اور اس چمن کے نونہالوں سے ملا رہے ہیں، اس لئے آپ سے مجھے نہ کسی قسم کی کوئی معذرت کرنی ہے نہ کوئی رسمی شکریہ ادا کرنا ہے، البتہ اس سپاس نامہ پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ یہ سپاس نامہ تو اس کو پیش کیا جاتا ہے، جس سے کسی قسم کی بیگانگی ہو، یا وہ مہمان کی حیثیت رکھتا ہو، یہ تو میرا گھر ہے، میں یہاں گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے حاضر ہوا تھا، اور آپ نے تکلیف برتی، لیکن چونکہ یہ تکلیف محبت پر مبنی ہے، اور اس کا محرک بہت قابل قدر ہے، آپ حضرات نے اپنے تعلق کے اظہار کا یہی طریقہ سمجھا جو آج کل رائج ہے، اس لئے میں اس کی زیادہ شکایت نہیں کروں گا، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اس کی ضرورت نہ تھی، اگر آپ نے خلوص کے ساتھ اس کو پیش کیا تو اس کو سر آنکھوں پر رکھتا ہوں، اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہنے کی باتیں بہت ہیں

میرے عزیزو! اس وقت آپ سے کہنے کی باتیں بہت ہیں، ہم آپ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی جتنی دینی درس گاہیں ہیں، خواہ ہندوستان میں ہوں، خواہ مصر وشام میں ہوں، خواہ مراکش، الجزائر اور ٹیونس میں ہوں، سب کے طلبہ ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، یہ کشتی اس وقت ایک متلاطم سمندر میں ہے، اس کا گرداب بلا اور اس کا بھنور بہت سخت ہے، اس میں اس وقت طوفان آیا ہوا ہے، اور بڑے بڑے جہاز جو بڑے بڑے انتظامات سے مسلح ہیں، اور جن کے تحفظ کا پورا سامان کیا گیا ہے، اور جو سمندر کے رخ پر بہہ رہے ہیں، وہ بھی اس وقت تلاطم میں ہیں، وہ بھی اس وقت ایک خطرہ محسوس کرتے ہیں، چہ جائیکہ ہم اور آپ جو دریا کے رخ کے بالکل خلاف اپنی کشتی کو لے جارہے ہیں، اس لئے ہم کو آپ کو بہت سنجیدگی کے ساتھ اپنے مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔

دو فریق

اس میں ایک فریق تو وہ ہے، جو دینی مدارس کے مستقبل سے بالکل مایوس ہے، ان کی افادیت کا منکر ہے، اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس غرض کے لئے ہیں، اور یہ کیا خدمت انجام دیں گے اور ان کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں، ان کے پاس بدلے ہوئے زمانے کے لئے کوئی پیام ہے، یہ اپنے اندر کوئی افادیت رکھتے ہیں، ان کے اندر باقی رکھنے کی بھی صلاحیت ہے؟ ایک فریق وہ ہے جو بالکل خواب غفلت میں مدہوش ہے، وہ حقائق کو بالکل نہیں سوچتا، وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیسے آج سے چار سو برس اور چھ سو برس پہلے کا زمانہ ہے، جامعہ نظامیہ بغداد کا زمانہ ہے، جامعہ نظامیہ نیشاپور کا زمانہ ہے یا کم سے کم درس نظامی فرنگی محل کا زمانہ ہے اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

کسی تغیر و انقلاب کی خبر نہیں، یا اگر خبر ہے تو اس نے اپنے کو اس سے بالکل بے تعلق بنا رکھا ہے، جیسا کہ آپ نے سنا ہو گا کہ شتر مرغ ریت میں اپنا سر دھنسا دیتا ہے، اور خارجی دنیا سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، اور پھر اس کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہوتا ہے؟ جب وہ نہیں دیکھتا تو سمجھتا ہے کہ کچھ ہو ہی نہیں رہا ہے، یہ دونوں فریق دو سروں پر ہیں، دونوں دو مختلف انتہاؤں پر ہیں جسے ہماری درسی زبان میں: علی طرفی نقیض کہتے ہیں، ان میں کوئی بھی حقیت پسندی سے کام نہیں لے رہا ہے، اور کسی کی بھی راہ اعتدال کی راہ نہیں ہے۔

زمانہ تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے

آپ سے کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے، اور اس کے لئے کوئی بڑے انکشاف اور کسی بڑی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ زمانہ بہت نازک ہے، اور زمانہ بہت تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے۔ بلکہ بدلتا چلا جا رہا ہے، اس لئے ہمارے مدارس کے طلبہ کو ان دو فریقوں سے بالکل ہٹ کر ٹھنڈے دماغ سے اور بہت صبر و سکون اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ ان کا مستقبل کیا ہے، اور وہ کیا خدمت انجام دے سکتے ہیں؟

مذہب کوئی عجائب خانہ اور میوزیم نہیں

یہ میں آپ سے کہہ دوں، بڑی بڑی کتابیں آپ پڑھ سکتے ہیں، اور آپ نے پڑھی ہوں گی، اور اگر پڑھنے کا موقعہ ابھی نہیں ملا تو آپ آئندہ پڑھ سکتے ہیں، اس موضوع پر بڑی اچھی کتابیں ہیں، لوگوں نے علمی حیثیت سے اور تحقیقی طریقہ پر اس پر بحث کی ہے، کسی نظام کو محض روایات پرستی، محض قوت مقابلہ اور محض اصرار اور انکار کے ساتھ باقی نہیں رکھا جا سکتا، کوئی صالح سے صالح نظام ہو، اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

محض روایت پرستی پر اور ایک مقدس ورثہ کے طور پر یا آثار قدیمہ کے طور پر باقی نہیں رکھا جا سکتا، دنیا میں آثار قدیمہ کی گنجائش تو ضرور ہے، آپ نے بڑے بڑے شہروں میں آثار قدیمہ کے مرکز دیکھیں ہوں گے، وہاں زندہ عجائب خانے بھی ہیں، اور مردہ عجائب خانے بھی ہیں، شاید آپ کے صوبہ کے دارالحکومت پٹنہ میں بھی کوئی ایسی جگہ ہو، ایسے آثار قدیمہ دنیا میں نہ صرف یہ کہ باقی رکھے جاتے ہیں، بلکہ انکو سینے سے بھی لگایا جاتا ہے، اور ان کے لئے بہت بڑا قطعہ زمین مخصوص کر دیا جاتا ہے، اور ان کے لئے حکومت کے بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ بھی مخصوص کر دیا جاتا ہے، یہ صحیح ہے، لیکن اس کی حیثیت ایک بے ضرر، ایک غیر متعلق، ایک قابل دید، تفریح کے ایک سامان یا قدیم یادگاروں کے ایک مجموعہ کی ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، ان کو اس لئے نہیں رکھا جاتا کہ زندگی میں ان کی ضرورت ہے، ان کے بغیر کام نہیں چلتا، وہ ایک بہت اہم خدمت انجام دے رہے ہیں، بالکل نہیں، بلکہ صرف اسلئے کہ اس مشغول زندگی میں کبھی کبھی تفریح کی ضرورت ہوتی ہے، تو ان سے تفریح حاصل ہوتی ہے، یا پھر قدیم تاریخ پر فخر کرنے کا ایک موقع ملتا ہے کہ قدیم عظمت کا وہ نشان ہے، کسی قوم، کسی ملک کے ایک دور کی تہذیب کا مرقع ہے، اگر آثار قدیمہ کے اندر احساس ہوتا یا جن کی طرف آثار قدیمہ کی نسبت ہے، وہ اگر زندہ ہوتے تو ہر گز اس صورت حال پر خوش نہ ہوتے۔

یہ پوزیشن کوئی زندہ اور صاحب دعوت قوم قبول نہیں کر سکتی

کوئی زندہ جماعت جو پیام رکھتی ہے، جس کا ایک مقام ہے، جس کو بعض حقیقتوں پر اصرار ہے، جس کو بعض چیزوں سے انکار ہے، جس کا اپنا ایک راستہ

ہے، جس کو خدا نے روشنی عطا کی ہے، جو کچھ چیزوں کو غلط سمجھتی ہے، کچھ چیزوں کو صحیح سمجھتی ہے، وہ ہرگز اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس کے لئے کوئی جگہ مخصوص کردی جائے اور اس کو بے ضرر سمجھ کر وہاں رہنے کا موقع دیا جائے جیسا کہ فراعنۂ قدیم کہ لاشیں ممی کی ہوئی مصر میں رکھی ہوئی ہیں۔

عربی مدارس آثار قدیمہ کے طور پر

جو لوگ عربی مدارس کی وکالت اور ان کی سفارش اس انداز سے کرتے ہیں کہ بھئی! آپ کے یہاں بڑے بڑے میوزیم ہیں، آپ کے یہاں بڑے بڑے دار آلاثار ہیں، برطانوی قوم کا حال یہ ہے کہ اس کو سب سے زیادہ ہم شغف میوزیم سے ہے، شاید جتنے بڑے بڑے میوزیم لندن میں ہوں، دنیا کے کسی شہر میں نہ ہوں، اس لحاظ سے یہ عربی مدرسے آثار قدیمہ کی حیثیت سے باقی رکھے جائیں تو میں کم از کم ایسی پوزیشن کو ہرگز قبول کرنے پر تیار نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جس نظام کی وکالت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کی اور حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ نے کی، جس کے لئے ندوۃ العلماء کی درس گاہ قائم ہوئی، جس سے ہم سب لوگوں کو تعلق ہے، اس کی بنیاد ہرگز اس پر نہیں تھی، یہ رحم کی کوئی درخواست نہیں تھی، یہ رحم کے لئے کوئی استغاثہ نہیں تھا، کہ صاحبو! بہت سی چیزیں آپ نے چھوڑ دی ہیں، قبرستان بھی باقی ہیں، بڑے بڑے آباد اور ایسے شہر ہیں کہ جہاں پر ایک گز زمین کا ملنا بھی مشکل ہے، وہاں پر بہت بڑے رقبہ میں قبرستان پڑے ہوئے ہیں، اور وہ ایک بہت بڑی جگہ گھیرے ہوئے ہیں، آپ کا کیا حرج ہے، اگر آپ ان مدرسوں کو بھی اسی طرح چھوڑ دیں، کم سے کم میں اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ بہر حال ایک فریق

www.abulhasanalinadwi.org

تو سمجھتا ہے کہ یہ مدرسے اپنی افادیت اور اپنی زندگی کی صلاحیت ختم کر چکے ہیں، اور اب انکو آثار قدیمہ کے طور پر باقی رکھنا چاہیے، تو میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اول تو میں اس پوزیشن کو قبول نہیں کرتا، دوسرے یہ کی دنیا میں جو اس مقام پر آجائے جو اپنے لئے یہ مقام پسند کرلے اس کے لئے پھر زندگی کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی، آج اگر ان قبرستانوں کو لوگوں نے کسی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے تو کل ان کو نہیں چھوڑیں گے، چنانچہ آپ دیکھ لیجئے دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا قبرستان کتنا بڑا تھا، اس کو دیکھنے والے یہاں بھی موجود ہوں گے، میں جب شروع میں دہلی جایا کرتا تھا، دہلی کی سیر کرتا تھا، تو ایک لق ودق میدان تھا، ہزاروں ہزار قبریں تھیں، اب ان کو تلاش کرتے رہیئے، اب جہاں حضرت خواجہ کا مزار ہے، اس کے آس پاس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے، اس لئے کہ شہر کی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں اور شہر کی ضرورت کو ایک حقیقت سمجھا جاتا ہے، اور یہ چیزیں محض ایک رعایت اور مجبوری کے درجہ میں آتی ہیں، اور رعایت اور مجبوری حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اس لئے اول تو ان مدارس کی یہ پوزیشن صحیح نہیں، دوسری بات یہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ان چیزوں کو رواں دواں اور حقیقت پسند زندگی (وہ زندگی جو زندگی کی صلاحیتوں سے نہ صرف معمور بلکہ مخمور اور مدہوش ہے، اور جو کسی کو قبول کرنے یا اپنے حصہ میں سے حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے) زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکتی۔

محض قدامت اور تاریخ کے سہارے پر کوئی ادارہ زندہ نہیں رہ سکتا

دنیا میں کوئی ادارہ محض اس وجہ سے نہیں چل سکتا کہ یہ ادارہ آج سے سو برس دو سو برس پہلے ہوا، اور اس نے کچھ مفید خدمت انجام دی تھی، محض تاریخ

www.abulhasanalinadwi.org

کے بل پر، محض تاریخ کے سہارے کوئی ادارہ، کوئی تحریک، کوئی فلسفہ، کوئی نظام نہ چلا ہے، نہ چلے گا، اگر آپ کسی ادارہ کو قائم رکھنے کے لئے اور اس کے لئے کچھ مراعات حاصل کرنے کے لئے اس کی تاریخ پیش کرتے ہیں کہ اس نے دور ماضی میں یہ خدمات انجام دیں، تو لوگ اس کو بالکل نہیں سنیں گے، اور اگر کوئی آج خاموش ہو جائے گا، تو کل اس کے اندر سے نہایت پر زور اور پر جوش تقاضہ پیدا ہو گا کہ اس کو ختم کر دینا چاہئے۔

بقاء انفع کا بے لاگ قانون

اللہ تعالیٰ کا جو نظام اس کائنات میں جاری و ساری ہے، جو ہمیں قرآن مجید اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، وہ بقائے انفع کا قانون ہے، تو اس وقت دنیا نے جس قانون کو تسلیم کیا وہ بقائے اصلح کا قانون ہے، (Survival of the fittest) لیکن حقیقت میں قرآن مجید سے جو سمجھ میں آتا ہے، وہ ہے بقائے انفع کا قانون، صاف صاف قرآن مجید میں ہے، سورہ رعد کی آیت ہے آپ نے بہت پڑھی ہوگی، اور اس کی تفسیر بھی دیکھی ہوگی (فأمّا الذبد فیذھب جفآءً. و أمّا ما ینفع النا س فیمکث فی ا لا رض. کذ لك یضر ب الله الامثال) جس چیز میں کوئی نافعیت نہیں، جس چیز میں کوئی پیام نہیں ہے، جو چیز کوئی اہم خدمت انجام نہیں دے رہی ہے، جس پر انسان کی بقاء اور نشو نما اور انسان کی راحت اور ترقی کا کوئی انحصار نہیں ہے، اس کو قرآن مجید نے ''زبد'' کے لفظ سے ادا کیا ہے، جو بہت ہی جامع اور نہایت وسیع اور عمیق لفظ ہے اور معانی سے لبریز ہے ''زبد'' پھین کو کہتے ہیں، یعنی دریا کا وہ جھاگ جو اپنے اندر کوئی ہستی نہیں رکھتا، جس کے اندر ثبات و استقامت کی کوئی صلاحیت نہیں، وہ دریا کے جوش کی ایک نمود ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

دریا کے جوش کا ایک خارجی ظہور ہے، اس کے اندر کوئی استقرار نہیں، کوئی صلابت نہیں، بس ایک پھولی ہوئی سی ایک چیز ہے، جس کے اندر ہوا بھری گئی ہے، یا یہ کہیے کی نیچے کے اندر کا جو میل کچیل تھا، وہ اوپر آگیا اس کے اندر انسانوں کو فائدہ پہونچانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، وہ اوپر اوپر بہہ جائے گا یا کنارے پر جا کر کہیں کسی چیز سے اٹک جائیگا اور باقی نہیں رہے گا، اس لئے کہ اس میں باقی رہنے کی صلاحیت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی کا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا کی ''زبد'' زیادہ دنوں تک باقی رہے، اس لئے کہ یہ عالم اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ اس میں ''زبد'' کی سمائی ہو اگر دریاؤں کا جھاگ اور پانی کا پھین اس طرح باقی رہنے لگے تو جن کو باقی رہنا چاہیئے، ان کے لئے مشکل ہو جائے ''و اما ما ینفع النا س'' لیکن جو چیز لوگوں کو نفع پہچانے والی ہے ''فیمکث فی الارض'' وہ ٹھہر جاتی ہے۔

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے

اگر ہمارے مدارس یہ چاہتے ہیں کہ وہ باقی رہیں، اور وہ اس زندگی میں اپنی جگہ بنانا چاہتے ہیں، زندگی کا استحقاق ثابت کرنا چاہتے ہیں، تو ان کو اپنے اندر نافعیت پیدا کرنی چاہیئے، یعنی ان کو اپنے جوہر کا ثبوت دینا چاہیئے، ان کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ زندگی کی کوئی ضرورت ہے، جو ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی، اس لئے کہ زمانہ جس زبان کو سمجھتا رہا ہے، اس کے لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں، وہ آپ عربی میں کہیں تو زمانہ سمجھے گا، انگریزی میں کہیں تو سمجھے گا اور زبان بے زبانی میں کہیئے تو سمجھے گا، گونگا اس کو کہے گا، اس کا اظہار کرے گا تو زمانہ سمجھے گا، اور اگر اپنے زمانہ کا کوئی سحبان اور کوئی لسان اس کا اظہار کرے گا تو زمانہ سمجھے گا، زمانہ جس زبان کو

سمجھتا ہے وہ نفع کی زبان ہے، وہ زندگی کے استحقاق کی زبان ہے، زندگی جیسا کہ اقبال نے کہا ہے، ایک جدو جہد ہے، زندگی کوئی خیرات نہیں، زندگی تو خود حاصل کی جاتی ہے، آپ اس کا استحقاق پیدا کر لیجئے تو دنیا آپ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی، جرمنی کو دو ہولناک جنگوں کے بعد بھی اس لئے باقی رکھا گیا ہے کہ اس نے اپنی صلاحیت کا ثبوت دیا، اس کو ہمیشہ کے لئے کوئی ختم نہیں کر سکا، بہت سی قومیں دنیا میں ہیں جو بالکل ختم ہو گئیں، لیکن بہت سی قومیں ایسی ہیں جو بار بار شکست کھانے کے بعد بھی باقی ہیں، مسلمانوں نے تاتاریوں سے شکست کھائی اور ایسی شکست کھائی اور ایسی شکست کھائی کہ شاید دنیا کی کسی قوم نے ایسی شکست نہیں کھائی تھی، لیکن چونکہ ان کے اندر "وما ینفع الناس" کا مادہ تھا، وہ ایک پیام رکھتے تھے، وہ ایک زندہ دعوت رکھتے تھے، اس لئے تاتاریوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا، وہ تاتاریوں کے سامنے جھکے، ان کی تلواروں کے سامنے جھکے، لیکن تاتاریوں کی تلواروں کو، دلوں کو، اور دماغوں کو ان کی نافیعت کے سامنے، اور ان کے پیام کے سامنے جھکنا پڑا۔

میرے عزیزو! آج ہمارے دینی مدارس کے لئے ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ کہ زندگی کا استحقاق ثابت کریں، اپنا امتیاز ثابت کریں کہ اگر وہ نہ رہے تو زندگی بے معنی ہو جائے گی، یا زندگی ناقص ہو جائے گی اور کم سے کم اس میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگا، جس کو اور کوئی پُر نہیں کر سکتا، باقی رحم کی درخواست نہ کبھی دنیا میں سنی گئی ہے، نہ کبھی سنی جا سکتی ہے، اور یہ زمانہ تو جمہوریت کا ہے، اس میں تو اب بالکل گنجائش نہیں رہی کہ ہم یہ کہیں کہ بھائی! ہمیں فلاں حکومت نے باقی رکھا، فلاں حکومت نے باقی رکھا، ہم فلاں دور میں باقی رہے، فلاں دور میں باقی رہے، آپ بھی ہمیں باقی رکھئے، یا آپ یہ کہیں کہ ہم نے جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا، ہمارا

www.abulhasanalinadwi.org

استحقاق ہے، اس کو اب دنیا ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

آپ ایک اہم محاذ پر تعینات ہیں

آپ یہ ثابت کیجئے آپ ایک ایسے مورچے اور زندگی کے ایک ایسے محاذ پر کھڑے ہوئے ہیں، کہ اگر آپ نے وہ محاذ چھوڑ دیا تو اس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں، آپ ثابت کریں کہ آپ اخلاق کے محاذ پر کھڑے ہیں، آپ روحانیت کے محاذ پر کھڑے ہیں، خدمت خلق کے محاذ پر کھڑے ہیں، علمی بلندی کے محاذ پر کھڑے ہیں، علمی تحقیق کے محاذ پر کھڑے ہیں، آپ نے اگر اپنی زندگی چھوڑ دی یا آپ کو اپنے محاذ سے ہٹا دیا گیا، تو زندگی میں اتنا بڑا خلا پیدا ہوگا جسکو نہ یونیورسٹیاں پُر کر سکیں گی، نہ علمی مجلسیں پُر کر سکیں گی، نہ کوئی اکیڈمی پر کر سکے گی اور نہ کوئی کوشش پر کر سکے گی، یہ ہے خدا کا بنایا ہوا وہ ابدی قانون جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ (فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ. وَكَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ) پہلی بات تو یہ ہے کی اب اس وقت ہمارے مدارس محض مسلمانوں کے جذبۂ خیر، مسلمانوں کی دین پسندی، اسلام پسندی یا محض مسلمانوں کے دین وشریعت کے احترام یا محض بعض علماء کی قربانی یا بعض علماء کی بزرگی پر قائم نہیں رہ سکتے، میں دل پر پتھر رکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں اور خود مجھے اس سے تکلیف ہے، لیکن یہ حقیقت ہے، جس کا اظہار کم سے کم اس درس گاہ کے عزیز طلبہ کے سامنے ہو جانا چاہئے، جس کے بانی نے زمانے کی نبض کو پہچانا، جس کے بانی نے سب سے پہلے اپنے دور میں یہ اعلان کیا کہ زمانہ بدل گیا ہے، زمانے کے جائز تغیرات کو واقعی تغیرات تسلیم کرنا چاہئے، اور اپنی افادیت ثابت کرنا چاہئے،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا محمد علی مونگیری کی فراست و بصیرت

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ جن کو آپ حضرات ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے جانتے ہیں، بے شک وہ ایک بلند پایہ شیخ طریقت تھے، بہت اعلیٰ صاحبِ نسبت بزرگوں میں تھے، اور اس کی شہادت ان کے تمام معاصرین نے دی ہے، حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمتہ اللہ کے الفاظ انکے متعلق بہت بلند ہیں اس کی بلندی تک ہماری رسائی ممکن نہیں، لیکن اس میں اضافہ کرتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ اللہ تعالی نے ان کو وہ بصیرت عطا فرمائی تھی، وہ ادراک صحیح اور نور باطن عطا فرمایا تھا، جو بہت کم لوگوں کو ملا کرتا ہے، اور انہیں لوگوں کو ملتا ہے، جن سے اللہ تعالی کوئی بڑا کام لیتا ہے، اقبال نے جو کہا ہے، میں ان کو بالکل اس کا مصداق سمجھتا ہوں۔

دو صد دانا دریں محفل سخن گفت سخن نازک تر از برگ سمن گفت
ولے با من بگو آن دیدہ ورکیست کہ خارے دید و احوال چمن گفت

انھوں نے اپنے زمانے کا خار دیکھا اور چمن کی اور فصل بہار کی داستان سنائی۔

ندوۃ العلماء کی تحریک دینی بصیرت کا نقطۂ عروج ہے

یہ ندوۃ العلماء کی تحریک معمولی تحریک نہیں ہے، یہ اس زمانے کی دینی بصیرت کا نقطۂ عروج ہے، میں آپ کو حضرت مولانا محمد علی کی درس گاہ کا طالب علم سمجھ کر خطاب کر رہا ہوں، میں جامعہ رحمانیہ اور ندوۃ العلماء کو کم جانتا ہوں، میں تو حضرت مولانا محمد علی کی درس گاہ کی حیثیت سے آپ کو بھی اور ندوہ کے طلبہ کو بھی

www.abulhasanalinadwi.org

خطاب کرتا ہوں، دو ہی تین دن پہلے میں نے وہاں کے طلبہ کو خطاب کیا، یہ ایک حسن اتفاق ہے کی آج میں آپ کو خطاب کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں۔

کرنے کے دو کام

اب میں آپ سے یہ عرض کروں گا، اور میں نے اس میں حضرت امیر شریعت کے مشوروں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، اور انھوں نے مجھے توجہ دلائی ورنہ ممکن ہے کہ میری اس گزارش کا رخ کچھ اور ہوتا، اب میں آپ سے آپ کی زبان اور آپ کے مطلب کی بات کہنا چاہتا ہوں، آپ دو طرح سے اپنی افادیت ثابت کر سکتے ہیں، اور اپنے وجود کو تسلیم کرا سکتے ہیں، اور زندگی کا استحقاق پیدا کر سکتے ہیں، ایک داخلی محاذ سے، ایک خارجی محاذ سے، داخلی محاذ تو یہ ہے کہ آپ علم میں کمال پیدا کریں، یہ بات میں آپ کو ایسے جہاں گرد آدمی کی حیثیت سے بتاتا ہوں جس کے متعلق سپاس نامے میں بھی اشارے ہیں، اور حضرت امیر شریعت نے بھی فرمایا اس میں کوئی تعریف کی بات نہیں ہے، اللہ تعالی کی حکمت تھی کہ مجھے باہر جانے کا اتفاق بار بار ہوا، اور صرف باہر جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوا، بلکہ مجھے وہاں کی ان مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ہوا جو تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا کرتی ہیں اور بعض اداروں سے میرا مستقل تعلق ہے، یہ میں نے اس لئے کہا کہ آپ اس گذارش کی قدر و قیمت سمجھیں، یہ کسی (عابر سبیل) رستہ گزرنے والے آدمی کی بات نہیں، یہ اس شخص کی بات ہے، جو ان مجلسوں میں بیٹھا ہے۔

"مرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے"

میں نے مشرق و مغرب کے میخانے دیکھے ہیں، اس لئے آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ علم میں کمال پیدا کرنا خواہ وہ کوئی علم ہو، آپ کے لئے مفید ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں، کہ ہم عربی میں اور علوم دینیہ میں کمال پیدا کریں گے تو جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟ بھلا اس کمال کا قدر دان کون ہے؟ یہ آپ کی بے خبری کی بات ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہاں سے لیکر امریکہ تک، یورپ تک، آکسفورڈ اور کیمبرج تک ہر جگہ اس علم کی قدر ہے بشرطیکہ آپ نے اس میں کوئی کمال حاصل کیا ہو، لیکن کمال کس کو کہتے ہیں؟ کمال شدبد کو نہیں کہتے، کمال (کان یکون) کو نہیں کہتے، کمال اس کو نہیں کہتے کہ آپ عربی کی عبارت پڑھ لیں اور سمجھ لیں، اس کا نام کسی نے بھی کمال نہیں رکھا، کمال وہ ہے جسے کہتے ہیں کہ (جادو جو سر چڑھ کر بولے) کمال وہ ہے جو اپنا اعتراف کرالے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ زمانے کے انقلابات و تغیرات کہ یہ سب داستانیں بالکل بے بنیاد ہیں، وہ لوگ آپ کو بالکل دھوکا دیتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے، آپ کہاں ہیں، کس چکر میں ہیں، آپ کہاں اپنا وقت کھو رہے ہیں، یونیورسٹی میں پڑھا ہوتا، سائنس پڑھی ہوتی، انگریزی لٹریچر پڑھا ہوتا، آپ نے اکنامکس کا مطالعہ کیا ہوتا، ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کی ہوتی، یہ سب لبلہ فریبی اور خام خیالی ہے اس کے سوا کچھ نہیں، کمال آپ کسی چیز میں پیدا کریں اور امتیاز حاصل کرلیں، پھر آپ کو بھی یہ شکایت نہیں ہوگی کہ زمانہ ہم کو نہیں پوچھتا، ہماری کوئی جگہ نہیں ہے، آج جو کچھ بھی آپ ہماری دینی تعلیم کا انحطاط دیکھ رہے ہیں وہ بے کمالی کی وجہ سے ہے۔

طب یونانی کو اس لئے زوال ہوا کہ با کمال لوگ ختم ہو گئے

میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں، شاید میں اور کوئی مثال دیتا تو اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

سمجھنے میں دقت ہوتی، یہ دیکھئے کہ ایک زمانہ میں سارے ہندوستان میں طب یونانی کا زور تھا، ہر جگہ مطب کھلے ہوئے تھے، اور ہندو اور مسلمان، اور نیک وبد اور جاہل وعالم سب حکماء کے پاس جاتے تھے اور ان کے مطب کا یہ حال تھا کہ بس ایک بھیڑ لگی رہتی تھی، کیا آپ کہتے ہیں کہ طب یونانی کو زوال اس لئے ہے کہ ڈاکٹری آگئی ہے، ہومیوپیتھک آگئی ہے اور جدید میڈیسن آگئی ہے، میں بالکل نہیں مانتا، طب یونانی کو اس لئے زوال ہوا کہ اب اس طرح کے طبیب نہیں پیدا ہوتے، اب اس طرح کے ذہین، طباع، ذی استعداد اور مجتہدانہ ذہن کے طبیب نہیں ہیں، اگر آج وہ پیدا ہو جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے پاس ڈاکٹر جائیں، اس میں ذرا مبالغہ نہیں، آپ کے شہر کا سول سرجن جھک مار کر کے ان کے پاس جائے، جب اس کی تکلیف رفع نہیں ہوگی، تو کیا کریگا، آپ ایک ایسا طبیب پیدا کر دیجئے، میں جالینوس اور بقراط کا نام نہیں لیتا، میں افسر الاطباء حکیم عبد العلی جھوائی ٹولا اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں کا ذکر کرتا ہوں، حکیم محمود خاں کا ذکر کرتا ہوں، اگر ان کے پائے کا نہیں، ان کے آدھے کمال کا بھی آدمی کوئی پیدا ہو جائے تو طب یونانی کے زوال وغیرہ کی ساری داستان ختم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ طب یونانی زندہ ہے، بات یہ ہے کہ پہلے درس نظامی پڑھ کر لوگ طب کی طرف متوجہ ہوتے تھے، جتنے بڑے علماء ہیں، تقریباً سب طب پڑھتے تھے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مونگیریؒ کے متعلق مجھے معلوم نہیں، لیکن اکثر علماء اس زمانے میں طب پڑھتے تھے، ان میں سے بعض پیشہ کے طور پر اس کو اختیار کر لیتے تھے، اور بعض اسے اشتغال نہیں رکھتے تھے، وہ منطق وفلسفہ پڑھے ہوئے، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اشاراتِ طوسی وغیرہ پڑھے ہوئے، حل کیے ہوئے، جب طب کی طرف جاتے تھے، ذہین خاندانوں کے افراد ہوتے تھے، محنت کرتے تھے تو ان کو ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا تھا کہ نبض پر ہاتھ رکھا، اور اندر تک پہنچ گئے، اور ایک ایک رگ وریشہ کو پہچان لیا۔

مدارس کا بھی یہی حال ہے

یہی ہمارے آپ کے درس کا حال ہے، آپ کسی علم میں، کسی فن میں، اختصاص پیدا کرلیں، امتیاز پیدا کرلیں، دنیا آپ کا لوہا مانے گی، اور معاشی مسئلہ بھی حل ہو جائیگا، اور مدارس کا مسئلہ ہمارے یہاں جو اس وقت درپیش ہے، یہ سب ختم ہو جائیگا، یہ سب دراصل ہماری پست ہمتی، سست کوشی اور ہماری کام چوری کی عادت کا نتیجہ ہے کہ آج کوئی استعداد پیدا نہیں ہورہی ہے، اس کا سب سے زیادہ تجربہ تو ہمارے مولانا منت اللہ صاحب کو ہوگا وہ دیوبند میں دیکھتے رہتے ہیں، ندوہ میں دیکھتے رہتے ہیں، دونوں جگہوں کے وہ اہم بنیادی رکن ہیں کہ کس طرح کے فضلاء نکل رہے ہیں، دورہ کا امتحان لینے کے لئے لوگ گئے، اور معلوم ہوا کہ عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے، پہلی حدیث (انّما الا عمال بالنّیات، و انّما لکل امرئ ما نوی) ہی کو غلط پڑھا اور ترجمہ بھی غلط کیا، اسی طرح کے فضلاء مسلسل ادھر کئی سال سے نکل رہے ہیں، میرے خیال میں کوئی بیس پچیس سال سے یہ انحطاط نمایاں طریقے پر شروع ہوگیا، اور پھر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا زمانہ نہیں رہا، ہمارے والدین نے ہماری عمر برباد کی، آج بھی ایسے لوگ ہیں جنھوں نے کسی فن میں امتیاز پیدا کرلیا، اور جہاں میں وہ مرجع خلائق ہیں، اور ان کا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے، اگر کسی نے کسی ایک صنف میں بھی کوئی امتیاز پیدا کرلیا تو بس اس کے لیئے فقر

www.abulhasanalinadwi.org

و فاقہ اور پریشانی بھی ختم اور اگر ہو گی بھی تو وہ کسی اپنی کمزوری کی وجہ سے ہو تو ہو، میں ابھی مولانا کی مجلس میں کہہ رہا تھا کہ میں نے مظاہر العلوم میں اس مہینہ کے شروع میں غالباً وسط فروری میں تقریر کی تھی، اس میں میں نے کہا تھا کہ اگر تم کسی صاحب کمال کے بارے میں سنو یا تاریخ میں پڑھو کہ وہ ضائع ہوا یا اس کی قدر نہیں ہوئی تو یقین مانو کہ اس کے اندر کوئی کمی ضرور تھی، کوئی سنک تھی، مراق تھا، سخت غرور تھا، گالیاں دیتا تھا، مارنے کے لیے دوڑتا تھا، اور سونے پر آیا تو سوتا چلا جا رہا ہے، جاگنے پر آیا تو جاگتا چلا جا رہا ہے، ایسی کوئی اس کے اندر مراق کی بات تھی، اس وجہ سے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے، ورنہ میں نہیں مانتا کی کوئی صاحب کمال جس کے اندر توازن اور اعتدال ہو وہ ضائع ہوا ہو۔

اصل مسئلہ محنت کا ہے

میں آپ سے ایک بات اور بھی کہہ دوں حالانکہ میری زبان سے آپ اس کو سننے کے بالکل متوقع نہیں ہوں گے، آپ کو معلوم ہے کہ ہماری درس گاہ ندوۃ العلماء کی بنیاد ہی اصلاح نصاب پر ہے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ جیسا قدیم نظام تعلیم کا ساختہ پرداختہ اور اس کا بہترین نمونہ، وہ اس کا داعی، اور ہم بھی اس کے داعی، اور مولانا منت اللہ صاحب بھی اس کے موید، لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ زیادہ مسئلہ نصاب کا بھی نہیں، زیادہ مسئلہ محنت کا ہے، اور اساتذہ کے پڑھانے کا ہے، قدیم نصاب سے وہ لوگ تیار ہوئے جو آج جدید نصاب سے تیار نہیں ہوتے ہیں، کیا بات ہے؟ حالانکہ یقینی بات ہے کہ قدیم نصاب سے جدید نصاب کی بعض چیزیں یقیناً بہتر ہیں، مثال کے طور پر جس زمانے میں "نفحۃ الیمن" اور "مقامات حریری" پڑھائی جاتی تھی، اور نثر

www.abulhasanalinadwi.org

کی کوئی ڈھنگ کی کتاب نہ تھی، جس سے زبان وادب کا صحیح ذوق اور اظہار خیال کی صلاحیت پیدا ہو، اس وقت تو ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، علامہ زبیدی پیدا ہوئے، مولانا غلام علی بلگرامی پیدا ہوئے، شیخ محسن بن یحی ترہتی پیدا ہوئے، اور نواب صدیق حسن خاں پیدا ہوئے، اور اب جب کہ نثر کی اچھی اچھی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں، اور اس میں عربی زبان کے بہترین نمونے جمع کر دیے گئے ہیں، آج ایسے لوگ نہیں پیدا ہو رہے ہیں، اگر نصاب اس کا ضامن ہوتا تو اب پیدا ہونا چاہیے، اور ہمیں لوگوں کو دیکھ لیجیے مولانا مسعود عالم صاحب ندوی ہمارے رفیق تھے، اور ہمارے بڑے دوستوں میں تھے، انھوں نے عربی لکھنے پڑھنے میں بڑا کمال پیدا کیا، اور انھوں نے پڑھا کیا تھا یہی حریری وغیرہ پڑھی تھی، میرے زمانے میں بھی (مختارات) وغیرہ نہیں لکھی گئی تھی، اپنی طالب علمی کے زمانے میں میں نے بھی حریری پڑھی اور دوسری کتابیں پڑھیں، تو اس میں بہت کچھ انحصار اساتذہ کی محنت اور ذوق آفرینی اور طلبہ کی محنت اور جد وجہد پر ہے، نصاب معاون ہے، میں اب بھی نصاب کے تغیر کا داعی ہوں، لیکن تنہا اس پر انحصار نہیں۔

اصل بات

اصل میں شکایت تو یہ ہے کہ آپ حضرات نے محنت کرنی چھوڑ دی ہے، آپ حضرات کے اندر ولولہ نہیں، مسابقت کا جذبہ نہیں، آپ حضرات کسی فن میں کامل ہونے اور درس کی قوت پیدا کرنے کو فخر کی چیز نہیں سمجھتے، اور ہمارے اسلاف ایسے تھے کہ ان کو بادشاہی ملتی ہو تو مدرسی کی خاطر اس کو وہ قبول کرنے کو تیار نہ تھے، مدرس بننے میں وہ اتنا بڑا اعزاز سمجھتے تھے، کہ وزارت کو

www.abulhasanalinadwi.org

ٹھکرادیں، اور بعض بعض ایسے حضرات تھے کہ ہیں وزیر اور درس دے رہے ہیں، لکھنؤ میں وزیر آصف الدولہ کے زمانے میں، سعادت علی خاں کے زمانے میں، روز انکے یہاں رات کو درس ہوا کرتا تھا، اور دن کو وزارت کا کام ہوا کرتا تھا، ایسی بہت سی آپ کو مثالیں ملیں گی، تفضل حسین خاں علامہ، ریاضی کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں، یہ وزیر اودھ تھے، لیکن درس اس طرح دیتے تھے کہ گویا صرف مدرس ہیں، ایسی بہت سی مثالیں ہیں، لیکن اب ہمارے آپ کے اندر مدرس بنناوجہ افتخار نہیں رہا، بلکہ ہم اسے شرماتے ہیں کہ ہم مدرس بن جائیں، تو ایک بات آپ سے یہ کہنا ہے کہ داخلی طور پر آپ استعداد درست کیجئے، محنت کیجئے، اور پتہ پانی کیجئے، اور دل مارئے اور کسی فن میں کمال پیدا کیجئے۔ آج ہمارے مدارس میں اس وقت جو بہت بڑا مسئلہ ہے، جسکو کرائسس (Crisis) کہنا چاہئے، وہ ہے مدرس کا مسئلہ، آج مدرس نہیں مل رہے ہیں؛ ہماری حالت یہ ہے کی ہم اتنی بڑی درس گاہ لئے بیٹھے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں دو تین مدرس بعض فنون کے مل جائیں وہ نہیں مل رہے ہیں، اور دیوبند کو اس وقت شیخ الحدیث نہیں مل رہا ہے، اب یہ بات آپ کے لئے ہمارے لئے راز کی نہیں رہی کہ دیوبند میں شیخ الحدیث کا مسئلہ مناسب طریقہ پر حل نہیں ہوسکا، آج مولانا منت اللہ صاحب اس کے رکن رکین ہیں، اور وہ خاص کمیٹی جس نے یہ فیصلہ کیا اس میں وہ شریک ہیں، لیکن وہ بھی مطمئن نہیں ہیں، میں بھی مطمئن نہیں ہوں، کوئی بھی مطمئن نہیں ہے، یعنی جو دار العلوم کی روایت تھی، جو دار العلوم کا معیار تھا، اس کے مطابق ابھی مسئلہ حل طلب ہے، اس لئے میں کہتا ہوں، یہ کام آپ کریں، آپ بالکل نہ دیکھیں کی آپ گوشے میں پڑے ہوئے ہیں، آپ دیوبند میں نہیں پڑھ رہے ہیں، آپ ندوہ میں نہیں پڑھ رہے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا ہے، آپ یہاں کمال پیدا کیجئے، دیوبند آپ کا محتاج ہوگا، ندوہ آپ کا طالب ہوگا، میں آپ کو لکھے دیتا ہوں کہ آپ جس وقت کسی فن میں کمال پیدا کرلیں گے، دیوبند میں آپ کی جگہ محفوظ، ندوہ میں آپ کی جگہ محفوظ۔

دینی صلاحیت پیدا کیجئے

ایک بات تو آپ سے یہ کہنا ہے اور دوسری بات یہ، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر دینی صلاحیت پیدا کیجئے، آپ کے اندر علماء ربانی کے کچھ اوصاف ہوں، آپ کے اندر اس سیرت کی جھلک ہو جو ان بزرگوں میں تھی، حضرت مولانا محمد علی صاحب، ان کے معاصرین اور ان کے ساتھیوں میں تھی، کچھ استغناء ہو، کچھ توکل ہو، کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق ہو، کچھ آپ کو عبادت میں ذوق آئے، عوام کی سطح سے آپ کی سطح بلند ہو، اب یہ دو چیزیں ہوئیں، فن میں کمال، اور تعلق مع اللہ یعنی جو علمائے ربانی کا شعار تھا کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا، ان کے پاس بیٹھنے سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی تھی اور دل میں گداز اور ایک قسم کی حرارت پیدا ہوتی تھی، خدا کی محبت جوش مارتی تھی، کسی درجہ میں وہ بات پیدا ہو، یہ تو آپ کو داخلی طور پر کرنا ہے۔

خارج کے دو کام

خارجی طور پر میں آپ سے دو باتیں کہوں گا کہ یہ آپ کے کرنے کا کام ہے، یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں اس وقت ایک ایسی مجلس میں گفتگو کررہا ہوں جس میں امیر شریعت تشریف رکھتے ہیں، اور جہاں اس نظام سے وابستہ بہت لوگ ہیں، میں بالکل دیانۃً آپ سے عرض کر رہا ہوں (المستشار موتمن) آپ نے جب میرا استقبال کیا ہے، مجھ پر اعتماد کیا ہے، تو مجھے کہنا چاہئے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ کم سے کم صوبہ بہار واڑیسہ میں امارت کے نظام کو پھیلایئے، اور پورے صوبہ میں اس کا جال پھیلا دیجئے، کوئی گاؤں اور کوئی قصبہ اس سے خالی نہ ہو، یہ آپ کے اس صوبہ کے لئے اتنی بڑی نعمت ہے کہ مجھے اگر رشک آتا ہے، اہل بہار پر تو اسی پر آتا ہے، یہاں اور بہت سی رشک کے قابل چیزیں ہوں گی، میں انکا انکار نہیں کرتا، لیکن مجھے سب سے زیادہ رشک آتا ہے کہ اللہ تعالی نے انکو اس نعمت سے نوازا ہے کہ یہاں ایک نظام شرعی قائم ہے، اور لوگ اس کی قدر نہیں سمجھ رہے ہیں، اور بہت سے لوگ اس نظام کو کمزور کرنے کی بھی کوشش کرتے رہتے ہیں، میں آج ریل پر کہہ رہا تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے بڑے سے بڑے آدمی سے قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے بغیر شرعی نظام کے زندگی گذاری، تمہارا کوئی نظام نہیں تھا، کتنی سخت حدیثیں آئی ہیں کہ بعض مرتبہ آدمی کانپ جاتا ہے، تو میں آپ سے صفائی کے ساتھ یہ کہتا ہوں، مولانا ہوتے یا نہ ہوتے، میں آپ سے یہی کہتا کہ آپ کا پہلا فرض یہ ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد آپ اس امارت شرعیہ کے کام کو وسیع اور مستحکم کریں، سارے صوبہ میں اس کی شاخیں بنائیں، اڑیسہ کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں، لیکن کم سے کم بہار اور اڑیسہ کے بھی اگر طلبہ یہاں ہوں تو میں ان سے بھی کہتا ہوں کہ ان دونوں صوبوں کو اس نظام کے دامن میں لانے کی کوشش کریں، اور اس نظام سے ایسا مربوط کر دیں کہ پورے صوبہ میں زندگی بالکل شرعی طریقہ پر گذرنے لگے اور بلکہ بہت اچھا ہو تا کہ جو صدقات اور زکوۃ وغیرہ کا نظام ہے، مثلاً اموال ظاہرہ کی زکوۃ جمع کی جائے، اموالِ باطنہ کے متعلق نہیں کہتا، اور اگر اس کا موقعہ ہو تو آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے وہ نظام بھی نافذ تھا، بہر حال یہ آپ کا پہلا کام تھا، میں اس کام

پر کسی کام کو ترجیح نہیں دیتا، آپ نے اگر یہ کام کر لیا تو آپ نے صرف اس مدرسہ اور جامعہ رحمانیہ کا حق نمک ادا کر دیا، اور اس کے ساتھ آپ نے وفاداری کی اور اس کے سپوت ثابت ہوئے بلکہ آپ نے اس وقت دینی مدارس کے فرزندوں میں ایک امتیازی مقام حاصل کر لیا۔ دوسری چیز دینی مکاتب کا قیام ہے، معاف کیجئے گا، میں اس وقت عربی مدارس کی افادیت کا اتنا قائل نہیں ہوں کہ قصبے قصبے میں ہوں اور ہر جگہ دورہ ہو، اور ہر جگہ بخاری شریف ضرور ختم ہو، لیکن ان مدارس کی ضرورت زیادہ ہے، یعنی مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کرانا، اردو کا تحفظ اور دینیات سے واقفیت اور حلال و حرام اور اس سے بڑھ کر کفر و ایمان اور توحید و شرک، ان کا امتیاز ان کو ہو جائے، ہم آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اور تیزی کے ساتھ ہندوستان بدل رہا ہے، ہر چیز کو نیشنلائز کیا جا رہا ہے، یونیورسٹیوں کی باری آگئی، مسلم یونیورسٹی کی باری آگئی، کل مدارس کی باری آسکتی ہے، تو اس کے لئے مدارس کا جال بچھا دیجئے اور مساجد کو مسلمانوں کی زندگی کا مرکز بنائیے، سب سے آخر میں انقلاب کے قدم جہاں پر پہونچیں گے، وہ مسجدیں ہیں، اس لئے آپ ایسی جگہ اپنے مرکز بنائیے، جہاں دیر میں انقلاب پہونچیں یا وہاں تک انقلاب پہونچتے پہونچتے قیامت آجائے، ممکن ہے، موقع ہی نہ ملے تو آپ مساجد کو مرکز بنائیے، اور کثرت سے مکاتب قائم کیجئے، اور بالکل اس کی پرواہ نہ کیجئے کہ آپ نے مدرسہ میں یہ پڑھا تھا، وہ پڑھا تھا، اور وہ علوم اور معارف اور حقائق پڑھ رہے تھے، اور اب یہاں بچوں کو پڑھا رہے ہیں، دیہاتیوں سے باتیں کر رہے ہیں، آپ نے علم ضائع کیا کبھی اس کا خیال نہ کیجئے، مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور اسلام کا تحفظ ہے، یہ دو محاذ ہیں، یہاں رہتے ہوئے استعداد پیدا کرنا اپنے علم میں کمال پیدا کرنا، اچھے مدرس بننا اور با

www.abulhasanalinadwi.org

ہر امارت شرعیہ کا نظام اور مکاتب کا قیام، اگر آپ نے یہ دو چیزیں کر لیں تو آپ (واَمّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض) کے مصداق ہوں گے، اور کوئی بے رحم اور بے درد ہاتھ، کوئی ظالم ہاتھ اور کوئی انقلاب و تغیر آپ کے نقش کو مٹا نہیں سکتا اور آپ کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا، اور سچی بات ہے کہ آپ کے لئے کوئی انقلاب نہیں ہے، آپ کے لئے کوئی تغیر نہیں ہے، اس لئے کہ آپ نے اپنی نافعیت ثابت کر دی، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے خاص طور پر ضمانت ہے، جو دین کے ذریعہ دین کے راستہ میں اپنی نافعیت ثابت کر دے، جب ہی تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا (ان تھلك ھذہ العصا بة لن تعبد) اے اللہ تیری عبادت کا انحصار ان پر ہے، تیری توحید کی منادی کا انحصار ان پر ہے، آپ بھی ثابت کر دیجئے کہ (اللھم ان تھلك ھذہ العصا بة لن تعبد فی ھذہ الارض) کم سے کم یہیں ہندوستان کے متعلق کہہ دیجئے، پھر کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ بس بھائیو! اگر آپ نے میری یہ باتیں یاد رکھیں، ہو سکتا ہے، اس میں آپ کوئی جوش و خروش نہ پائیں، کوئی خطابت نہ پائیں، کوئی علمی تحقیق نہ پائیں، لیکن یہ آپ کے کام کی باتیں ہیں تو انشاء اللہ آج سے دس برس کے بعد معلوم ہوگا کہ آپ نے ایک بہت بڑا احصار قائم کر لیا، نہ صرف اپنے لئے بلکہ تمام مدارس کے لئے اور دینی دعوت اور اس کے کام کے لئے، اگر یہ نہیں ہے تو مجھے ان دینی مدارس کے بند ہونے کا بہت خطرہ ہے، لیکن اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے یہاں مدد کا استحقاق پیدا کر لیا، اور یہاں آپ نے زندہ رہنے کا استحقاق ثابت کر دیا تو انشاء اللہ پھر انقلاب کی کوئی دست برد آپ کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

رحم کی اپیل پر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی

www.abulhasanalinadwi.org

اور اگر یہ نہیں تو محض تاریخ کے سہارے، محض روایات کے سہارے اور محض رحم کے استغاثے کے بل پر نہ کوئی جماعت رہ سکتی ہے، نہ کوئی ادارہ رہ سکتا ہے، نہ کوئی تنظیم رہ سکتی ہے، اگر آپ کسی پیام کے منتظر ہوں تو میرا پیام آپ کے سامنے یہی ہے اگر آپ کسی درخواست کو سن سکیں تو میری یہ آپ سے درخواست ہے، اگر آپ کسی مشورے کے طالب ہوں تو میرا آپ کو یہی مشورہ ہے، اس کے علاوہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے، آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ایک بڑی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہیں، ایک مرکز کے ساتھ وابستہ ہیں، اور وہ مرکز ایسا ہے کہ علم سے بھی اس کا تعلق ہے، اور امارت سے بھی اس کا تعلق ہے، پورے نظام سے اس کا تعلق ہے، ہندوستان کے موقر ترین مدارس سے اس کا تعلق ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ آپ انکے دامن تربیت میں پورے طور پر پرورش پائیں، ترقی کریں، اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں اور اپنے علم سے ملت کو، ملک کو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

طالبانِ علومِ نبوّت سے خطاب

جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ فیصل آباد کے اساتذہ، طلبہ اور معززینِ شہر سے خطاب یہ جلسہ ۲۳ر جولائی ۸۷ء کو جامعہ کے وسیع ہال میں منعقد ہوا، خیر مقدمی کلمات اور تعارفی تقریر مولانا حکیم عبد الرحیم صاحب اشرف (ناظم وبانی جامعہ) کی ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طالبانِ علومِ نبوّت سے خطاب

عہدِ حاضر کا چیلنج اور اُمّتِ محمدیہ کے فرائض

حمد و ثنا کے بعد :۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ.

حضرات ذمہ دارانِ جامعہ، اساتذۂ جامعہ، اور عزیز طلبہ!

مجھے آپ کی اس مجلس میں شرکت سے مسرت ہے، اور یہاں میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتا اور مجھے محسوس بھی نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ سب حاضرین ہم زبان اور ہم خیال ہیں، اور ایک ہی کشتی کے سوار اور ایک ہی قافلہ کے مسافر ہیں، علمِ دین کا قافلہ اور اسلام کی دعوت اور ترجمانی کا قافلہ۔

عصرِ جدید کا چیلنج

میں سمجھتا ہوں کہ عصر جدید کا سب سے بڑا فتنہ اور جدید اصطلاح میں چیلنج، مادّیت، نفس پرستی اور دولت ہے، یہ فتنہ ہر زمانہ میں رہا ہے، لیکن یہ فتنہ اس زمانہ میں جس طرح منظم طاقتور دلائل اور فلسفوں سے مسلّح سامنے آیا ہے، اس طریقہ سے کبھی نہیں آیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ دور میں مادّیت کے عروج کے

www.abulhasanalinadwi.org

زمانے میں بھی جو لوگ مادّیت کے نقطۂ عروج پر تھے، وہ بھی احساسِ کمتری کا شکار تھے، وہ اپنی عادتوں کے غلام اور دولت واقتدار کے پرستار تھے، لیکن ان کو اس پر فخر نہیں تھا، بلکہ وہ کچھ شرمندہ شرمندہ سے نظر آتے تھے، ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم کوئی غلطی کر رہے ہیں، ہم اپنے نفس کی تسکین تو کر رہے ہیں، لیکن دماغوں کی تسکین سے عاجز ہیں، آپ اُس زمانہ کی تاریخ پڑھئے اور مادیت کے علمبرداروں کی نفسیات کا مطالعہ کیجئے، آپ کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی جو روحانی ہستیاں تھیں، بلکہ جو لوگ پستیوں سے بلند تھے، یہ دنیادار اُن کے سامنے جھک جاتے، ان کا ادب کرتے تھے، ان کے سامنے آنے سے کتراتے تھے، شرماتے تھے، ان سے آنکھیں ملانے کی تاب نہیں رکھتے تھے، ان کے پہلو میں نفس "لوّامہ" تھا یعنی وہ ضمیر جس کو اپنے جرم کا احساس ہو، ان کا ضمیر بھی اس قسم کا تھا، سارے مظالم کے باوجود وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ ٹھیک راستہ سے ہٹ گئے ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ جو مادیت کے بامِ عروج پر تھے، وہ بھی بعض مرتبہ خلوتوں میں روتے تھے، اور بعض مرتبہ جب ان کا ضمیر بیدار ہوتا تھا، اپنی زبان سے اقرار بھی کر لیتے تھے، کہ ہمارا راستہ غلط ہے، اور ہم نفس پرستی کے دَلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مشرقی اور مغربی کیمپ کا واحد نقطۂ نظر

لیکن اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مادّیت کو ترقی وشائستگی کا منتہی سمجھا جاتا ہے، مادّیت کے بارے میں مغربی اور مشرقی کیمپ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف صرف یہ ہے کہ مادّیت کی تنظیم کس طرح کی جائے اور یہ کس فلسفہ اور کس مکتب فکر کے ہاتھ میں رہے؟ امریکہ کا اصرار ہے کہ اپنی ملکیت میں آزادانہ تصرف اور اس کے استعمال کی آزادی رکھنے کا اصول صحیح ہے، اور مشرقی کیمپ

روسی کمیونسٹ بلاک اس پر یقین رکھتا ہے، اور اس کی دعوت دیتا ہے کہ کسی فرد یا گروہ یا خاندان کی اجارہ داری غلط ہے، وسائلِ زندگی کو عام کرنا چاہئے اور اس میں پوری مساوات ہونی چاہئے، اور اس کا اختیار حکومت کے ہاتھ میں ہونا چاہئے، لیکن زندگی کس طرح گزارنی چاہئے؟ زندگی کی طاقتوں کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ زندگی کی تنظیم کس طرح کی جائے، اور وسائل و مقاصد میں کس طرح ہم آہنگی اور تعاون ہونا چاہئے، پھر اس نتائج سے کس طرح متمتع ہوا جائے اور اپنی زندگی کا منتہی، منزلِ مقصود کس کو بنانا چاہئے؟ انسان کی ترقی کا راز کس میں پنہاں ہے؟ اس بارے میں اس دونوں فلسفوں میں کوئی اختلاف نہیں، وہ دونوں اس چیز کے قائل ہیں کہ اصل چیز لذت، عزت اور ارادہ کی آزادی ہے جو جی میں آئے کرنا اور اپنے نفس کو تمتع کا پورا موقع دینا، اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنا اور نفس کے جو حقوق ہیں، ان کو پورا کرنا، اس مادی جسم کو، گوشت پوست کے جسم کو آرام پہنچانا یہی اصل مقصود ہے، نہ کہیں سے آئے تھے، نہ کہیں جانا ہے، نہ کسی کے سامنے حساب کتاب پیش کرنا ہے، اور نہ اس سے بلند وبالا کوئی فلسفۂ اخلاق ہے، نہ فلسفۂ روحانیت ہے، نہ کوئی فلسفۂ عقائد ہے، اور نہ اس کے علاوہ کوئی حقائق ہی ہیں، حقیقتِ مطلق، حقیقتِ کُلی یہ ہے کہ ہم اس دُنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ ہم اس کے ذخائر اور مواقع سے فائدہ اٹھائیں، ان کو آپس میں بانٹ کر کھائیں، اور زندگی کا لطف اٹھائیں، اس میں جو چیز بھی حائل ہو اس کو دور کر دینا چاہئے، یعنی مقصد ہے تو نفع اٹھانا، لیکن جو چیزیں حائل ہیں، ان کی تعیین میں ان میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے اس میں شاہی حائل ہے، ایک خاندان کی مطلق العنانی حائل ہے، کوئی کہتا ہے، اس میں ذاتی ملکیت حائل ہے، کوئی کہتا ہے اس میں سرمایہ حائل ہے، اور سرمایہ داری کا

استحصال حائل ہے، کوئی کہتا ہے کہ غلط تقسیم اس میں حائل ہے، کوئی کہتا ہے کہ اس میں جہل حائل ہے کوئی کہتا ہے کہ اس میں اچھے ادارہ اور طاقت کا فقدان، جو ان سب وسائل کو سب پر تقسیم کرے، حائل ہے، غرض یہ کہ جو اجزاء اور عوائق ہیں، ان کے درمیان اختلاف ہے، لیکن مقصود میں کوئی اختلاف نہیں، اس زمانہ میں مادّیت کی جو تنظیم ہوگئی ہے، جس طرح اس کو ریفائن (REFINE) کیا گیا ہے، جیسے شاندار نام دیئے گئے ہیں، جس طرح اس پر خوبصورت لیبل لگائے گئے ہیں، جس طرح اس دوکان پر شاندار سائن بورڈ آویزاں کئے گئے ہیں، جس طرح اس پیچھے ذہین ترین اور لائق ترین افراد کی توانائیاں اور صلاحیتیں کام کررہی ہیں، جس طرح مادّیت کو عام کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ قابلِ قبول بنانے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں، ہمارے علم میں انسانی تاریخ کے کسی دور میں اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔

سب سے بڑا چیلنج مادّیت

اس طرح اس دور کا سب سے بڑا چیلنج مادّیت کا چیلنج ہے، یہ ایک ایسی کُھلی حقیقت ہے، جس کے اصول وانواع تو سیکڑوں ہو سکتے ہیں، لیکن جنس ایک ہے، جنس ہے مادّیت، اب اس کے انواع میں سرمایہ داری ہے، اشتراکیت بھی ہے، اشتمالیت ﴿کمیونزم﴾ بھی ہے، اور دوسرے اقتصادی فلسفے بھی ہیں، لیکن سب کا منتہی اور "نقطۂ جامعہ" قدر مشترک (COMMON FACTOR) مادّیت ہے، نفس پرستی ہے۔

وہ حقائق جو مادّیت پر ضرب کاری لگاتے ہیں

جب انسان اپنے پیٹ کا، اپنے معدے کا غلام تھا، اپنے اندرونی سفلی

خواہشات کا غلام تھا، جب انسان دولت، عورت، زمین کے سوا کسی کو حقیقی نہیں مانتا تھا، جب دنیا کی کثیر آبادی مخلوق کے سامنے جھکتی تھی، اور اس کے سامنے دبتی تھی، انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے دور میں تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ اس عالم سے ماوراء ایک عالم ہے، وہ عالم اس عالم سے کہیں زیادہ وسیع، کہیں زیادہ رقیق، کہیں زیادہ حسین اور جمیل ہے، اُس عالم کو اگر تم دیکھ لو تو اِس عالم کا گوارا کرنا مشکل ہوگا، اس عالم میں زندگی گزارنا ایسا ہوگا جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے، جیسے کسی آزاد پرندے کو کسی پنجرے میں بند کر دیا جائے اور وہ پنجرا بھی بہت تنگ ہو، وہ پَر پھڑپھڑانے لگتا ہے، اسی طریقہ سے اگر تم اُس عالم کو دیکھ لو تو تمہاری آنکھیں کھل جائیں اور تم کو اِس دنیا سے گھن آنے لگے جس دنیا کو تم سب کچھ سمجھ رہے ہو جس دنیا پر تم اپنی عزیز متاع، روحانیت کی، علم کی، اخلاق کی قربان کر رہے ہو اس عالم سے تمہیں گھن آنے لگے، جس طرح کسی کو ایک منٹ کے لئے گندگی کے کسی بہت بڑے ذخیرے پر کھڑا کر دیا جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے، اور اس کو متلی آنے لگتی ہے، یہ وہ چیز ہے، جو قرآن نے، صحف سماوی نے اپنے اپنے طور پر بیان کی ہے "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ" کہیں حطام کے لفظ سے اس کی تعبیر کی، کہیں زرع کے لفظ سے ادا کیا، یہ حُطام ہے، یعنی چورا ہے، جیسے کھیتی کا چورا ہوتا ہے، ویسے ہی یہ بھوسا ہے، کہیں اس کو کزرعٍ اَخرجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ" کو کسان کی کھیتی لہلہائی تو اس کو بڑی بھلی لگی اور اس کی رال ٹپکنے لگی، اور اس نے کہا کیسا اچھا یہ چمن ہے جو کھلا ہے، کیسی یہ کھیتی ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد خزاں کا ایک جھونکا چلا، یا کسان کی درانتی اس پر چلی تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

سب سے پہلے اللہ کے پیغمبروں نے دنیا کی یہ حقیقت منکشف کی کہ دنیا بچوں کا کھیل ہے، جیسے ریت پر بیٹھے وہ گھر بناتے ہیں، محل بناتے ہیں، گھروندے بناتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے توڑ دیتے ہیں پھر بناتے ہیں، تو خوش ہوتے ہیں، اور پھر خود ہی توڑ دیتے ہیں، بازیچۂ اطفال ہے، یہ ہے دنیا ان عقلاء کے سامنے، عارفین کے سامنے، اللہ نے یہ حقیقت منکشف کی، اگر آپ تاریخ پڑھیں تو آپ کو یہ سب کچھ نظر آجائے گا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا

بغداد میں ایک مرتبہ ہم نے وہ میوزیم دیکھا جو ما قبل تاریخ کے مختلف تمدّنوں، مختلف تہذیبوں، وادیٔ فرات کی تہذیبیں، نمرود وغیرہ کا زمانہ اور نہ معلوم کون کون سی سلطنتوں کے آثار تاریخی یادگار کے طور پر سجائے رکھے ہیں، پھر اس کے بعد تاریخ کا سفر کرتے کرتے عہدِ عباسی، اس کے بعد سلجوقیوں کا زمانہ، تاتاریوں اور مغلوں کا زمانہ، ترکوں کا زمانہ، انگریزوں کا زمانہ، فیصل بن حسین کا زمانہ سامنے آیا، آپ یقین مانئے اتنی دیر میں مجھے دنیا کے تغیر وتبدل سے متلی آنے لگی، جیسے کوئی کڑوی چیز کھائے یا کوئی اوور ڈوز (OVER DOSE) ہو جائے، میں تھک گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب تماشا ہی تماشا ہے، یہ وہ سلطنتیں ہیں جن کو زوال کی منزل طے کرنے میں اور ختم کرنے میں ہزار سال، کسی کو پانچسو برس لگے ہیں، مگر ہم کو یہ معلوم ہونے لگا کہ گھنٹوں کا معاملہ ہے جو محض دھوکا تھا، یا خواب تھا، جن کو لوگ سمجھے ایک ہزار برس تھا ہم نے ان کا انجام دیکھ لیا، ہم ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں انسانیت کا ملبہ ہے، اور ملبے پر کھڑے ہیں، ایسے ہی ہمارے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

جو لوگ آئیں گے ، اور وہ یہی دیکھیں گے "قُل مَتَاعُ الدنیا قلیل" ہم جس کو طویل سمجھ رہے ہیں وہ کتنا قلیل ہے۔

جگہ دِل لگانے کی دنیا نہیں ہے

خدا کو اس دُنیا کو آباد رکھنا ہے ، اس لئے خدا نے یہ دنیا عام انسانوں پر ایسی منکشف نہیں کی ہے ، جیسے عارفین پر منکشف کی تھی ، ورنہ یہ دنیا ویران ہو جاتی ، اس دنیا میں مکان بنانے میں کسی کا دل لگتا اور نہ کارخانہ اور فیکٹری قائم کرنے میں کسی کا دل لگتا ، یہ حکمتِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو آنکھوں سے روپوش کر رکھا ہے ، ورنہ اگر یہ حقیقت منکشف ہو جائے اور آخر میں جو کچھ ہونے والا ہے ، پہلے اگر دکھا دیا جائے تو انسان سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا ، یا تو اس کا دم نکل جائے گا ، یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے گا اور انگلی ہلانا اس کا مشکل ہو جائے گا ، یہ تو انبیاء علیہم السلام کا جگر اور ان کے نائبین کا جگر تھا کہ سب جانتے ہوئے ، انہوں نے دنیا کے حقوق ادا کیے ، رہے تو سلیقہ کے ساتھ رہے ، ذوق کے ساتھ رہے ، اطمینان کے ساتھ رہے ، عزم کے ساتھ رہے ، اپنی صلاحیت کو انہوں نے استعمال کیا ، جس شہر میں رہے ، جس محلّہ میں رہے ، اس کو صاف کیا ، لیکن دل انہوں نے ایک منٹ کے لئے بھی اس میں نہیں لگایا اور برابر کہتے رہے "اللّٰھم لاعیش الا عیش الآخرۃ" کیونکہ اس کا انجام جانتے تھے ، اور پھر اس کے بعد انہوں نے تعمیر بھی کی ، مسجدیں بھی بنائیں ، اسلام بھی پھیلایا ، فتوحات بھی کیں ، ملکوں کو اللہ کے قلمرو میں شامل بھی کیا ، نئے نئے علوم وفنون وجود میں لائے ، تاریخ کی انہوں نے ایسی بنیاد رکھی جو آج تک مستحکم ہے ، یہ سب کچھ کیا ، لیکن فرق یہ ہے کہ وہ اس دنیا کو آخری منزل نہیں سمجھتے تھے ، وہ اس دنیا کو ابتدائی منزل سمجھتے تھے ، اور یہی ہم میں اور ان

میں فرق ہے۔

مادّیت کے راکِب یا مرکَب

اُس وقت مادّیت کا جو جادو تھا، وہ جادو وہ لوگ توڑتے تھے، جو اس مادّیت سے اپنے آپ کو آزاد کر چکے تھے، جو مادّیت کے غلام نہیں تھے، جن کا یہ حال تھا کہ مادّیت کو انہوں نے تابع کر رکھا تھا، وہ مادّیت کے تابع نہیں تھے، مادّیت کے راکب تھے، مادیت کے مرکب نہیں تھے، آج اصل فرق یہ ہے کہ مادّیت کے ہم مرکب ہیں، یا ایسے بے اختیار راکب کہ ؎

"نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں"

اور یہ ہماری حالت ہے کہ جیسے کوئی گھوڑا چھوٹ جائے اور اس کا راکب بے اختیار ہو جائے، مادّیت ہمیں سرپٹ دوڑائے لئے پھر رہی ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس گھوڑے کو کس طرف موڑیں گے، اور اس کو کس طرح چھوڑیں گے، دونوں باتیں ہمارے اختیار میں نہیں، خندق میں لے کر کود جائے گا، کسی کھائی میں چھلانگ لگائے گا، سمندر میں کود جائے گا، ہمیں پتہ نہیں، تو اس وقت ہمارے پورے تمدن کا یہ حال ہے کہ تمدن ہمارے اختیار میں نہیں رہا، تمدن کی باگ ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے، مادّیت کو ہمیشہ ان لوگوں نے چیلنج کیا اور ان لوگوں کے چیلنج کو اس نے قبول کیا جو اس سطح سے بلند تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت عطا فرمائی تھی، جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، وہ بادشاہوں سے اس طرح باتیں کرتے تھے، جس طرح مریضوں سے باتیں کرتے ہیں، وہ ان کو مریض سمجھتے تھے، ان پر رحم کھاتے تھے، اپنے حال پر خوش تھے، ان کو بادشاہوں پر ترس آتا تھا کہ غریب کس مصیبت میں گرفتار ہیں، اور اس میں تصنّع نام کو نہ تھا،

واقعی ان کے دل میں درد ہوتا تھا، دیکھئے ربعی بن عامرؓ سے رستم نے جب پوچھا کہ تم کیسے آئے؟ تو کہا کہ تم کو دنیا کی کال کوٹھری سے نکال کر دنیا کی وسیع فضا میں داخل کرنے آئے ہیں، میں نے ابو ظبی کی ایک تقریر میں کہا کہ اگر وہ اللہ کا بندہ کہتا کہ ہم تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں داخل کرنے آئے ہیں، تو مجھے ذرا تعجب نہ ہوتا، یہ تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ "الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر" دنیا تو ایک قفس اور پنجرا ہے، لیکن مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اللہ کے اس بندے نے جو پیٹ پر پتھر باندھتا ہوگا، جس کے پاس ضرورت کا راشن نہیں ہوگا اور جسم پر چیتھڑے لپیٹے ہوگا، کیا دیکھ کر اس نے کہا کہ ہم تم کو دنیا کی کال کوٹھری سے نکال کر، جس میں تم بند ہو، وسیع فضا میں منتقل کرنے کے لئے آئے ہیں، کیا عرب کی فضا وسیع تھی؟ کیا عرب میں وسائلِ معیشت محدود ہی نہیں بلکہ تقریباً معدوم نہیں تھے؟ پیٹ بھر کھانا بھی لوگوں کو نہیں ملتا تھا، جہاں وہ اونٹوں کی کھال کے بنے ہوئے خیموں کے اندر اور مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑوں کے اندر رہتے تھے، جہاں ان کو نیا شکار مل گیا یا اپنے ہی اونٹوں کو ذبح کر لیا تو گویا ان کی عید ہوگئی، اس دن معلوم ہوتا تھا کہ رزق کے دروازے کھل گئے، کیا دیکھ کر اللہ کے اس بندے نے کہا کہ تم اپنی خبر لو، تم تو پنجرے میں گرفتار ہو، تھوڑے سے دانے ڈال دیئے گئے ہیں، اور تم اس کو کھا کر خوش ہو رہے ہو، ہم آئے ہیں تاکہ تم کو آزادی دلائیں، یہ مسلمان کی اس وقت کی نظر تھی، اور یہ اس وقت کے علمائے ربانی تھے، لوگ ان کے پاس جا کر مادّیت کا علاج کراتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی بلا میں مبتلا ہیں، اور یہ لوگ کیسا عیش کر رہے ہیں، اور کیسی جنت میں رہ رہے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مقولہ ہے "الجنة فی صدری" میری جنت میرے

www.abulhasanalinadwi.org

سینے کے اندر ہے، اس لئے کہ ان کو اللہ پر بھروسہ تھا، وہ کسی چیز سے ڈرتے نہیں تھے۔ ہر وقت سکر کا غلبہ تھا، نماز میں ان کو لذت اور دعا میں ان کو حلاوت محسوس ہوتی تھی، اور ہر وقت ہی جنت میں لوٹتے پوٹتے رہتے تھے، دیکھنے والے دیکھتے تھے، وہ دنیا میں ہیں، لیکن حقیقت میں جنت الفردوس میں تھے، اور ایک مرتبہ جوش میں آکر کہا کہ لوگ میرا کیا لے لیں گے، مجھ سے کیا چھین کر لے جائیں گے، میرے عیش کا سامان تو میرے دل کے اندر ہے، اس کو کون نکال سکتا ہے، بعض عارفوں کا قول سنا ہے، کہ "خدا کی قسم اگر دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس عیش میں، کس مزے میں ہیں، تو ہم کو بیٹھنے نہ دیں، تلواریں لے کر جس طرح ملکوں پر حملہ کرتے ہیں، اسی طرح ہم پر حملہ کریں اور تھوڑی سی جگہ جو ہم نے بنائی ہے، ایک گوشہ میں یا مسجد کے کونے میں، ہمیں یہاں بھی بیٹھنے نہ دیں، سمجھیں کہ یہاں کوئی خزانہ گڑا ہوا ہے، یہ جو فرش پر بچھا کر بیٹھا ہے، اتنا مگن ہے کہ اس کو نہ بھوک معلوم ہوتی ہے اور نہ پیاس معلوم ہوتی ہے، اس کی جائے نماز کے نیچے ایک سوتا ہے، کنکشن ہے، جہاں سے رزق ملتا ہے، جہاں سے فرحت اُبلتی ہے، تو وہ ہمیں اٹھا دیں اس مصلےّ سے اور ہم سے کہیں کہ جنگل کی راہ لو، اور بیٹھ کر وہاں کھدائی کریں جیسے پٹرول کی کھدائی ہوتی ہے۔

قناعت کا جوہر

حضرات! اصل چیز کا مقابلہ وہ علماء کر سکتے ہیں، جن کے اندر قناعت کا جوہر ہو، جو کسی دام میں نہ تو آسکیں اور کہیں ۔

بر دایں دام بر مرغ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

www.abulhasanalinadwi.org

جاؤ کسی اور کو آزماؤ، ہم بکنے والے نہیں ہیں، ہم سکوں کے عوض یا تمھارے عہدوں کے عوض، کرسی کے عوض یا عزّت کے عوض ہم اپنا ضمیر بیچ ڈالیں، اپنا سکون قلب بیچ ڈالیں، یہ نہیں ہو گا، اس کی امید نہ کرو چنانچہ آپ عارفین کو دیکھیں، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید کو بادشاہ دہلی نے پیغام دیا کہ حضرت کبھی خدمت کا موقع نہیں دیتے کبھی تو خدمت کا موقع دیں، کبھی تو فرمائش کریں، اور ہزار روپے کی رقم پیش کرنی چاہی تو فرمایا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قُلْ مَتاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ" اس دنیا میں سے ایک براعظم ایشیا ہے، اور اس میں سے ایک ملک ہندوستان ہے، ہندوستان میں سے تھوڑا سا بچا کھچا آپ کے پاس ہے، اب اگر اس میں بھی کمی کر دوں جو تھوڑا سا رہ گیا ہے، اس میں بھی حصہ بتاؤں، یہ میں نہیں کر سکتا تو انہوں نے بالکل دل سے یہ بات کہی تھی، واقعات تو بہت ہیں۔

برہان پور میں ایک بزرگ تھے، ان کے پاس عالمگیر نے جانا شروع کیا، وہ فرمانے لگے کہ ایک جگہ میں نے اپنے لئے انتخاب کی تھی، اگر بادشاہ کو وہ بھی پسند آگئی ہے تو میں کہیں اور چلا جاؤں، افسوس ہے کہ بزرگانِ دین کے حالات اس طرح لکھے گئے ہیں کہ ان کے اتباع شریعت کا جذبہ، اتباعِ سنت کا جذبہ، ان کی شب بیداری ان کا قرآن وحدیث سے شغف، یہ سب چیزیں تو بالکل منفی ہو گئیں، ان کا ذکر نہیں آتا، بقول مصنف "تاریخ گجرات" ﴿مولانا حکیم سید عبد الحیؒ﴾ جس بزرگ کی سوانح پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ قانونِ قدرت توڑنے کے سوا ان کا کوئی محبوب مشغلہ نہیں تھا، اور وہ عناصر اربعہ اور موالیدِ ثلاثہ پر ہر وقت اپنی حکومت ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس کو مارا، اس کو گرایا، اگر مرا ہوا ہے تو زندہ کر دیا، اگر زندہ ہے، تو مار دیا، کشتی ڈوب گئی تو اس کو انگلیوں کے اشارے سے

نکال دیا، ان بزرگوں کی تاریخیں بڑے غلط طریقہ سے لکھی گئی ہیں، یہ حضرات در حقیقت بڑے اہلِ علم تھے، ہو سکتا ہے، بعض حضرات سے حدیث کے صحیح نہ پہنچنے یا حدیث کے علم کی کمی کی وجہ سے بعض ایسی باتیں سرزد ہو گئی ہوں جن کی حدیث سے تائید نہیں ہوتی، لیکن عام طور سے یہ حضرات بڑے اہلِ علم تھے، اور علم کے بغیر کسی کو مسندِ ارشاد پر بٹھا نہیں سکتے تھے۔

میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" یہ ہیں نبوت کے چار شعبے جو اللہ تعالیٰ ان کے نائبین کو بطریقِ نیابت، بطریقِ خلافت عطا فرماتا ہے، ایک تو ہے تلاوت قرآن جس کا آپ نے نمونہ دیکھا کئی قاریوں نے پڑھ کر سنایا، اور ہر جلسہ میں سنانے کا رواج ہے، اور ہر مدرسہ میں حفظ و تجوید کا انتظام ہے، اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت رہے گا" إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" اس کے بعد بعض آیتوں میں آتا ہے "يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" تعلیم کتاب و حکمت کو مقدم کیا ہے، اور یہ سیاق و سباق کے مطابق ہے، یہ بڑے اہلِ نظر کا کام ہے، وہ بتائے گا کہ یہاں کیوں مقدم کیا ہے، اور یہاں کیوں مؤخر کیا ہے، کیا ماحول ہے، سورہ کا مرکزی نکتہ کیا ہے؟ یہ تو کام کرنے کا ہے، کتاب کی تعلیم یہ علوم دینیہ ہیں، قرآن و حدیث ہیں، تفسیر ہے۔

حکمت سے مراد اخلاق

حکمت سے مراد اخلاقِ فاضلہ ہیں جیسا کہ ہمارے استاذ اور اپنے زمانہ کے محقق مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تحقیق ہے کہ حکمت کا لفظ جہاں جہاں قرآن میں آیا ہے، اس سے مراد اخلاق ہے "وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ" اس کے بعد جو کچھ

www.abulhasanalinadwi.org

بیان کیا گیا ہے، وہ اخلاق ہی اخلاق ہے، پہلے حکمت کا لفظ استعمال کیا ہے، پھر اس کی جو انواع بیان کی ہیں، وہ سب اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں، سورۂ اسریٰ میں سارے اخلاق بیان کرنے کے بعد فرمایا "ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ" ﴿اے پیغمبر یہ ان﴾ ہدایتوں ﴿میں سے ہیں جو خدا نے دانائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں﴾ یہاں اخلاقِ فاضلہ بیان کرنے کے بعد حکمت کا لفظ استعمال ہوا، معلوم ہوا کہ حکمت سے مراد اخلاق ہے، اخلاقِ فاضلہ۔

تزکیہ کے بغیر تعلیم کتاب وحکمت ناقص

اس کے بعد نفس کا تزکیہ کرتا ہے، اخلاقِ رذیلہ کو نکال دیتا ہے، حسد کو، قہر کو دور کرتا ہے، حُبِّ دنیا اور حُبِّ جاہ کو نکالتا ہے، اس کے بجائے اللہ کی محبت، آخرت کا، جنت کا شوق دل میں بٹھاتا ہے، کوئی بھی جامعہ یا دارالعلوم ہو، اس کا مقصد ان فضلاء کو تیار کرنا ہے جو تلاوت، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ چار شعبوں میں انبیاء کرامؑ کی نیابت کا حق ادا کر سکیں، تلاوت وحکمت ناقص رہے گی جب تک کہ تزکیہ اس کے ساتھ نہ ہو، یعنی ہمارے علماء نفس کی غلامی کے پھندے سے نکل چکے ہوں، ان کو دولت اور عزت کی بڑی سے بڑی مقدار، اپنے اصولوں سے اپنی دعوت سے، اپنے معیار سے، اپنی تعلیم سے، اپنی زندگی کے نہج سے نہ ہٹا سکے۔

آج عرب وعجم میں کسی چیز کی کمی نہیں لیکن اگر کمی ہے، تو زاہدانہ زندگی اور قناعت کی، آدمی وہاں جھکتا ہے، جہاں وہ چیز اس کو ملے جو اس کے پاس نہ ہو، یہ قاعدہ ہے، میرے پاس اگر کوئی چیز نہیں ہے تو میں مرعوب ہوں گا، لیکن میرے پاس اگر انیس بیس کے فرق کے ساتھ وہ چیز تو موجود ہے تو میں مار نہیں کھاؤں گا،

میں سر نہیں جھکاؤں گا، تو اب جو لوگ مادّیت پرست ہیں، مادّیت کے زخم خوردہ ہیں، یہ جب علماء کے پاس جاتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ کسی چیز میں بھی یہ ہم سے کم نہیں ہیں، اور پھر ان کے گھروں کا نقشہ دیکھتے ہیں، اور ان کے گھروں کی زندگی اور معاشرت دیکھتے ہیں، معیارِ زندگی دیکھتے ہیں تو متاثر ہونے کے بجائے ان کی بد اعتقادی بڑھ جاتی ہے، آج پاکستان میں وہ علماء تیار ہوں جو "یَتلُوا عَلَیہِم آیاتِہ وَیُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُم الکِتٰبَ وَالحِکمَۃَ" پر عامل ہوں، جو نبوی وراثت کے حامل ہوں، " اِن الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً ولکن ورثوا ھٰذا العلم" عصرِ حاضر کا چیلنج ہے مادّیت اور اس کا جواب ہے، مادّیت سے بالاتری، مادّیت کی سطح سے بلند ہونا اور یہ ثابت کرنا کہ مادیت ہم کو متاثر نہیں کر سکتی، اور ہم مادّیت کے غلام نہیں، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم طیّبات کو اپنے اوپر حرام کر لیں "قُل مَن حَرَّمَ زِینَۃَ اللّٰہِ الَّتِی اَخرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ " جب حضور ﷺ سے کہہ دیا گیا تو ہم کس شمار میں ہیں، ہم مباحات سے پورا فائدہ اٹھائیں، ہم اللہ کی نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، ہم اگر لذیذ کھانا کھا سکتے ہیں تو خواہ مخواہ اس کو بے لذت نہ بنائیں، جیسے بعض بعض غالی صوفیوں کے متعلق سنا کہ سالن میں پانی اوپر سے ڈال دیا تاکہ بے مزہ ہو جائے، پڑوسیوں میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ بے لذت بنانے کے لئے یا بہت سا نمک ڈال دیا یا بے نمک کے کھا رہے ہیں تاکہ کوئی لذت حاصل نہ ہو، یہ تزکیہ اسلام کا تزکیہ نہیں، شریعت اس کی ہمت افزائی نہیں کرتی، آپ کو اگر متوسط درجہ کا خوش ذائقہ کھانا میسّر ہے تو ضرور اللہ کا شکر ادا کریں اور ہر لقمہ پر شکر کریں، لیکن ہوس "ھَل مِن مَّزِید" یہ جو آج ہر طبقہ میں آگئی ہے، سرمایہ کی کوئی مقدار، عزت

کی کوئی مقدار اس کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اور " هل من مزيد" کا نعرہ بلند ہوتا ہے، علماء اس سے بالکل ممتاز متمیز اور نمایاں ہوں۔

چند بوریہ نشینوں کی ضرورت

آج پاکستان کو بچانے کے لئے جہاں اور بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے، جن کو کراچی سے اسلام آباد تک اور اسلام آباد سے اس فیصل آباد تک کہتا چلا آرہا ہوں، ان میں ایک بڑا عنصر اور ایک بہت بڑی طاقت علماء کی زاہدانہ قناعت والی اور خودداری والی زندگی ہے، علماء ایسی زندگی کا نمونہ پیش کریں کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کسی اور ہی طبقہ کے لوگ ہیں، یہ وراثتِ انبیاء کے وارث ہیں، یہ نائبینِ انبیاء ہیں، یہ مادّیت کے زخم خوردہ اور اس کے قتیل و شہید ہیں، جن کے پاس جا کر دنیا کی بے حقیقتی ظاہر ہو اور کم سے کم یہ معلوم ہو کہ دولت ہی سب کچھ نہیں ہے، جس کو سو بار غرض ہو وہ یہاں آئے، ہم کسی کے دروازے پر نہیں جاتے، اگر جاتے ہیں تو دین کی دعوت لے کر جائیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جائیں گے، کسی فریضہ، کسی سنت کے احیاء کے لئے جائیں گے، اپنی غرض کے لئے کسی کی سفارش کے لئے نہیں جائیں گے۔

اس خلا کو کوئی چیز پُر نہیں کر سکتی

یہ پاکستان کی شدید ترین ضرورت ہے، اس خلاء کو کوئی اور چیز پُر نہیں کر سکتی، تصنیف، تالیف، خطابت، تحقیق، سیاست، سحر بیانی، کوئی چیز اس کمی کو پُر نہیں کر سکتی، یہاں کچھ آدمی ایسے چاہئیں جن کے پاس طاقت والے، سیاست والے آنے پر مجبور ہوں اور اپنے دردِ دل کی دوا پائیں، اور ان کو محسوس ہو کہ خاصانِ خدا کیسے ہوتے ہیں۔

ہم بالکل بے حقیقت انسان معلوم ہوتے ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ کہا تھا، کہ تزکیہ واحسان کی اگر آپ کے نزدیک ضرورت نہیں تو اس کی جگہ پر کوئی چیز ایسی ہو جو وہ کام کرے جو وہ کرتی رہے، یعنی جہاں آکر لوگوں کو اپنے اخلاق کی خرابی کا احساس ہو، اپنی انسانی پستی، اندرونی بیماری کا کچھ احساس ہو، جہاں آکر ایک نئی طاقت، ایک نئی روح آدمی کو حاصل ہو، میں نے عربی شاعر حطیئہ کے اس شعر پر اس مضمون کو ختم کیا تھا۔

اقلّوا علیھم لا أبالابیکم

من اللوم أوسُدّوا المکان الذی سدّوا

"بس بہت ملامت ہو چکی، ان کو تم نے بہت مٹی میں ملایا اور بہت ذلیل کیا، اب ملامت کو کم کرو، اس جگہ کو بھرو جس جگہ کو انھوں نے بھر رکھا تھا۔"

آپ ایک ڈاکٹر کا شفاخانہ بند کرتے ہیں، تو خدا کے لئے کوئی دوسرا شفاخانہ اس سے بہتر تو قائم کیجئے، شفاخانہ تو آپ نے بند کر دیا اور کوئی دوسرا شفاخانہ قائم نہیں کیا، اور اس کے بجائے آپ نے سبیل لگادی، اس کے بجائے آپ نے کتب خانہ کھول دیا، کتب خانہ بہت مبارک، لیکن وہ شفاخانہ کی جگہ نہیں لے سکتا، شفاخانہ کی جگہ شفاخانہ ہی لے سکتا ہے، طبیب کی جگہ طبیب ہی لے سکتا ہے، اس زمانہ کا چیلنج ہے مادّیت اور اس کا جواب حقیقی، صحیح، شرعی، مسنون روحانیت، تزکیۂ نفس، جس میں کوئی چیز خلافِ شریعت نہ ہو، کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی نظیر کتاب وسنت میں اور عہدِ نبوی اور عہد صحابہ میں نہ مل سکے، ایک طرف تو وہ راسخ فی العلم ہوں اور ایک طرف راسخ فی الدّین ہوں، بس میں اس پر ختم کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو اس راستہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کیا ہے؟

یہ تقریر ۲۲ شوال ۱۳۹۶ھ ۷ار اکتوبر ۱۹۷۶ء کو جامعہ ہدایت جے پور کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ کیا ہے؟

الحمدُ لِلہ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوکَّلُ عَلَیہِ

"وَھُوَ الَّذِی یُنَزِّلُ الغَیثَ مِن بَعدِ مَاقَنَطُوا وَیَنشُرُ رَحمَتَہٗ. وَھُوَ الوَلِیُّ الحَمِیدُ.

راجستھان کا ایک یادگار دن

جناب صدر، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا عبدالحیٔ فائز، سید فاروق حسن صاحب وزیر اوقات، علماء کرام، معززین راجستھان وحاضرین مجلس!

میں آپ حضرات کی اس عزت افزائی کا شکر گزار ہوں، اور اس سے محجوب اور شرمندہ بھی کہ آپ نے اس بڑے اعزاز کے لئے میری حقیر ذات کا انتخاب کیا، میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ جب میں خطبۂ استقبالیہ میں اپنے متعلق بلند الفاظ سن رہا تھا تو کس قدر پانی پانی ہو رہا تھا، ایاز قدر خود را بشناس، اگر آدمی اپنی حقیقت نہیں پہچانتا تو وہ کچھ بھی نہیں پہچانتا، میں اس لحاظ سے اس نوخیز ونومولود جامعہ کی خدمت انجام دینے کی ضرور اہلیت رکھتا ہوں کہ میں ایک طالب علم ہوں، میرا ایک علمی خاندان سے تعلق ہے، اس میں کسی تواضع اور خاکساری کی ضرورت نہیں سمجھتا، اس راجستھان کے ایک مردم خیز علاقہ سے بھی

میرا قدیم تاریخی تعلق رہا ہے، یہ چیزیں میرے لئے ضرور سفارش کرتی ہیں، لیکن جتنا بڑا اعزاز مجھے عطا فرمایا ہے، وہ ایک بڑی قبا ہے، جو ایک حقیر جسم پر راست نہیں آتی اور جسم کی کوتاہ قامتی کا اعلان کرتی ہے، اور اس کے لئے باعث شرمندگی ہے لیکن۔ ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

میں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کہ شاید یہ بھی کسی تصنع اور بے جا خاکساری پر محمول کیا جائے۔

خزاں رسیدہ انسانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

حضرات! میں نے بھی جو آپ کے سامنے آیت پڑھی ہے، اس کا انتخاب میں نے قاری صاحب کی قرأت سے کیا ہے، اور اس نے میری بڑی رہنمائی کی ہے، اور قران مجید اسی طرح ہمیشہ رہنمائی اور مشکل کشائی کرتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِمَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ) الشوری .۲۷) اللہ وہ ہے جو بارش کو نازل فرماتا ہے، حقیقت میں غیث کا ترجمہ بارش پورا ترجمہ نہیں ہے، غیث اس چیز کو کہتے ہیں، جو عین وقت پر مدد کرے، عین وقت پر مشکل کشائی کرے، فریادرسی کرے، دست گیری کرے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ جس طرح کسی جاں بلب مریض کے حلق میں آب حیات کے کچھ قطرے ٹپکا دیئے جائیں، اس کو کوئی دارو ئے حیات مہیا کر دیا جائے، اسی طرح سے تپتی ہوئی، سلگتی ہوئی، جلتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ آب حیات کے قطرے برسایا کرتا ہے (هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا) وہ فریادرسی فرماتا ہے، اور زندگی کا سامان مہیا کرتا ہے، انسانوں کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں، ان کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوتی ہیں، وہ بڑے ارمان اور حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی برسا کر سوکھی کھیتی کو ہرا کر دے (هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ) اور اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیتا ہے اور اپنی رحمت کی ہوائیں چلاتا ہے اور وہ "الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ" ہے، یہاں پر جن صفات کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ بڑی معنی خیز ہیں، اللہ کے سب نام اچھے ہیں (وَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی) اللہ کی سب صفات اعلیٰ اور بالا وبرتر ہیں (وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی) لیکن یہاں "الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ" کی صفات کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس مضمون سے اور انسانیت کی چارہ سازی اور مسیحائی سے اس کا خاص تعلق ہے۔ یہ انسانیت کس کی ہے؟ اللہ کی ہے! وہی اس کا والی اور وارث ہے، کوئی اپنی کھیتی کو سوکھا نہیں دیکھ سکتا، کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی لگائی ہوئی کھیتی سوکھ جائے وہ "الولی" ہے وہی اس کا مالک بھی ہے "الحمید" بھی ہے وہ حمد کا مستحق ہے، جس کی شان حمید کی ہے، جس کی صفت حمید کی ہے، اس کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو اس طرح بے یار ومددگار چھوڑ دے۔

مرض اور مسیحائی کے درمیان اٹوٹ رشتہ

حضرات! پیاس اور سیرابی، ضرورت اور اس کی تکمیل، مرض اور اس کی مسیحائی کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، یہ ازلی اور ابدی رشتہ ہے، جب تک پیاس ہے، سیرابی ضرور ہے، جب تک ضرورت ہے، تکمیل ضرور ہے، جب تک مرض ہے، اس کے لئے دوا اور علاج کا سامان ضرور ہے، اسی طریقہ سے صحرا اور علم، صحرا اور ہدایت، ریگستان اور ہدایت کے درمیان بھی ایک ایسا مخفی،

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا لطیف اور ایسا قدیم اور دائمی رشتہ ہے، جس کی شہادت قرآن مجید سے بھی ملتی ہے، تاریخ انسانیت سے بھی ملتی ہے، اور انسانی تجربات سے بھی ملتی ہے، آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب ساری دنیا پر خزاں کا دور دورہ تھا، جب انسانیت کی پوری کھیتی، انبیاء کی لگائی ہوئی کھیتی اور انبیاء کی ہزاروں برس کی کوششوں پر پانی پھر رہا تھا، جب انسانیت کی یہ کھیتی سوکھ رہی تھی، جب انسانیت دم توڑ رہی تھی، اور دیکھنے والوں کو صاف نظر آرہا تھا، (اس کے لئے کسی خاص بصیرت کی بھی ضرورت نہیں تھی، معمولی بصارت بھی کافی تھی) کہ کوئی گھڑی ہے کہ ٹل رہی ہے، چند گھنٹوں، چند منٹوں میں یہ انسانیت دم توڑ دے گی اور یہ اس کا دم واپسیں ہے، اس وقت دنیا میں بڑے لہلہاتے ہوئے ملک تھے، گل و گلزار شہر تھے، وہ ملک بھی تھے، جو ہزاروں برس سے تہذیب و تمدن کا مرکز چلے آرہے تھے، جہاں علم کی ہوائیں چلتی تھیں، جہاں علم کی عطر بیزی تھی، جہاں کی زمین سے علم اگلتا تھا، اور جہاں کا آسمان معلوم ہوتا ہے کہ علم برساتا تھا، لیکن سارے ممالک انسانیت کی چارہ سازی اور انسانیت کی مسیحائی سے قاصر ہی نہیں تھے، بلکہ باغی تھے، منکر تھے، بلکہ وہ انسانیت کے درد میں اضافہ کرنے والے تھے، آپ اگر اس وقت کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانیت جس سے فریاد کر رہی تھی، انسانیت جس کے خلاف مدعی بنی ہوئی تھی، انسانیت جس کی گریباں گیر تھی، یہ وہی بگڑا ہوا تمدن تھا، یہی منحرف علم تھا، یہ وہی شاطر عقل تھی، وہی چالاکی تھی، وہی دانشمندی تھی، جس نے غلط رخ اختیار کر لیا تھا، جس نے تعمیر کے بجائے تخریب کا رخ اختیار کر لیا تھا، اس وقت یونان بھی تھا، ایران بھی تھا اور ہمارا ملک ہندوستان بھی تھا، چھٹی صدی مسیحی یا ساتویں صدی مسیحی میں یہ ملک تہذیب و تمدن کا بڑا مرکز تھا، ان لوگوں کی طرف انسانیت کی نگا

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں لگی ہوئی تھیں کہ ان کی طرف سے کوئی بادِ بہاری کا جھونکا آئے، ان کی طرف سے کوئی جاں نوازی، مسیحا نفسی کی کوئی کوشش ہو گی، یونان کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اس نے فلسفہ دیا، لیکن وہ انسانیت کے درد کا درماں نہ تھا، ہندوستان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی تھیں، اس نے حساب اور علم ریاضی دیا، مگر یہ انسانیت کے مرض کی دوانہ تھی، ایران کی طرف اس کی نظر لگی ہوئی تھی، اس نے سپہ گری اور شاعری دی، مگر یہ بھی انسانیت کے درد کی دوانہ تھی۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے

اس وقت تقدیرِ الٰہی کا فیصلہ ہوا کی صحرائے عرب سے اللہ کی رحمت کے وہ بادل اٹھے، اللہ کی رحمت کے بادل جوش میں آئے اور وہاں سے وہ موج نور چلے جو ساری دنیا کو زندہ کر دے، صحرا کا انتخاب صرف اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں کیا کہ وہ سب سے زیادہ محتاج تھا، اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا یہ تماشا دکھانا تھا کہ وہ صحرا جو ایک قطرہ پانی کو ترستا ہے، ساری دنیا کو سیراب کر سکتا ہے، وہاں خدا نے کسی دانشمند اور فلسفی کو بھی نہیں پیدا کیا، صحرا کا بھی انتخاب کیا، اور صحرا کے نبی کا بھی انتخاب کیا، اس صحرا میں اور صحرا کے نبی میں بھی ایک لطیف رشتہ تھا، اور خاص مناسبت تھی، صحراء عرب کا اور نبی امی! کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی کہ دنیا کے دانشور اس کی تاویل کر سکیں، اور کوئی علت معمول کا ایسا مخفی رشتہ تلاش کر سکیں اور اس کی ایسی تشریح کر سکیں کہ جس کو علم و فلسفہ قبول کر سکے آپ کہہ سکیں کہ ایک عالم نے دنیا کو علم دیا اور ایک گل و گلزار ملک نے دنیا کو بہار کا پیغام دیا۔ صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے، اور نبی امیؐ وہ علم عطا کرتا ہے، جو علم ہی نہیں علم گر اور علماء گر ہے، وہ علم تنہا علم نہیں تھا بلکہ وہ تعلیم بھی تھا، اس میں معلم بنانے کی بھی طاقت تھی، کسی ایک شخص کو معلم

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں پوری امت کو معلم بنانے کی اس میں صلاحیت تھی، صحرا عرب کا سا صحرا اور پیغمبر نبی امیؐ جیسا پیغمبر، اللہ تعالیٰ نے یہ دکھادیا کہ ہماری قدرت اور ہماری کارسازی اسباب کی محتاج نہیں ہے، وہ بلا سبب اور ساری دنیا کے تجربات اور ساری دنیا کے قیاسات کے خلاف کام کر سکتی ہے پھر کیا ہوا، اقبال سے بہتر الفاظ میں اس کو ادا نہیں کیا جاسکتا۔

از دمِ سیراب آں امیؐ لقبؐ
لالہ رُست از ریگ صحرائے عرب

اس امیؐ لقب کے نوشیں سے آب حیات کا وہ قطرہ ٹپکا جس نے صحرائے عرب کے جگر کو پھاڑ کر وہ پھول کھلایا جس نے ساری دنیا کو معطر کر دیا۔

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

حضرات! اللہ تعالیٰ اپنی یہ نشانی ہمیشہ دکھاتا رہا ہے، اور جب سے علم کی دنیا میں پھیلنے کا اور سیرابی کے عام ہونے کا یہ سلسلہ صحرا سے شروع ہوا اس کے بعد سے صحرا اور گلزار کی کوئی قید نہیں رہی، نبی امیؐ کا یہ معجزہ مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف وقتوں میں، مختلف حالات میں برابر ظاہر ہوتا رہا، آپ اسی ہندوستان کو لے لیجئے، بلکہ اس صحرائے راجستھان کو لیجئے جس کو ہم پہلے راج پوتانہ کا صحرا یا ریگستان کہتے تھے، یہاں بھی جب مسلمان آئے تو انھوں نے علم کے دریا بہادئے۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

انھوں نے صرف دہلی کو، صرف لاہور کو، ملتان کو یا صرف لکھنؤ اور جون

پورہی کو شیراز کا ہمسر نہیں بنایا بلکہ ناگور اور آخیر دور میں قریبی شہر ٹونک کو بھی انھوں نے علم کا ایک مرکز بنادیا، آپ اپنے اس راجستھان کو حقارت کے نظر سے نہ دیکھیں، ہماری تاریخی بے مائگی اور ہمارے علم کی کوتاہی ہوگی اگر ہم یہ سمجھیں کہ راج پوتانہ کا ہندوستان کی علمی تحریک اور ہندوستان کے علمی کوششوں کی تاریخ میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس نے ایک قائدانہ کردار ادا کیا ہے، دور اوّل میں ناگور اور دور آخر میں ٹونک نے اپنے امتیاز کا سکہ بٹھادیا اپنے علماء کی ذہانت اور تبحر کا اور انکے علمی شغف کا لوہا منوالیا، ناگور کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دربار اکبری کی زینت وہ فاضل نوجوان ہیں جن کو دنیا ابوالفضل اور ابوالفیضی کے نام سے جانتی ہے جو مبارک ناگوری کے بیٹے تھے اگر چہ ہمیں ان کے خیالات سے پورا اتفاق نہیں اور ان کی تاریخ پر تاریخ ہی میں بہت سے پردے پڑے ہوئے ہیں، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اب وہ خدا کے یہاں پہنچ گئے ہیں، لیکن جہاں تک ان کے تبحر علمی، ان کے علمی تفنن اور ان کی ذہانت کا تعلق ہے، جہاں تک فیضی کی شاعری اور ابوالفضل کے زور قلم، اور تاریخ نویسی کا تعلق ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اخری دور میں جب ٹونک میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوئی تو ہمارا قریب کا یہ شہر جس کو شاید راجستھان کے باہر بہت کم لوگ جانتے ہیں، وہ بہت بڑا علمی مرکز بن گیا اور وہاں ایسے علماء پیدا ہوئے کہ جن سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے تھے، علامہ حیدر علیؒ ٹونکی اور پھر ان کے بعد مولانا حکیم برکات احمد صاحب کے علمی و تعلیمی فیوض وبرکات ہندوستان اور ہندوستان کے حدود سے متجاوز ہیں، ان کے علاوہ ٹونک میں جو جید اور سرآمد روزگار علماء پیدا ہوئے اگر آپ انکے حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو اردو ہی میں

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ عربی کی کتابوں میں بھی ان کے حالات ملیں گے، جو اس وقت عالم اسلام کے تمام کتب خانوں میں موجود ہیں۔ آخری دور میں مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی کا نام لیتا ہوں، جن کے ذکر سے ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے، جیسا کہ میرے تعارف میں کہا گیا ہے کہ میں مشرق وسطیٰ کے عرب ملکوں سے قریبی تعلق رکھتا ہوں اور میں وہاں آتا جاتا رہتا ہوں، وہاں کی علمی مجلسوں، اور وہاں کے جامعات کو بھی خطاب کرنے کا مجھے موقع ملا ہے، جب بھی مولانا محمود حسن خاں ٹونکی کے علمی امتیاز اور علمی کارنامہ کا ذکر کیا گیا تو لوگوں کے چہرے پر ایک حیرت اور آنکھوں میں ایک تجسس کی کیفیت پیدا ہو گئی، ہندوستان کی سرزمین میں، وہ ٹونک کو نہیں جانتے وہ راجستھان کو بھی نہیں جانتے وہ ہندوستان کو جانتے ہیں (الھند) تحتی بر اعظم ہندوستان نے اتنا بڑا مصنف پیدا کیا، جس نے بہت سے مصنفین کو زندہ کر دیا، مصنفین ہی نہیں بلکہ ان مصنفین کے کارناموں کو بھی زندہ کر دیا، "معجم المصنفین" کے نام سے انھوں نے ایک کتاب لکھی، جہاں تک میری تحقیق اور میری معلومات ہے، بیس ہزار صفحات میں وہ کتاب لکھی گئی، کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ یہ ایک تنہا شخص کا کارنامہ ہے، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یورپ میں ایک اکیڈمی جو کام کیا کرتی ہے، ہمارے یہاں مسلمانوں میں ایک آدمی کام کیا کرتا تھا، اس ایک آدمی نے ایک اکیڈمی کا کام کیا، معجم المصنفین نے صرف ہندوستان ہی کے مصنفین کو زندہ نہیں کیا بلکہ تمام عالم اسلام کے مصنفین کو جن کا زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی ہجری تک اور جن کا مکانی رقبہ مکہ اور مدینہ سے لیکر انڈونیشیا، بدخشاں، ختن اور تاشقند تک ہے، ان کے حالات پر سے پردہ اٹھایا، افسوس ہے کہ اس کی چند ہی جلدیں شائع

www.abulhasanalinadwi.org

ہو سکیں ہیں، لیکن پھر بھی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ہے، یہ میں آپکے اس راجستھان ہی نہیں بلکہ اس جے پور جہاں آج جامعہ ہدایت کا سنگ بنیاد رکھا جائیگا، اس سے چند میل کے فاصلے پر جو ایک گمنام سا شہر ہے، میں اس کی ایک تنہا شخصیت کا کارنامہ بیان کر رہا ہوں تو صحرا کا علم اور تصنیف سے اور تحقیق سے ایک خاص رشتہ ہے اور یہ رشتہ جو عرب کے اس نبی امیؐ کے ذریعہ قائم ہوا ہے یہ ہمیشہ قائم رہے گا اور آج بھی آپ اس جنگل میں جو منگل دیکھ رہے ہیں، آج آپ کو جو اتنی صورتیں یہاں نظر آرہی ہیں، آج آپ کو اس اسٹیج پر معززین نظر آرہے ہیں، یہ بھی درحقیقت اسی نبی امیؐ کا فیض ہے، قیامت تک جو کچھ ہوگا اسی کے طفیل ہوگا، اس نے جو علم کی شمع روشن کی تھی۔

یک چراغیست دریں بزم پر تو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

جہاں بھی آپ کو کوئی علم کی شمع جلتی نظر آئیگی اسی شمع، اسی دیئے سے جلایا ہوا دیا ہوگا، یہاں جو شمع ہدایت آپ دیکھ رہے ہیں، اور جس جامعہ ھدایت کے نام سے آپ یہاں جمع ہوئے ہیں، یہ اسی ہادی برحق اور اسی ہادی کامل کی شمع ہدایت کا پرتو ہے جو آپ کو نظر آرہا ہے۔

علماءِ ہند کی علمی خدمات

حضرات! یہ جامعہ ہدایت کن بنیادوں پر قائم ہو رہا ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا کیا پیغام ہے؟ یہ کس ضرورت کی تکمیل کرے گا؟ یہ کس خلا کو پُر کریگا؟ اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مدرسہ ہے کیا چیز! مدرسہ کی کیا ضرورت ہے؟ مدرسہ کی معنویت اور اس کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کیا ان بلند

www.abulhasanalinadwi.org

وبالا جامعات کی موجودگی میں جن کا ایک نمونہ یہاں آپ کو راجستھان یونیورسٹی کی شکل میں بھی نظر آئیگا اور یہاں کالجوں کی شکل میں بھی نظر آئے گا، ان عصری جامعات کی موجودگی میں ایک جامعہ ہدایت کی ضرورت ہے، ایک عربی مدرسہ کی ضرورت ہے، اس کے متعلق نہایت موزوں طریقہ پر مولانا عبدالحی صاحب فائز نے بتلایا، عربی زبان کی اہمیت بتلائی، عربی زبان کی اہمیت اب سب کو تسلیم ہے، ایک زمانہ تھا کہ ندوۃ العلماء نے عربی زبان کی اہمیت کی آواز بلند کی اور آج سے ۸۵۔۹۰ سال پہلے یہ کہا کہ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے، اس کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے سیکھنا چاہئے اور اہل زبان کی طرح اس میں کمال پیدا کرنا چاہئے، یہ اس وقت اس طرح بلند کی گئی جیسے کوئی جنگل میں آواز لگائے اور اس کا کوئی سمجھنے والا نہ ہو، آج زمانہ نے، سیاسی انقلابات نے ثابت کر دیا اور دنیا کی ترقی نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا ہے اور عربی زبان کی اہمیت پر جو ان روشن ضمیر علماء نے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے سمجھی تھی، زمانہ نے مہر تصدیق ثبت کر دی، آج عربی زبان کے بغیر گاڑی نہیں چلتی، آج عربی زبان کسی کو آتی ہے، تو وہ ابن بطوطہ کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتا چلا جائے تو عربی زبان سے کام لے سکتا ہے، آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ جب میں کالی کٹ گیا تو میں مجبور تھا کہ وہاں عربی زبان کے ذریعہ تبادلۂ خیال کروں، اردو وہ حضرات سمجھتے نہیں، اردو جس پر ہم کو آپ کو بڑا ناز ہے، اور جس میں آپ نے ایسا فصیح و بلیغ سپاس نامہ یا خطبۂ استقبالیہ سنایا اردو کیرالہ کی حد تک بالکل نامانوس ہے، میں ہندوستان کا ایک شہری اپنے ہندوستانی بھائیوں سے اپنے اظہار مافی الضمیر کے لئے، اپنے خیالات ان تک پہنچانے کے لئے اس پر مجبور تھا، جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے

www.abulhasanalinadwi.org

انگریزی میں گفتگو کروں اور وہاں کے دیندار لوگوں اور مسلمانوں سے عربی میں گفتگوں کروں۔ خود اس ملک میں عربی زبان کا سکہ چل رہا ہے، اور اس عربی زبان میں یہاں ہندوستان میں جو کچھ کام ہوا، اس کے متعلق اس وقت کیا عرض کروں کہ اس وقت کا یہ موضوع نہیں ہے، اس پر مستقل تصنیفات ہیں کہ ہندوستان نے عربی زبان کو مالا مال کر دیا' اور بعض گوشے ایسے ہیں کہ جس پر تنہا ہندوستان کا کنٹری بیوشن (Contrubution) ہے، ہندوستانی مسلمانوں نے اس موضوع کو شروع بھی کیا اور ختم بھی کیا۔ میں مثال کے طور پر کہتا ہوں علمی اصطلاحات نہایت نازک مسئلہ ہے جس طریقہ سے کہ جہاز کا قطب نما یا جہاز کا درست کرنے والا آلہ ہوائی جہاز کا یا بحری جہاز کا ہوتا ہے اس میں اگر سوئی بال برابر بھی ہٹ جائے تو جہاز راستہ بھول جائے گا، غلط راستہ پر پڑ جائیگا، اس طرح علمی اصطلاحات کی نوک پلک اتنی نازک ہے کہ ان کی تشریح میں ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو پورا کا پورا فن آدمی کے لئے چیستان بن جائیگا، اس نازک فن کے موضوع پر دو بہترین کتابیں تیرہ سو برس میں دنیا میں لکھی گئی ہیں، وہ دو ہندوستانی عالموں کی ہے (۱) ''کشاف اصطلاحات الفنون'' مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی جو بارہویں صدی کے ایک عالم تھے (۲) ''دستور العلماء'' مولانا قاضی عبدالنبی احمد نگری کی جو غالباً گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے، یہ دونوں کتابیں تنہا ہندستانی عالموں کے قلم سے نکلی ہیں، اس طریقہ سے حدیث کے مفردات کی شرح میں سب سے مستند، سب سے وسیع اور سب سے بڑی کتاب جو جامع ہے تمام کتابوں کی وہ ایک ہندوستانی عالم، فخر ہندوستان علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی کے قلم سے ''مجمع بحار الانوار'' کے نام سے نکلی ہے، جس کو سارا عرب جانتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اور اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، سب سے اس نے مستغنی کر دیا ہے، اور میں بڑے فخر اور شکر کے ساتھ آپ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کو جو سعودی عرب میں ڈیڑھ سو دو سو برس سے رہتے ہے، لیکن ہندوستان سے انھوں نے اپنا رشتہ توڑا نہیں ہے، نہ ہندوستان کی زبان سے، نہ ہندوستان کی تہذیب سے، خدا نے انھیں کو توفیق دی کہ پہلی بار خوبصورت عربی ٹائپ میں وہ اس کتاب کو شائع کریں، میرا اندازہ یہ ہے کہ پچاس ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان رقم اس پر صرف ہوئی ہوگی، یہ آپ کے پٹنی تاجروں کا کارنامہ ہے کہ جن کا جدہ میں اور مکہ میں اور ریاض میں اور مدینہ میں بڑا تجارتی کاروبار ہے، اس کا سہرا خاص طور پر نورولی خاندان اور اس کے بزرگ الحاج عبدالقادر نورولی صاحب کے سر ہے۔

مدرسہ کس درد کی دوا ہے؟

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کی مدرسہ کس درد کی دوا ہے، یہ مدرسہ جو قائم ہو رہا ہے خدا اس پودے کو پروان چڑھائے اور اس کو ایک شاداب اور سایہ دار درخت بنائے جس کے نیچے نسلیں آرام پائیں، اور اس سے ہدایت حاصل کریں یہ جامعہ کس خلا کو پُر کرتا ہے، کس ضرورت کی تکمیل کرتا ہے؟

حضرات! صحیح دینی مدرسہ کے بارے میں میرا نقطۂ نظر بہت سے بھائیوں سے اور ان پڑھے لکھے دوستوں سے مختلف ہے جو مدرسوں سے واقفیت کا دعوا رکھتے ہیں یا اس سے تعلقات رکھتے ہیں، میں مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں کہتا میں مدرسہ کی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں میں اس سطح پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ

سے پڑھنا لکھنا سکھانے یا یوں کہنا چاہئے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کا ایک مرکز ہے، جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں، میں اس کو مدرسہ کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی کے مرادف سمجھتا ہوں، یعنی اگر میں مدرسہ کا وکیل ہوں یا میں خود مدرسہ بن جاؤں تو میں اس پر ازالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ قائم کر سکتا ہوں، اگر کوئی مدرسہ کو صرف اتنا حق دینے اور مدرسہ کو صرف اتنا ماننے کو تیار ہے کہ صاحب! جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کے لئے بہت سے کارخانے ہیں، بہت سے مرکز ہیں، کوئی اسکول کہلاتے ہیں، کوئی کالج کہلاتے ہیں، ان کے مختلف معیار اور مختلف سطح ہیں، اسی طریقہ سے مدرسہ بھی عربی زبان یا عربی علوم وفنون فقہ اور دینیات تفسیر و حدیث سکھانے کا ایک مرکز یا کارخانہ ہے، میں مدرسہ کو نائبین رسول وخلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے، تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں جس طرح فیکٹریاں ہوتی ہیں مختلف قسم کی، کوئی گن فیکٹری ہوتی ہے، کوئی شوگر فیکٹری ہوتی ہے، کوئی کسی اور قسم کی مشین ڈھالتی ہیں ہیوی الیکٹرک کے سامان پیدا کرنے کے بہت سے کارخانے ہیں، ہم ان کی بہت قدر کرتے ہیں، ہم انکی ملک میں ضرورت تسلیم کرتے ہیں ہم ان کی تحقیر نہیں کرتے، لیکن چیزوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں، مدرسہ اس طرح کے پڑھے لکھے آدمی پیدا کرنے کا مرکز نہیں، مدرسہ ایسے لوگوں کے پیدا کرنے کا مرکز ہے جن کا ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مدرسہ ایسا کر رہا ہے یا نہیں اور ہر مدرسہ یہ کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اس کا اس اصولی بحث سے کوئی تعلق نہیں، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے اور مختلف

www.abulhasanalinadwi.org

مدارس سے تعلق رکھنے والے کی حیثیت سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بہت سے مدارس یہ فرض انجام دینے سے قاصر ہو گئے ہیں، پہلے یہ فرض انجام دیا کرتے تھے، اب یہ فرض وہ انجام نہیں دے رہے ہیں کیوں، ؟ لیکن مدرسہ کو کیا فرض انجام دینا چاہئے ؟ مدرسہ کا فرض کیا ہے ؟ مدرسہ کے سپرد کون سا کام ہے ؟

مدرسہ کا شجرۂ نسب

حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی، اور اس مدرسہ کا نام "صفہ" تھا، آپ مجھے معاف کریں میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفہ نبوی پر جا کر ختم ہو اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب مسجد سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبہ ابراہیمی پر جا کر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو میں اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ بولنا نہیں چاہتا کہ وہ مسجد کہلائے گی ؟ لیکن قرآن مجید نے بتا دیا ہے ہمیں، اور آپ کو کوئی لقب ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں وہ مسجد، مسجد ضرار کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم و محمد علیہما السلام کی بنائی ہوئی مسجد پر ختم نہیں ہوتا۔ اور وہ مدرسہ مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائے گا جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر ختم نہیں ہوتا، مسجد نبوی پر ختم نہیں ہوتا اور ابوذرؓ و سلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ و علیؓ پر ختم نہیں ہوتا زیدؓ اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں ہوتا۔ ان مبلغان دین، ان ہادیان انسانیت، ان پیشوایان عالم پر ختم نہیں ہوتا، جنھوں نے ہدایت کا پیغام دیا، جنھوں نے قربانی کا پیغام دیا،

www.abulhasanalinadwi.org

جنھوں خود نقصان اٹھا کر دوسروں کو نفع پہنچانے کا پیغام دیا کہ اپنا زیاں مقصود ہے، اور اپنا زیاں گوارا ہے، لیکن دوسروں کا زیاں گوارہ نہیں، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر میں اندھیرا رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کا انتظام کرو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر (اس لئے ان کا سلسلہ انھیں پر ختم ہوتا ہے، جنھوں نے غزوۂ خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے تھے) دوسرے کے بچوں کا پیٹ بھرنے اور انکو کھلانے کا انتظام کرو، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ مدرسہ کا کام ملازمت دلانا نہیں ہے مدرسہ کا کام آسامیاں بانٹنا نہیں ہے، مدرسہ کا کام ایسا پڑھا لکھا انسان بنانا جو اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو مسحور کرے نہیں ہے، مدرسہ کا کام قرآن سنانا ہے، جب کہ دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جارہا ہے، اور یہ کہا جارہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے، اور سب حقیقتیں مرچکیں، اخلاقیات مرچکے، صداقت مرچکی، عزت مرچکی، غیرت مرچکی، شرافت مرچکی، خودداری مرچکی، انسانیت مرچکی، صرف ایک حقیقت باقی ہے، اور وہ نفع اٹھانا اور اپنا کام نکالنا ہے، وہ ہر قیمت پر، عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر صرف چڑھتے سورج کا پجاری بنتا ہے، اسوقت مدرسہ اٹھتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ انسانیت مری نہیں ہے، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں جیت ہے، بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں، اس وقت مدرسہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت میں بعض مرتبہ وہ عزت ہے، جو بڑی سے بڑی عزت میں نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی طاقت ہے، سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے، یہ ہے مدرسہ کا کام، اور اگر مدرسہ یہ کام اور دنیا کے سارے کام کرنے لگے تو وہ مدرسہ، مدرسہ کہلانے کا مستحق

نہیں۔ میں سمجھتا ہو کہ جامعہ ہدایت کا صحیح سنگ بنیاد اسی پر رکھا جارہا ہے، میرے گنہگار ہاتھوں سے نہیں رکھا جا رہا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں رکھا جارہاہے، اور ان تمام ہادیانِ انسانیت کے ہاتھوں سے رکھا جارہا ہے، اور رکھا جا چکاہے یہ کوئی نیا واقعہ نہیں یہ واقعہ سیکڑوں بار پیش آچکاہے، اور دنیا کے چپہ چپہ پر جامعہ ہدایت موجود ہے، جب تک یہ زندہ ہے، جب تک انسانیت کے اندر کوئی سانس اور رمق باقی ہے، اس کے اندر حقیقی انسانیت کی رمق باقی ہے، اس وقت تک دنیا کا کوئی گوشہ جامعہ ہدایت سے خالی نہیں، یہ جامعہ ہدایت در حقیقت ان حقیقی جامعات ہدایت کے خاندان کا ایک فرد ہے، یہ کسی چیز کا آغاز نہیں، ایک تسلسل ہے وہ تسلسل جو دنیا میں کسی بڑی سے بڑی چنگیزی، بڑی سے بڑی کسریٰ قیصر، بڑی سے بڑی شہنشاہی اور زور شمشیر سے اس کی لائی ہوئی مصیبت کے زمانے میں بھی کبھی نہیں ٹوٹا، مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ انسان پیدا کرے جو اس پست سطح سے بلند ہوں کہ قیمت لگائیے، ہم سب کچھ بیچنے کو تیار ہیں، آج دنیا نیلام کی منڈی کے سوا کچھ نہیں، کہاں کا مدرسہ اور کہاں کا کتب خانہ، کہاں کے اصول اور کہاں کے معیار، ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا ایک بازار ہے، اس میں ہر ایک اپنا جنس ہنر، اور اپنا جنس کمال ہاتھ پر رکھے ہوئے بیچنے کے لئے آیا ہے۔ لیکن ہم اس نقطۂ نظر کو تسلیم نہیں کرتے، ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دنیا محض ایک بازار ہے، ایک منڈی ہے، یہاں جو آئے مال لے کر جائے اور بیچے، صرف مسئلہ قیمت کا ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو بیچنے میں کچھ دیر لگ جائے، اس لئے نہیں کہ اس کو اپنا جنس کمال اور اپنا جنس مذہب اور اپنا جنس اخلاق زیادہ عزیز ہے، بلکہ اس کی اس کے منھ مانگے دام نہیں مل رہے ہیں۔ جب انسانیت پر زوال آیا، جب اخلاقیات پر زوال آیا اور جب لو

گوں کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ جو حق وباطل کی بات کہی جاتی تھی، یہ محض زیب داستان کے لئے کہی گئی ہے، اور اس کا کہیں وجود نہیں ہے، حق وباطل کوئی چیز نہیں ہے، حلال وحرام کوئی چیز نہیں ہے، کفر و ایمان کوئی چیز نہیں ہے، غلط، صحیح، صواب ونا صواب کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز تو پیسہ ہے، اصل چیز تو طاقت ہے، اصل چیز تو عہدہ ہے، اصل چیز تو مواقع ہیں، اس وقت مدرسہ نے ایسے لوگ پیدا کئے، کوئی ایسا آدمی لا کھڑا کر دیا، ایسا بلند قامت انسان، ایسا کوہ پیکر انسان، جس نے کہا کچھ نہیں! ہم نہیں جانتے! اور اگر کسی کو اعتبار نہیں آتا تو ہمیں خرید کر دیکھ لے، اگر وہ ہمیں خرید سکتا ہے تو ہم مان لیں گے کہ دنیا میں اخلاقیات کوئی چیز نہیں، اور ان سب پر مکمل زوال آچکا ہے مدرسہ نے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں۔ میں آپ کو چند مثالیں دیتا ہوں کہ مدرسہ کیسے آدمی پیدا کرتا ہے، اس تھوڑے سے وقت میں جب کہ آپ کو اس تقریب میں شرکت کرنا ہے، اور آپ دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں، میں مدرسہ کی پوری کارگزاری آپ کو نہیں سنا سکتا، اس کو اگر آپ کو لکھنا ہو تو مدرسوں کی تاریخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ایک ایک مدرسہ پر ضخیم ضخیم جلدیں لکھی گئی ہیں، میں مراکش گیا تھا، رباط گیا تھا تو مجھے کئی جلدوں میں جامعۃ القرویین کی تاریخ دی گئی، نہایت اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور تصویروں سے مزین، کئی ضخیم جلدوں میں صرف جامعۃ القرویین کی، ایسے ہی ازہر کی تاریخ آپ پڑھیں، ہمارے یہاں آپ دار العلوم دیوبند کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، ندوۃ العلماء کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، فرنگی محل کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں تو موجود ہیں، میں آپ کے سامنے چند مثالیں دیتا ہوں۔

یہ ہے مدرسہ کی شان

امام مالک کا زمانہ ہے اور ساری دنیا میں علم کی دھوم مچی ہوئی ہے اور بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے کوئی شخص یہ کہے کہ "حدثنا مالک بن انس، حَدَّثَنَا مالک" یہ اس وقت کا سب سے بڑا اعزاز تھا دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی کہے "حَدَّثَنَا مالک" سب کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور سب سر اٹھا کر دیکھنے لگتے تھے کہ وہ کون سا خوش نصیب انسان ہے، جس کو امام مالک سے تلمذ کا شرف حاصل ہے یہ امام مالک آخری اموی اور ابتدائی عباسی خلافت کے زمانے میں اپنی مسند درس بچھائے بیٹھے تھے، مدینہ طیبہ کے محدود شہر میں، ان کے پاس پیام آتا ہے کی آپ دربار میں زحمت فرمائیں اور خلیفہ کے صاحب زادوں کو سبق پڑھا دیں یعنی شہزادہ امین و مامون کو کچھ سبق پڑھا دیں انھوں نے فرمایا کہ آپ کے گھر سے اس علم کی توقیر و عزت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، آپ کے گھر سے لوگوں نے علم کی توقیر کا سبق سیکھا ہے اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کی تذلیل ہو یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے علم کے پاس آیا جاتا ہے، علم کسی کے پاس نہیں جاتا، چنانچہ امین و مامون وہاں گئے اور انھوں نے امام مالک سے درس لیا، یہ ہے مدرسہ کی شان، یہ میں نے آپ کے سامنے ایک نمونہ رکھا۔

دوسرا نمونہ دیکھئے

حضرت عطا کا یا طاؤس کا واقعہ ہے کی انھوں نے منصور کو ایک مرتبہ نصیحت کی، اور لوگ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑے سمیٹنے شروع کئے اپنا دامن سمیٹنا شروع کیا کہ ابھی جلاد کو حکم ہوتا ہے اور ان کا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو کم سے کم انکے خون ناحق کی چھینٹیں ہمارے دامن پر تو نہ پڑیں وہ کہتے تھے کہ ہم بس سہمے کھڑے ہوئے تھے کہ کیا حکم ہوتا ہے؟ منصور نے کہا ذرا یہ قلم

دوات رکھا ہوا ہے وہ ان کے قریب تھا انھوں نے کہا کہ میں نہیں اٹھا سکتا۔ کیوں؟ انھوں نے کہا مجھے یہ اطمینا نہیں ہے کہ آپ اس سے کیا لکھیں گے؟ ممکن ہے کہ آپ خدا کو ناخوش کرنے والی چیز لکھیں، میں اس میں شریک ہونا نہیں چاہتا، وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اپنا دامن سمیٹا کہ اب حکم ہوتا ہے دجال کو، لیکن ہیبت حق کا یہ حال تھا کہ منصور نے کوئی حکم نہیں دیا، یہ میں نے آپ کو دوسرا واقعہ سنایا، اب میں آپ کو تیسرا اور آخری واقعہ سناتا ہوں اس سے آپ سمجھیں گے کہ علم کی کیا شان ہے؟ ایک بزرگ تھے شیخ سعید حلبی ابھی سو برس پہلے کا قصہ ہوگا جو دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے، اتفاق سے ایک دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اور وہ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں، تو انکا چہرہ دروازے کی طرف تھا اور پشت قبلہ کی طرف تھی اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے، اس وقت کا ایک مشہور بانی سلطنت مصر خدیوی سلطنت جو ابھی فاروق پر ختم ہوئی ہے، ابھی پندرہ بیس برس پہلے تک وہ موجود تھی وہ محمد علی پاشا کا بیٹا تھا، ابراہیم پاشا اس زمانے میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا وہ شام کا گورنر تھا اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے، اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں، راستہ ہی وہ تھا، اس لئے پہلے دروازے کی طرف سے آیا، سب کو خیال تھا کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو۔ اس موقعہ پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے، اتنی دیر میں کیا ہو جائیگا، انھوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی، نہ درس موقوف کیا، نہ پاؤں سمیٹا، اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے، اور وہ پاؤں ہی کی طرف آکر کھڑا ہو گیا، اب ان کے شاگرد کہتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کہ ہم بالکل لرزہ وترساں تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟ کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی یا تذلیل ہوگی، مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائیگا لے چلو، وہ کھڑا رہا اور وہ دیر تک درس دیتے رہے، التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا، مگر خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے کہ اس نے کچھ کہا نہیں، کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا، سننے والی بات یہ ہے، وہ یہ کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اسنے جاکر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں، آپ جانتے ہیں، انھوں نے جواب میں کیا کہا! یہ آب زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا، انھوں نے کہا، اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا کہ جو پاؤں پھیلاتا ہے، وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلالے یا ہاتھ ہی پھیلالے ایک ہی کام ہوسکتا ہے، دنیا میں جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے، میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا (انّ الذی یمد رجله لا یمدّ یده) انہی الفاظ کے ساتھ مورخ نے اس کو نقل کیا ہے۔

جامعہ ہدایت کے طلبہ اور فضلاء کو ہدایت

میرے دوستو اور بھائیو! ہمیں ایسے مدرسہ کی ضرورت ہے، اور ہم توقع کرتے ہیں کہ جس مدرسہ کا نام ہی جامعہ ہدایت ہے، وہاں کے طلبہ اور فضلا کو اس سے یہ ہدایت ملے گی کہ وہ غیرت اور خوداری سیکھیں، ان علماء ربانیین سے اور علماء حق سے جن کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے، اس خوداری کا سبق سیکھیں کہ پاؤں پھیلالیں یا ہاتھ پھیلالیں۔

آج ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو چاہے پاؤں نہ پھیلائیں، میں

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں کہتا کہ پاؤں پھیلائیں، میں نہیں کہتا کہ آج زمانہ اس جرأت کا متحمل ہے، میں نہیں کہتا کہ اس زمانہ کی تہذیب اس کو گوارا کرے گی یا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ بے ضرورت پاؤں پھیلائے جائیں، بے ضرورت پاؤں پھیلانے کی میں تبلیغ نہیں کرتا، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ہاتھ نہ پھیلائے، عالم وہ ہے کہ جو ہاتھ نہ پھیلائے، آج ہمارے مدرسوں کو ایسے آدمیوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور دنیا کو اور انسانیت کو ان عالموں کی ضرورت ہے، جن کے متعلق تجربہ ہو جائے کہ یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہیں ہیں اور آج جس بزرگ اور گرامی ذات سے اس جامعہ کا انتساب کیا جارہا ہے، انھوں نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے، وہ ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے اور ان کی روح جب ہی خوش ہوگی، جب اس جامعہ سے وہ لوگ نکلیں جو دنیا کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، آج ہمیں یہ منظر نظر آرہا ہے کہ سب نے کسی نہ کسی شکل میں ہاتھ پھیلا رکھا ہے، کسی کے ہاتھ پھیلے نہیں ہیں، اس لئے کہ ہاتھ پھیلانے کا ان کو موقع نہیں ملا، لیکن پھیلنے کے لئے تیار ہیں، مصیبت یہ ہے کہ جو ہاتھ پھیلے نہیں ہیں، وہ پھیلنے کے لئے بے چین و بے قرار ہیں، آج کون سا ہاتھ ہے جو تڑپ نہیں رہا ہے کہ مجھے پھیلنے کا موقع ملے، آج دنیا ذہینوں کو نہیں ترس رہی ہے، فلسفیوں کو نہیں ترس رہی ہے۔

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

میں یورپ بھی دیکھ آیا ہوں اور مشرق وسطیٰ کا کونہ کونہ میں نے چھانا ہے، آج بڑے بڑے عالموں کی، ادیبوں کی، مصنفوں کی، خطیبوں کی، شاعروں کی، دانشوروں کی اور فلسفیوں کی کوئی کمی نہیں ہے، آج کمی ہے، اُن اللہ کے بندوں کی، ان قدسی نفوس کی جو کسی شکل میں بھی ہاتھ پھیلانے کے لئے تیار نہیں، وہ موت

کو ترجیح دیں گے، لیکن ہاتھ نہ پھیلائیں گے، وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دنیا میں سیاسی انقلابات آئیں اور گزر جائیں، حکومتیں قائم ہوں، اور نکل جائیں، ہوا چلے اور بند ہو جائے، کچھ بھی ملک میں ہو لیکن انکا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیل سکتا، وہ ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں اور آپ یقین جانئے کہ یہ زمین اور آسمان اس وقت تک صحیح طور پر قائم ہے، جب تک کسی نہ کسی شکل میں تھوڑی سی تھوڑی تعداد میں خواہ ان کو دیکھنے کے لئے دوربین کی یا خوردبین کی ضرورت پیش آئے، لیکن انکا وجود تو ہو، خوردبین بھی تو اسی کو دیکھ سکتی ہے، جس کا وجود ہے، جسکا سرے سے وجود ہی نہیں، اس کو خوردبین کہاں سے دیکھے گی، آج اتنی چھوٹی شکل میں، ایسی غیر مرئی شکل میں سہی ان لوگوں کا وجود کہیں تو ہو تا جن کو خوردبین سے دیکھا جا سکتا، خدا کا شکر ہے ایسا تو نہیں ہوا کہ دنیا ان کے وجود سے یکسر خالی ہو جائے، لیکن یہ جنس بہت نایاب ہے، اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

بس میرے بھائیو! میرے نزدیک مدرسہ کا صرف ایک کام ہے کہ وہ ایسے حقانی اور ربانی علماء پیدا کرے، جو صرف یہی نہیں، یہ تو ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا سودا کریں، بلکہ وہ دنیا کو جو ضمیر کا سودا کر رہی ہے، اس کو سرزنش کر سکیں، اس سے کہہ سکیں کہ انسان کا ضمیر اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے کہ وہ روز بکے، روز نیلام پر چڑھے، ایک عہدے پر بک جائے، ایک عہدہ، ایک کرسی، ایک خوشنودی، ایک تبسم اس کو خرید لے۔

حضرات! آپ نے انہی ریاستوں میں، اپنے انہی مرکزوں میں ایسے قصے

سنے ہوں گے کہ لوگوں نے اپنی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی، اپنی عزت پر میل نہیں آنے دیا، بڑے سے بڑے نقصان کو گوارہ کرلیا، لیکن اس کے لئے تیار نہیں، کہ وہ اپنی اس عزت، اس سطح اور معیار سے نیچے اتر آئیں، میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا میری نگاہ ساری دنیا پر ہے، میں ساری دنیا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، اور یہ میں جو آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں یہ میں ہر جگہ کہہ آیا ہوں، یہ نہیں کہ میں آج آپ کے سامنے پہلی مرتبہ کہہ رہا ہوں، میں نے عربوں کے سامنے یہی بات کہی، میں نے ان سے کہا کہ ہم نے، تم سے خودداری کا سبق سیکھا تھا، ہم نے تم سے ایمان کا سبق سیکھا تھا، ہم نے تم سے استقامت کا سبق سیکھا تھا، میں ناصر کے زمانہ میں جب عرب اپنے آپے میں نہیں تھے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہی تھی، اس وقت میں نے انکا گریبان پکڑ پکڑ کر ان سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ایک چیز کو غلط سمجھتے ہیں، اور آپ اس کے پیچھے اس طرح دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔

عالم ہر زمانہ میں قبلہ نُما رہے

مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر، باعقیدہ، ایسے باایمان، ایسے باحوصلہ، اور ایسے باہمت فضلاء پیدا کرے جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کی مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ پر کھڑا ہے، راستہ بتاتا ہے، جیسے قبلہ نما کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتادیگا، ہندوستان میں بتائیگا، دوسرے ملک میں بتائیگا، پہاڑ پر رکھیں تو بتائیگا پل پر رکھیں تو بتائیگا، یہ عالم کا کام ہے کہ ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما رہے۔

یہ جامعہ ہدایت جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ ان مقاصد عالیہ پر اس کی بنیاد رکھی جارہی ہے، اور حقیقت میں ہر دینی مدرسہ کی بنیاد

اسی پر رکھی گئی ہے، اور یہی اس کی اصل قدر و قیمت ہے، ان کو آپ ان کی عمارتوں سے نہ پہچانئے، آپ ان کے بوریوں اور وہاں کے فرنیچر کی کمی اور وہاں کے پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کی تہی دامنی اور ان کی بے بضاعتی سے ان کا درجہ قائم نہ کیجئے جیسے کہ کہنے والوں نے کہا گدائے شاہی میں اور دلق فقیری میں وہ شاہانہ مزاج رکھتے ہیں، انکا مزاج شاہانہ ہے، اور انکا لباس فقیرانہ ہے، یہ ہمارے علماء سلف تھے، اور آج انہیں علماء سلف کی اس وقت ضرورت ہے۔

مدرسوں نے ہوا کے رُخ پر چلنا قبول نہیں کیا

خدا کا شکر ہے کہ ہوا کے رخ پر چلنا مدرسہ کا اصول نہیں ہے، اگر مدرسہ کا یہ اصول ہوتا تو وہ کب کے انگریزی کے، عربی کے کالج بن چکے ہوتے، لیکن جو اس وقت چند گنے چنے مدرسے باقی ہیں، وہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مدرسوں نے ہوا کے رخ پر چلنے کو قبول نہیں کیا۔

حضرات! میں ان الفاظ کے ساتھ آپ حضرات کی عزت افزائی کا اور بانیانِ مدرسہ خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب فائز کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس اہم اور مقدس اور اس بابرکت اور عالی مرتبہ کام کے لئے مجھ جیسے طالب علم کا انتخاب کیا، جو کچھ میرے متعلق کہا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں، آپ بھی کیجئے کہ اس دن مجھے رسوائی سے بچائے جس دن (یوم تبلی السرائر) کا ظہور ہوگا اب میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی گذارش کو ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ س جامعہ کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور صحیح معنی میں اس کو مرکز بنائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ، امریکہ اور اسرائیل

ایک اظہار حقیقت، انکشاف اور تنبیہ

۱۹۹۷ء مطابق ۱۴۱۷ھ کے ذی الحجہ کے مہینہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے شعبۂ دعوت وتربیت کے زیر نگرانی قائم "المعهد العالی والفکر الاسلامی" کے نئے تعلیمی سال کا افتتاح کیا گیا، اس موقع پر حضرت مولاناؒ کی ایک شاہکار افتتاحی تقریر۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپ، امریکہ اور اسرائیل

ایک اظہار حقیقت، انکشاف اور تنبیہ

مسلم ممالک کے احساس کمتری، شریعت کے نفاذ کی تحریکات سے مرعوبیت اور خوف زدگی کا سرچشمہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمَّا بَعدُ!

عزیزو اور بھائیو! ندوۃ العلماء کے ایک خادم اور ذمّہ دار کی حیثیت سے ہمارے لئے بڑی مسرت کی بات ہے کہ "المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی" کے نام سے دعوتِ دین، نصرت دین اور اعتزاز بالدین کے لئے یہ شعبہ ۱۳۹۹ھ ہی سے قائم ہے، جن ندوی فضلاء نے اس شعبہ میں داخلہ لیا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دین ومذہب کے بارے میں وہ خود بھی مطمئن ہوں، ان کو پورا ذہنی اعتماد حاصل ہو اور دوسروں کو بھی مطمئن کر سکیں، جو اس وقت کا خطرہ اور اس وقت کا چیلنج ہے اس کو سمجھیں، اور اس وقت کی جو سازش ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور جس کا مرکز مغرب ہے اس کو سمجھیں، خصوصی الفاظ میں امریکہ اور اسرائیل دونوں اس نتیجہ پر متحد ہو گئے ہیں کہ ان کے نظامِ سیاست کو، ان کے نظام فکر کو، ان کے عالمی استیلاء کے امکان کو کوئی چیز چیلنج نہیں کرتی سوائے مسلمانوں کے متحد و موثر وجود کے، ان سنگین حالات میں ایسے شعبہ کا قیام ندوۃ العلماء کے بنیادی مقاصد میں ہے، اس لئے کہ اس کے بانی اوّل مولانا سیّد محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو عیسائی مشنریوں سے واسطہ پڑتا تھا، وہ ان سے مناظرے کرتے تھے، ان کو ان سے مناظرہ کرنے میں یہ محسوس ہوا کہ اب ہمارے فضلائے مدارس کو اور علماء کو جدید خطرات سے واقف ہونا چاہئے اور ان میں تقابلی مطالعہ (Comparative study) ہونا چاہئے، ان کے اندر اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر سے (جو عام طور پر فکری، علمی اور سیاسی قیادت پر فائز ہوا کرتا ہے) اسلام کے بارہ میں احساس کہتری کو دور کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے، اور اسلام کی ابدیت، اس کے خلود اور ہر زمانہ اور دور میں اس کی طرف لوگوں کی احتیاج، اور اس کو نجات کا، کامیابی کا، صحیح انسانیت کا واحد اور ابدی راستہ ثابت کرنے پر یقین اور اس کی تفہیم کی صلاحیت ہو، اس لئے ایسے دعوتی و تربیتی ادارہ کا وجود وقت کی بڑی ضرورت، عصر حاضر کا تقاضا اور ندوۃ العلماء کے بانیوں کے منشا کی تکمیل اور ان کے خوابوں کی تعبیر ہے۔

اصل بات سمجھنے کی یہ ہے کہ اللہ کا دین دائمی اور ابدی ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" یہ ہر زمانہ کا اعلان ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات بھی دائمی ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی تعلیمات اور اس کے مطالبات بھی دائمی ہیں، یہ غیبی حقائق دائمی ہیں، اس کے علاوہ یہ کہ

ہدایت کا راستہ ابدی راستہ ہے۔ دین ایک ابدی حقیقت ہے لیکن زمانہ متغیر ہے، زمانہ اگر متغیر نہیں تو پھر زمانہ ہی نہیں، زمانہ کوئی جامد چیز نہیں ہے، زمانہ بدلنے والا ہے، رجحانات بدلنے والے ہیں، مطالبات بھی بدلنے والے ہیں، تاثرات کے جو سرچشمے ہیں وہ بھی بدلنے والے ہیں، اور اس کے علاوہ تحریکیں بھی بدلنے والی ہیں، مختلف زبانوں میں مختلف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور دین کے خلاف محاذ آرائیاں ہوتی ہیں، سازشیں ہوتی رہیں، منصوبے تیار ہوتے ہیں، نئی نئی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں، ان کے مصالح و مفادات کا تقاضا بدلتا رہتا ہے، اس میں سیاسی مصلحتیں بھی ہیں، جنگی مصلحتیں بھی ہیں اور معاشرتی مصلحتیں بھی ہیں، اور یہ بھی ہے کہ جو نظام سلطنت قائم ہوا، طبعی بات ہے کہ اس نظام کو تقویت پہنچانے کے لئے فضا پیدا کی جائے، یعنی جو اس کے محکوم ہیں وہ اس نظام سلطنت کو اور اس صاحب اقتدار طبقہ اور اس کی حکومت کو اور اس کی تہذیب کو یہاں تک کہ اس کے گھروں کی معاشرت تک کو بھی آئیڈیل اور قابل تقلید سمجھیں، اس کے لئے نئی نئی تدبیریں کی جاتی ہیں اور ہمیشہ کی جاتی رہیں گی اور خاص طور پر اس زمانہ میں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام کے خلاف محدود قسم کی سازشیں اور منصوبے جو پہلے تیار کئے گئے تھے وہ ناکام بنادیے گئے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور عالم اسلام کے لئے وسیع اور عمیق اور فیصلہ کن حیثیت سے تاریخ میں دو خطرے پیش آئے ہیں، جن سے اندیشہ تھا کہ اسلام بحیثیت عالم گیر دعوت، سیاسی قوت اور مذہبی آزادی کے اتنا کمزور ہو جائے کہ وہ محدود رقبہ میں اور خاص نسل اور قومیتوں کے دائرے کے اندر ہی نافذ اور کارفرما رہے، لیکن عالمی پیمانہ پر اس کا وجود اور نفوذ ختم ہو جائے، ایک صلیبی حملہ جو پانچویں صدی ہجری

www.abulhasanalinadwi.org

اور گیارہویں صدی عیسوی میں پیش آیا دوسرا تاتاری حملہ جو ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عیسوی میں چنگیز خاں اور ہلاکو کی قیادت میں ہوا۔

صلیبیوں کا شام پر حملہ ہوا اور وہ بیت المقدس پر قابض ہوگئے، ان کے ذہن اور منصوبہ میں حرمین شریفین بھی شامل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوّبی کو کھڑا کیا، جس کی نظیر، اخلاص، للّٰہیت، جذبۂ جہاد و سرفروشی، غیرت و حمیت دینی اور طہارت و تقویٰ میں امتیاز خاص رکھتی تھی، اور اس کی نظیر اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ انھوں نے صلیبیوں کو ناکام بنایا، مسلمانوں کا ان کے جھنڈے کے نیچے اتحاد ہوا اور وہ خطرہ ٹل گیا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس وقت تک یورپ اور صلیبی حملہ آوروں کے ملک میں نہ اتنی تمدّنی و تہذیبی ترقی ہوئی تھی اور نہ سائنس اور تجربی علوم کا وہ فروغ ہوا تھا جو بعد کی صدیوں میں ہوا، نہ ان کے سامنے دنیا کی تشکیلِ نو اور ذہنی اور تہذیبی انقلاب کا وہ نقشہ تھا جو بعد میں مغرب کی فاتحانہ اور استعماری طاقتوں کے سامنے آیا اور ان کے پروگرام میں شامل ہوا، یہ محض ایک فوجی یلغار اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرنے کی ایک کوشش اور عزم تھا، اس لئے اس سے وہ خطرات نہیں تھے جو چند صدیوں کے بعد یورپ اور امریکہ کی سیاسی، علمی و تمدّنی بالا دستی اور مشرقی ملکوں کے یورپ اور امریکہ کے غلام بن جانے اور زیرِ اثر آجانے سے پیدا ہوئے۔

ریجنالڈ حاکم کرک نے حرمین شریفین پر بھی چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تھا اس وقت بقول لین پول، عماد الدین زنگی نے اس خطرہ کے مقابلہ کا ارادہ کیا، جس کی تکمیل اس کے فرزند الملک العادل نور الدین زنگی نے کی۔ لیکن اس میں پوری

www.abulhasanalinadwi.org

کامیابی نورالدین سلطان شام کے فوجی جنرل صلاح الدین ایوبیؒ نے حاصل کی، (جو مصر کی حکومت واقتدار پر قابض ہو گئے تھے) اور انھوں نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضہ سے نکالا، ان پر جذبۂ جہاد، حمیّت دینی اور غیرت اسلامی کا پورا استیلاء اور غلبہ تھا، ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء) میں حطّین کے معرکہ میں انھوں نے کامل فتح حاصل کی، اور صلیبیوں کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔ معرکۂ حطّین کے بعد بیت المقدس کی مسلمانوں کے ہاتھوں بازیابی ہوئی اور صلیبیوں کا منصوبہ اور نقشۂ کار ناکام اور بے اثر ہو گیا، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی وفات ۲۸/ صفر ۵۸۹ھ کو ہوئی۔

بارہویں صدی عیسوی میں مسیحی یورپ، علوم، سائنسی تحقیقات وانکشافات، اسلحہ کی تیاری، استعماری عزائم، اور اپنے مادّی اور لادینی منصوبوں کی ترویج وتنفیذ میں اس مقام تک نہیں پہنچا تھا جس مقام پر وہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں پہنچا، اس لئے اس کے غلبہ سے سوائے مسیحیت کی اشاعت، مقامات مقدسہ پر غلبہ اور مسلمانوں کی سیاسی ہزیمت وذلت کے لئے وہ خطرہ نہیں تھا جو انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپ اور (بالخصوص برطانیہ اور فرانس کے) ان مسلم وعرب ممالک پر اپنی تہذیب وفلسفۂ حیات کو غالب کرنے اور ان کو قابل تقلید اور علامت ترقی بنا دینے سے پیش آیا۔

تاتاریوں کا حملہ اگرچہ فوجی تھا لیکن تجربہ ہے کہ کامیاب حملہ آور اور فوجی فاتح فوجی حدود کے اندر محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کا طرز عمل، اس کے افکار، اس کے عقائد، اس کا طرز معاشرت اثرانداز ہوتے ہیں، تاتاریوں کی کامیابی سے صرف اتنا ہی خطرہ تھا کہ مسلمان غلام بن جائیں گے، انھوں نے بڑے مظالم کیے، کبھی کبھی تو دجلہ کا پانی سرخ ہو جاتا تھا، جب مسلمان بڑی تعداد میں شہید کیے

www.abulhasanalinadwi.org

جاتے تھے اور ان کو دجلہ میں ڈال دیا جاتا تھا تو ان کی خون آلود لاشوں سے پانی سرخ ہو جاتا تھا، اور کبھی اس کا پانی سیاہ ہو جاتا تھا کہ وہاں جو بڑے بڑے کتب خانے تھے (اور بغداد اس میں سب سے زیادہ امتیاز رکھتا تھا) ان کی کتابوں کے انبار اس میں ڈال دیئے جاتے تھے، تو پانی سیاہ ہو جاتا تھا، مسلمان شہیدوں کے سروں کے مینارے بنائے گئے، یہ مینارے دور سے دکھائی دیتے تھے، سر پر سر رکھا ہوا، ایک نہیں ہوتا تھا، ایک رکھتے تو گر جاتا، وہ سروں کا ایک چبوترہ ہوتا تھا، ایک چبوترہ پر دوسرا چبوترہ، یہاں تک کہ بہت دور سے نظر آتے تھے، ان کے حملہ کی دہشت کا یہ حال تھا کہ تاریخ میں عام مقولہ درج ہے "إذاقيل لك أنّ التتر انهزموا فلاتصدق" یعنی ہر بات مان لینا کہ ممکن الوقوع ہے لیکن یہ بات کبھی نہ ماننا کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی۔

لیکن اس تاتاری حملہ میں خاص بات یہ تھی کہ تاتاریوں کے پاس کوئی تہذیب نہیں تھی، کوئی ثقافت (Culture) نہیں تھی، کوئی دعوت نہیں تھی، اور کوئی متوازی نظام عقائد بھی نہیں تھا، اس لئے ان کا حملہ اگر کامیاب بھی ہو جاتا تو بہت دنوں تک کامیاب نہیں رہ سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنی رحمت و قدرت سے خارق عادت طریقہ پر سامان کیا، کہ ایک طرف مسلم فضلاء اور شریعت کے ماہرین نے تاتاریوں کے اندر گھس کر اسلامی تہذیب اور اسلامی قانون کا تعارف کرلیا اور جو خلا ان کی زندگی میں انکے علم و واقفیت اور تہذیب و تمدن اور دعوت میں تھا اس کو اسلام نے پُر کر دیا، یہ ایک طبعی اور فطری بات بھی تھی کہ ایسی فتوحات وانقلاب میں خلا بہت دنوں تک باقی نہیں رہ سکتا، اہل علم جانتے ہیں کہ قانون الٰہی یہ ہے کہ خلا کا پُر ہونا ضروری ہے، قانون کا خلا تھا، تہذیب کا

خلا تھا، علم کا خلا تھا، دنیا کے لیے ان کے پاس کوئی دعوت نہیں تھی، اس خلا سے مسلمان اہلِ فکر نے اور مبصرین نے فائدہ اٹھایا، اور انھوں نے تاتاریوں کو ایک طرف اسلام کی دعوت دی اور ایک طرف بتایا کہ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے ہمارے پاس پورا سامان موجود ہے، نظامِ معاشرہ موجود ہے اور عام دنیا کے لیے دعوت بھی موجود ہے۔ اس سلسلہ میں اہلِ دل مخلصین اور اہل اللہ کا بھی بڑا حصہ ہے، ایک واقعہ جو بار بار بیان کیا جا چکا ہے لیکن بڑا موثر ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

آرنالڈ نے پریچنگ آف اسلام (Preaching of islam) میں لکھا ہے کہ ایران و ترکستان کی طرف کی جو شاخ تاتاریوں کے قبضہ میں آئی اس میں تاتاریوں کے سو فیصد مسلمان ہو جانے کی تقریب یہ ہوئی کہ تغلق تیمور جو ولی عہد سلطنت تھا وہ شکار پر نکلا، اور آپ کو معلوم ہے کہ اور ہمیں بھی اس سے واسطہ پڑا ہے، ہم نے نشانہ کی بھی مشق کی ہے اور شکار بھی کھیلے ہیں کہ شکاریوں میں کچھ روایات ہیں، نحوست کی اور کامیابی و ناکامی کی، مثلاً بچپن میں سنا کرتے تھے کہ جمعرات کو شکار کامیاب نہیں ہوتا، اگر شکار کے لیے چلنے کے وقت کسی نے کہہ دیا چاقو ہے؟ تو اب شکار نہیں ملے گا، چاقو کا نام نہیں لینا چاہیے، اسی طرح تاتاریوں میں ایران اور اس کے باشندوں سے متعلق نحوست کا تخیل تھا کہ ایرانی منحوس ہوتے ہیں (اور مخصوص قوموں کے بارہ میں ہمیشہ اس طرح کے تأثرات وروایات رہی ہیں) تغلق تیمور نے اس کا پورا انتظام کیا کہ کوئی ایرانی نہ آنے پائے، جا بجا پہرے بٹھادئے جو ساحلی جگہیں تھیں اور جو مدخل تھے ان سب پر آدمی بٹھادئے تا کہ کوئی ایرانی نہ آنے پائے، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ تعالیٰ کو تاتاری جیسی جنگ آزما، طاقت ور اور بلند حوصلہ قوم کو مشرف باسلام

کرنا اور اس سے دین کی حفاظت کا کام لینا تھا، یہ ایک خدائی انتظام تھا، شیخ جمال الدینؒ ایران کے ایک صاحب دل بزرگ تھے، ان کو کہیں جانا تھا اور راستہ وہی تھا، اس جگہ وہ پہنچے تو اتفاق سے وہاں کوئی پہرہ دار کھڑا نہیں تھا، یہ سب غیبی انتظامات ہوتے ہیں، وہ آگے بڑھ گئے، کسی پہرادار نے دیکھ لیا، اس نے ان کو پکڑ لیا اور تغلق تیمور کے پاس پکڑ کر لے گیا، وہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ انھوں نے شکار کے سارے انتظامات پر پانی پھیر دیا، اب شکار نہیں ملے گا، اس نے غصہ میں آکر کہا کہ تم ایرانی اچھے ہو کہ یہ کتا اچھا ہے، کون افضل ہے؟ آرنلڈ نے تو یہ لکھا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی قوم کو دولت اسلام نصیب نہ کی ہوتی تو یہ کتا افضل تھا، لیکن اللہ نے ہم ایرانیوں کو اسلام نصیب کیا تو ہم افضل ہیں، اس نے کہا اسلام کیا ہوتا ہے؟ وہ صاحب دل بھی تھے اور صاحب علم بھی تھے، انھوں نے اسلام کا مختصر مگر بلیغ و مؤثر تعارف کرا دیا، وہ متاثر ہوا اور اس کے دل و دماغ پر اثر پڑا، اس نے کہا کہ اگر ابھی میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیتا ہوں تو کوئی فائدہ نہ ہو گا جب میری تاج پوشی ہو جائے تو مجھ سے آکر ملیں، میں اسلام کا اعلان کروں گا۔

یہ تو آرنلڈ کی تاریخ میں ہے لیکن ترکی و فارسی مآخذ میں جو (Original) ہیں ان میں زیادہ مؤثر انداز میں اس واقعہ کو پیش کیا گیا ہے، اس میں ہے کہ اس نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں کہ یہ کتا افضل ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس نے کہا کہ کیا مطلب؟ یہ کتا کھڑا ہے، یہ آپ ہیں، یا تو کہئے کہ یہ کتا افضل ہے یا کہئے کہ میں افضل ہوں، انھوں نے کہا کہ اگر میں دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے رخصت ہوا، ایمان پر میرا خاتمہ ہوا تو میں افضل ہوں ورنہ یہ کتا افضل

ہے، اس سے ان کے دماغ اور اس کے دل پر چوٹ پڑی، اس نے کہا کہ جب آپ سنیں کہ میری تاج پوشی ہوگئی ہے تو مجھ سے ملیں، یہ برابر دن گنتے رہے اور کان ان کے لگے رہے کہ خبر آئے، لیکن ان کا وقت آخر آگیا، انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ عزیز فرزند! شاید یہ سعادت تمہاری قسمت میں لکھی ہوئی ہے، تم جب سننا کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہوگئی ہے تو اس سے ملنا اور یہ واقعہ یاد دلانا، چنانچہ جب انھوں نے تاج پوشی کی خبر سنی تو یہ گئے اور باہر اپنا سجادہ ڈال دیا، ان کو کون اندر جانے دیتا؟ وہ باہر نماز پڑھتے رہے اذان دیتے رہے اور اس وقت تو اذان کی آواز محل میں نہیں پہنچی، لیکن فجر کے وقت اذان کی آواز پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ صدائے بے ہنگام کیسی ہے؟ کون اس وقت چلاّ تا ہے اور نیند خراب کرتا ہے۔ کہا گیا کہ ایک شخص ہے جو اٹھتا ہے بیٹھتا ہے اور یہ آواز لگاتا ہے، اس نے کہا جاؤ اسے پکڑ لاؤ، لوگ ان کو لے گئے تو انھوں نے کہا کہ میں ان کا (شیخ جمال الدین کا) فرزند ہوں جو آپ سے ملے تھے آپ نے سوال کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ افضل ہیں یا یہ کتا؟ انھوں نے کہا تھا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا، تو میں افضل ہوں ورنہ کتا افضل ہے۔ میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا، اور وہ کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے، تغلق تیمور نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اس نے اپنے وزیر اعظم کو بلایا، اس نے کہا کہ میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں، میں ایران گیا تھا وہیں اسلام قبول کیا تھا، آپ کے ڈر سے بتاتا نہ تھا، اس کے بعد پوری ایرانی تاتاری شاخ مسلمان ہوگئی، پھر دوسری شاخوں میں بھی اسلام عمومیت کے ساتھ پھیل گیا۔

ایک باخبر تاریخ داں نے بتایا کہ دو قومیں ایسی ہیں جو سو فیصد مسلمان

ہوئیں ایک عرب اور ایک ترک یہ بھی سو فیصد مسلمان ہوئے، صورت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ضرورت ہے داعیوں کی اور مدعوین کی نفسیات کو سمجھنے کی اور حکمت کے ساتھ بات کرنے کی خود قرآن مجید میں ہے :

۔"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ(سورۃ النحل. ۱۲۵)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔

لیکن اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ، چیلنج اور خطرہ یہ ہے کہ پورے مغرب اور عیسائی دنیا اور اس کے ساتھ خاص طور پر یہودی عنصر کی (جو ان مغرب ممالک کی شانہ بشانہ ہے) کوشش ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں دین کی حمیت ختم ہو جائے، دین سے انتساب پر جو فخر ہے وہ ختم ہو جائے، دین کا جو سرچشمہ ہے (یعنی ایمان) ختم ہو جائے اور اس کے اندر اس کے متبادل طریقہ پر احساس کہتری (Infirority complex) پیدا ہو۔

ہم نے دارالمصنفین میں استشراق اور مستشرقین کے بارے میں جو مجلس مذاکرہ سیمینار (Seminar) ہوئی تھی، اس میں کہا تھا کہ مغربی طاقتوں نے اپنی ذہانت سے بالکل صحیح سمجھا کہ محض فوجی برتری واقتدار اور محض سیاسی تنظیم واستحکام اور نئے اور موثر اسلحہ وطریق جنگ کافی نہیں، کسی ملک کو مستقل طور پر غلام رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کا تعلیم یافتہ اور مثقف طبقہ (Intellectual class) قوت حاکمہ سے ذہنی طور پر مرعوب ہو، اس کے لیے انھوں نے مستشرقین (Orientalist) کو تیار کیا، بہت کم لوگوں نے اس راز کو سمجھا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

مستشرقین محض اپنے علمی ذوق کی بناپر تحقیق وتصنیف کا کام نہیں کرتے، علمی ذوق تو محدود ہوتا ہے لیکن استشراق کے پیچھے سیاسی واستعماری مقاصد اور سرپرستی کام کرتی ہے، یہ اس زمانہ کا بڑا خطرہ ہے اور اس خطرہ کا جو مرکز ہے اس کو اور اس کے ہتھیار اور ہتھیار استعمال کرنے والوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مستشرقین کا یورپ وامریکہ میں ایک پورا لشکر تھا اور اس کو ہر طرح کی پشت پناہی حاصل تھی، انھوں نے اپنی پوری ذہانت صرف کردی ایسی کتابوں کے لکھنے میں جس میں صاف صاف اسلام پر حملہ نہ کیا جائے، ان کی ذہانت اور سمجھنے کی بات تھی کہ اسلام پر حملہ اگر ہوگا تو ایک مقابل طاقت پیدا ہوجائے گی، اس میں ایسا ہو کہ لوگ پڑھ کر دلائل کی روشنی میں (جو چالاکی کے ساتھ کتاب میں شامل کیے گئے ہیں) کتاب الٰہی کے بارہ میں حدیث کے بارہ میں، علم فقہ کے بارہ میں، علم کلام کے بارہ میں پھر آخری درجہ میں اپنی تہذیب ومعاشرت کے بارہ میں احساس کہتری کا شکار ہوں، جو شخص یہ کتابیں پڑھ لے گا وہ سمجھے گا کہ ہم تو بہت نیچی سطح پر زندگی گذار رہے تھے، ہمارے علماء نے، ہمارے مربیوں نے اور ہمارے مصنفین نے ان کمزوریوں کا اظہار نہیں کیا، واقعہ یہ ہے کہ بہت تاخیر سے حدیث کی تدوین شروع ہوئی، بہت تاخیر سے اسلامی قانون بنایا گیا، یہ سب ان سبھوں نے دکھایا ہے، حالانکہ اس تاخیر میں بھی حکمتیں تھیں، حدیث کی تدوین جب شروع ہوئی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تائید الٰہی شامل تھی، بلکہ وہ ایک معجزہ تھا، معجزۂ آسمانی تھا کہ بخارا اور ترکستان کے ایسے ذہین ترین اور قوی الحافظہ افراد نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا جن کی مثال دور دور اور دیر دیر تک تاریخ میں نہیں ملتی، اس کی شہادت کے لیے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے، امام

بخاری کے تذکرہ میں آتا ہے:

"امام بخاری جب بغداد آئے تو علمائے بغداد نے ان کے امتحان کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ سو حدیثوں کی سند اور ان کے متن (مضمون حدیث) کو الٹ دیا، ایک حدیث کی سند دوسرے متن کے ساتھ اور ایک حدیث کا متن دوسری سند کے ساتھ لگا دیا، اور دس دس حدیثوں کو ایک ایک شخص کے حوالہ کیا کہ وہ ان سے سوال کرے، امام بخاری جب مجلس میں آئے تو ایک ایک شخص نے دس دس حدیثیں سنائیں اور ان کی رائے دریافت کی، وہ سنتے اور فرماتے کہ میں ان حدیثوں سے واقف نہیں، اہل علم اس راز کو سمجھے اور ناواقف اشخاص ان کی لاعلمی پر مسکرائے، جب سب نے اپنے اپنے حصہ کی حدیثیں سنالیں تو امام نے باری باری ایک ایک کی طرف توجہ فرمائی اور کہا کہ آپ نے جو دس حدیثیں سنائی تھیں ان کا متن یہ ہے اور ان کی سند یہ ہے، پھر دوسرے تیسرے کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ سب کی احادیث کی تصحیح کر دی اور جس سند کا جو متن تھا اور جس متن کی جو سند تھی وہ بیان کی، لوگ ان کی وسعت نظر، حاضر دماغی اور حافظہ پر انگشت بدنداں رہ گئے۔"

اسی طرح جب فقہ کی تدوین شروع ہوئی تو خدا نے ائمہ اربعہ اور ان کے بلند مقام نادرۂ روزگار خلفاء و تلامذہ، اور مجتہدین کی شکل میں ایسے افراد پیدا کیے

www.abulhasanalinadwi.org

اوران کی توفیق دی جن کی مثال دنیا کی قانون سازی اور مسائل حیات کے حل کرنے کی کوششوں میں نہیں ملتی۔

اسی طرح جب یونانی فلسفہ، اسلامی مملکت بالخصوص عراق اور دارالخلافہ بغداد میں سامنے آیا اور اس نے ذہین اور صاحب فکر طبقہ پر اثر ڈالا، اور اپنی علمی برتری اور باریک بینی کا سکہ جمایا، اور اس سے ایک سطحی الفکر طبقہ کے عقائد میں تزلزل پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے امام ابوالحسن اشعری، امام ابو منصور ماتریدی، امام غزالی، اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کو پیدا کیا جنھوں نے اس کے اثرات اور مرعوبیت کو زائل کر دیا۔

اسی غلط عقائد، جاہلی رسوم وعادات، شرک وبدعات اور رسوم قبیحہ کو دور کرنے کے لیے اور دین صحیح اور عقائد صحیحہ اور سنّت وشریعت کے احیاء وترویج کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر ملک میں مصلحین ومجددین اور ایسے ائمہ دین اور داعیان مخلصین پیدا کیے جنھوں نے دعوۃ إلی الجاھلیۃ الأولی اور دین کے مسخ وتحریف کے خطرہ کو دور کر دیا اور دین صحیح کو سکہ رائج الوقت کی طرح عام کر دیا۔

مستشرقین اور ان کی "تحقیقات" دعاوی اور مباحث سے مغربی استعمار (Western imperialism) نے جو کام لیا اور وہ ان کے لیے مفید ثابت ہوا، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب سے مغربی استعمار مشرقی ممالک سے بے دخل ہوا یا بعض جگہ بالکل کمزور ہو گیا، اس مدّت سے مستشرقین کا کام بھی ڈھیلا پڑ گیا، یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے، نہ صحافت کو انحطاط ہوا ہے اور نہ ریڈیو کو، اور جو طریقے ہیں خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے، ان میں صرف انحطاط ہی نہیں بلکہ اضافہ ہوا، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ مستشرقین کا کام بالکل

ہلکا پڑ گیا ہے، کبھی کوئی کتاب آجاتی ہے، اس میں وہ طاقت نہیں ہوتی، وہ قوت استدلال نہیں ہوتا جو پہلے ہوتا تھا، مستشرقین کا وجود محض عالم اسلامی کے علمی، مذہبی طبقہ کے اعتماد کو کمزور و متزلزل کرنے کے لیے اور ان کے اندر اپنے دین کے بارہ میں، دین کی تاریخ کے بارہ میں، سیرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اور قرآن مجید کے بارہ میں، اور پھر فقہ وعلم کلام کے بارہ میں اعتماد کو متزلزل کر دینا تھا۔

اس وقت کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ہمارا جو نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ہے اس کے اندر احساس کمتری پیدا ہو رہا ہے، وہ جو کتابیں پڑھتے ہیں فرنچ میں، انگریزی میں، یہاں تو اس کا کم رواج ہے، بعض دوسرے ملکوں میں خاص طور پر فرانس کے مقبوضات میں (مغربی، شمالی افریقہ کا علاقہ یہ فرانس کے ماتحت رہا ہے مراکش اور الجزائر بھی فرانس کے ماتحت رہے ہیں، یہاں تک کہ لیبیا، طرابلس تک فرانس کے ماتحت رہا ہے) تو یہاں فرنچ لٹریچر اور دوسرے ملکوں میں انگلش لٹریچر پھیلا ہوا ہے، اور اس میں یہ سب اثرات تھے۔

سب سے زیادہ قابل تشویش اور محزن و فکر کی بات یہ ہے کہ ممالک عربیہ اس وقت امریکہ اور اسرائیل کا نشانہ ہیں اور ان کا یہ حملہ بہت حد تک کامیاب ہے۔ وہاں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ (جو قیادت کے منصب پر عام طور سے فائز ہوتا ہے) احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا ہے، وہ اسلام کے مستقبل سے گویا مایوس ہوتا جا رہا ہے خاص کر الجزائر اور مصر پیش پیش ہیں، وہاں کی قیادتیں اور حکومتیں دینی دعوت اور تحریک سے بہت زیادہ خائف ہیں، وہاں اصل ٹکراؤ دینی نشاۃ ثانیہ کی تحریک و دعوت سے ہے، حکومتوں اور دین پسند اور اسلام پسند طبقوں کے درمیان محاذ قائم

ہے۔ حالانکہ الجزائر، طرابلس، المغرب، مصر یہ وہ ملک ہیں جن میں تحریک آزادی کی قیادت علماء نے کی، لیکن آج یہ ممالک سب سے زیادہ خطرہ دین کے داعیوں اور اسلامی قائدین اور تحریکوں کو سمجھتے ہیں۔ مصر میں شیخ حسن البنّا کو خطرہ سمجھا گیا اور وہ شہید ہوئے، عبدالناصر کا زمانہ آیا تو سیّد قطب کو شہید کیا گیا، اور کتنی جانیں شہید ہوئیں، مصر والجزائر کی حکومتیں خاص طور پر دین کے جذبہ کے بیدار ہونے، دینی حمیت کو اور یہ کہنے کو کہ "یہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے" "یہ حکومت کیوں کر رہی ہے"، اس کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں، ان کو خطرہ اب نہ اسرائیل سے ہے اور نہ کسی اور غیر مسلم طاقت سے ہے، اب اگر خطرہ ہے تو صرف دینی عنصر سے ہے، یہ بڑا المیہ ہے، ایسا المیہ جہاں جامع ازہر ہے، جہاں افریقہ کے جگرپارے، افریقہ اور اسلامی ممالک کے لخت جگر ہزاروں کی تعداد میں پڑھتے ہیں اور عالم اسلام میں جامع ازہر کو سب سے بڑا دینی وعلمی ادارہ اور جامعہ سمجھا جاتا ہے۔

اس وقت کا جو چیلنج ہے اور تشویشناک حقیقت ہے وہ یہ کہ ہمارے عرب ممالک اسلامی دعوت سے خائف ہیں، کوئی طاقت ور تحریک نہیں ہے اور کشش رکھنے والی جماعت اور داعیوں سے یہ ممالک محروم ہیں۔

عرب ممالک جن سے ہم کو ایمان کی دولت ملی، قرآن کی دولت ملی اور انسانیت کی حقیقت ملی، اور جو ہمارے لیے ہدایت کا سبب بنے، جن کا ساری دنیا پر وہ احسان ہے جو کسی بڑی سے بڑی عالی مرتبہ تہذیب، کسی بڑے کلچر وثقافت کا وہ احسان نہیں جو عربوں کا احسان ہے ان ہی کی وجہ سے ہم صاحب ایمان ہیں، احساس وفرض شناس انسان ہیں، ان عربوں میں اس وقت دعوت کی آواز نہ صرف یہ کہ

www.abulhasanalinadwi.org

دب گئی، پست ہوگئی ہے بلکہ گم ہوگئی ہے، اور تحریک اخوان المسلمین کے بعد سے معلوم ہوتا ہے کہ سناٹا سا چھا گیا ہے، یہاں جو مظالم ہوئے اس کی بنا پر وہاں جو لوگ اس کے اہل تھے وہ لوگ ملک چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مصر میں ایک ایسا دور گزرا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ نہیں آتا تھا کہ مسلمان دنیا میں اثر انداز ہو سکتے ہیں، چنانچہ ہماری کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" قاہرہ سے شائع ہوئی (جس پر ڈاکٹر احمد امین نے ایک کمزور مقدمہ لکھا تھا، پھر دوسرا طاقتور مقدمہ سید قطب نے لکھا تھا اور ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ کا مقدمہ بھی تھا) جب ہم مصر گئے تو ایک اخبار نے لکھا کہ کیا مسلمان بھی دنیا پر اثر ڈال سکتے ہیں؟ کیا مسلمانوں کے عروج وزوال سے دنیا پر اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا نام رکھا ہے اس کتاب کا؟ اس نے انگلی اٹھائی اور تعجب کیا، حالانکہ میں نے اقبال کے شعر سے کام لیا ہے اور بالکل یہ شعر اس کا جواب ہے جو انھوں نے ابلیس کی طرف سے نقل کیا ہے ؎

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

مسلمان اس پوزیشن میں کہاں ہیں، اس تعداد میں کہاں ہیں کہ دنیا پر اثر انداز ہو سکیں؟ یہ ہے ممالک عربیہ کا اس وقت کا سب سے بڑا مرض، بڑا خطرہ کہ اسلام کے مستقبل سے وہ مایوس ہوتے جارہے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اسلام ہی دنیا کے لئے ذریعہ نجات ہے، مذہبی طور پر، اخلاقی طور پر، دنیوی طور پر بھی، معاشرتی طور پر بھی اور سیاسی طور پر بھی، یہ وہ کام ہے جو اس وقت قدر و قیمت کے لحاظ سے، اور اہمیت کے لحاظ سے اہم ترین اور مؤثر ترین کام ہے۔

آپ اپنے اندر وہ قابلیت پیدا کریں کہ آپ عربوں کو متاثر کر سکیں اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے لیے ضرورت ہے کہ آپ کی زبان و تحریر میں وہ اثر ہو اور وہ شگفتگی، جاذبیت وادبیت ہو کہ عرب کہیں کہ کیا خوب لکھا ہے، چنانچہ الحمد للہ یہاں سے ندوۃ العلماء کی "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" سے وہ لٹریچر عرب ممالک میں جاتا ہے جسے عرب بھی جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور سُناتے ہیں، ہم نے یہ دیکھا کہ مولوی عبد اللہ عباس ندوی صاحب کے مکان پر مکہ معظّمہ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے، استاد عبدالحکیم عابدین ایک رسالہ پڑھنے لگے، ہم کو ضرورت پڑی ہم نے کہا کہ ہم ابھی آتے ہیں، واپس آئے تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، یہ امام حسن البناء کے بہنوئی تھے اور بڑے خطیب و تعلیم یافتہ، جب ہم آئے تو ہمارا نام لے کر کہا کہ یہ کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟ ہم نے کہا ہمارے برادر زادہ محمد الحسنیؒ کی، تو انہوں نے کہا کہ ان کو میرا سلام کہنا، یہ کتاب "الاسلام بين لا ونعم" تھی۔

آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی یہاں کے وسائل کے اعتبار سے یہ عظیم کارنامہ ہوگا کہ آپ عربوں میں دین کی دعوت کو پہنچانے کی صلاحیت پیدا کریں، اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب مہیا فرمائے ہیں۔ ایک ہدف و نشانہ بنائیں کہ ہم اپنے اندر وہ قابلیت وصلاحیت پیدا کریں جس سے ہم عربوں کو دین پر زیادہ جمنے کی دعوت دے سکیں، ہماری کتابوں میں سے "إلى الاسلام من جديد"، ......

" أجاهلية بعد الاسلام أيها العرب؟" إلى الراية المحمدية أيها العرب" یہ سب کتابیں وہ ہیں جو عربوں کو چونکا دینے والی اور جھنجھوڑنے والی ہیں، وہ کہیں گے کہ ایک عجمی، ایک هندی الثقافة ہمیں خطاب کر رہا ہے، اس کے اندر اسلام کا اتنا اعتماد ہے جو اعتماد ہمارے اندر اب نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ اگر نفع پہنچا دے تو اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑھ کر تقرب اِلی اللہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے ذریعہ سے اس امت کے افراد میں دین پر اعتماد پیدا ہو، جن کے ذریعہ سے یہ نعمت اور یہ دولت ساری دنیا میں پھیلی، ہمارے مدارس عربیہ کے فضلاء میں یہ جذبہ دوسروں سے زیادہ ہونا چاہیئے کہ ہم جن کی زبان کے ذریعہ سے دین کو سمجھ رہے ہیں، جن سے ہم کو یہ دولت علم ملی ہے اور مل رہی ہے ان کا حق ہے کہ ہم اس کو پھر ان کے پاس لے جائیں ان کے اندر اس کا احساس پیدا ہو اور ان کے اندر یہ غیرت پیدا ہو، وہ استاد ہیں ہم شاگرد، وہ پیر ہیں ہم مرید اور وہ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی تو اس لئے ''معہد الدعوۃ'' قائم ہے جو بڑے نیک شگون کی بات ہے اور مبارک باد دینے کے لائق ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے عزیزوں اور رفقائے کار کو جزائے خیر دے۔

اپنے اس عہد میں، اپنے اس ملک میں، اپنے ماحول میں آپ یہ کیجئے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو خاص طور پر اور عام مسلمانوں کو عام طور پر سامنے رکھ کر اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ زمانہ کتنا ہی بدل گیا ہے لیکن دین لبدی ہے، اور آج بھی وہ دین صحیح و کامل اور زندہ ہے، اور دین ہی اس زمانہ کی رہبری کر سکتا ہے اور اس دین کے ذریعہ ہی سے ہم اس زمانہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں، فتح یاب ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

یہ تو کام آپ کا ہر جگہ ہے، مقامی طور پر بھی ہے، شہر میں بھی ہے، تعلیم یافتہ طبقہ میں خاص طور پر جو پہلے انگریزی تہذیب سے متأثر ہو رہا تھا اور اس کا شکار بن رہا تھا، اب ہندو تہذیب سے متأثر ہونے لگا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ ہندو دیومالا اور تہذیب سے متأثر ہو، اس کو بھی آپ ذہن میں رکھیں، عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے سے یہ فائدہ ذہن میں نہ رکھیں کہ ہم بلاد عربیہ میں جائیں گے اور کہیں جگہ

www.abulhasanalinadwi.org

مل گئی تو نوکری کرلیں گے، نہیں تو مؤذن بن جائیں گے، امام بن جائیں گے، یہ قیمت نہیں ہے آپ کی اور نہ یہ مولانا سید محمد علی مونگیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا سید ظہور الاسلام فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم سید عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم کا منصوبہ بنانے والوں اور اسکو ترقی دینے والوں میں علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ اور ان کے اہل اللہ و عارف باللہ رفقاء و معاونین کے مقاصد، محنتوں اور قربانیوں کی ہے، اس کی رسید و شکر یہ یہ ہے کہ آپ داعی بنیں، مخالف اسلام تہذیبوں سے مسلمانوں کی مرعوبیت دور کریں جو مغربی مصنفین کی کتابیں پڑھنے سے پیدا ہو رہی ہے، اور دوسری طرف آپ عربوں سے "بضاعتنا ردّت الینا" کہلوائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے وصلی اللہ تبارك وتعالیٰ علی خیر خلقه سید نا ومولٰینا محمد وآله وأصحابه.

☆☆☆☆☆

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

امتِ مسلمہ کی دُوہری ذمّہ داری

عالمی رابطۂ ادب اسلامی کی مجلس مذاکرہ منعقدہ حیدر آباد کے اختتامی جلسہ ۹ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کی شام کی آخری تقریر جو ایک موقر اور کثیر مجمع کے سامنے کی گئی، جس میں نہ صرف حیدر آباد بلکہ ملک کے متعدد ممتاز دانشور، اہل فکر و نظر، اہل قلم، اور معززین و صاحبِ وجاہت اصحاب شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امتِ مسلمہ کی دُوہری ذمّہ داری

حمد و صلوۃ کے بعد

حضرات! ہماری اس مجلس مذاکرہ کا عنوان تھا "**تحریک آزادی واصلاح عوام میں ادب اسلامی کا حصہ**" میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ ادب وشاعری سے متعلق اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا، اسکی تلافی کے لئے آج کی اس مجلس کا افتتاح غزل کے اس شعر سے کرتا ہوں ؂

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

میں سمجھتا ہوں کہ یہ شعر دبستانِ محبت ہی سے متعلق نہیں، بلکہ مذاہب و ادیان، اقوام و ملل، اصلاحی تحریکات، اخلاقی فلسفوں، آزادی کی جدوجہد اور تعمیر انسانیت کی تمام کوششوں کی تاریخ بلکہ تقدیر کا فیصلہ اور ایک حقیقت ہے کہ جس کو سبق یاد ہو گیا، دوسروں کے مقابلہ میں اس پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہو گئیں۔

اُمتِ اسلامیہ اور سابقہ اُمتوں کا حقیقت پسندانہ اور بے لاگ جائزہ لیجئے، اور ان کا منصب و مقام معلوم کیجئے، تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جن اُمتوں اور ملتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے وقت پر اپنے پیغام کا حامل بنا کر اس دنیا میں مامور

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایاان کو دو رشتوں اور رابطوں (اور عام فہم اردو زبان میں) دو مضبوط دھاگوں سے باندھ دیا، ایک وہ دھاگا ہے جو اُن کو آسمانی تعلیمات سے باندھتا اور ان کا رشتہ قائم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ عبودیت (بندگی) اور اطاعت (فرمانبرداری) کا رشتہ، اس سے زندگی گزارنے کے لئے تعلیمات وہدایت اخذ کرنے کا رشتہ، دعا واستمداد کا رشتہ، اور اس کو خالقِ کُل ومالکِ مُطلق سمجھنے کا رشتہ۔

دوسرا رشتہ یا دھاگہ وہ ہے جو اس اُمت کو بقیہ انسانی آبادی سے مربوط ومنسلک کرتا ہے، قرآن مجید نے اس اُمت (اسلامیہ) کے لئے "اخراج" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو ایک طرح سے بعثت کے مفہوم کے قریب تر ہے لیکن وہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے، یہ نیابتِ انبیاء، اتمامِ حُجت، وسیع وعمومی پیمانہ پر دعوت، اور مخلوق کا خالق کے ساتھ ربط قائم کرنے کا کارِ عظیم ہے، جو نبیؐ کی اُمت کے سپرد کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰه. (سورۂ آل عمران. ۱۱۰)	تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حدیث شریف میں صاف لفظوں میں ایک جگہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے "بعث" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، ارشاد ہے۔

إنما بُعثتم مُيسّرين ولم تبعثوا مُعسّرين.	تم آسانی پیدا کرنے کے لئے مقرر ومبعوث کئے گئے ہو دشواری پیدا کرنے کے لئے نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جب ایران کے سپہ سالارِ افواج رستم نے مسلمانوں کے معتمد سفیر حضرت ربعیؓ بن عامر سے سوال کیا:۔ ماالذی جاء بکم؟ (تمہیں کون سا مقصد یہاں لایا ہے؟) تو انہوں نے فرمایا:۔

اَللّٰہُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلیٰ عِبَادَةِ اللّٰہِ وَحدہٗ وَمِنْ ضِیقِ الدُّنیَا إِلیٰ سَعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الأَدیَانِ إِلیٰ عَدْلِ الاِسْلَامِ.

﴿البدایة والنهایة لأبن کثیر﴾

(اگر ہم اپنی مرضی سے آتے تو کبھی کے آچکے ہوتے) ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے بھیجا ہے کہ (ہم اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی طرف لائیں، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی بے کراں وسعتوں سے آشنا کریں، تحریف شدہ مذاہب عالم کی ناانصافیوں سے نجات دے کر اسلام کے نظامِ عدل سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔

حضرت ربعی بن عامر نے یہ نہیں کہا "من ضیق الدنیا الیٰ سَعَةِ الآخرة" اگر وہ ایسا کہتے تو تعجب کی بات نہ ہوتی، اس لئے کہ اسلام کی ابتدائی تعلیمات میں یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی مساحتِ مکانی و مساحتِ زمانی، دونوں کی نعمتوں، لذتوں، عزتوں اور آزادی میں کوئی تناسب نہیں، لیکن انہوں نے ایسی بات کہی جس سے ایران کے قائدِ افواج (جو سلطنت کے دوسرے نمبر کی شخصیت تھی) کے دماغ پر چوٹ لگے اور وہ سوچنے پر مجبور ہو جائے "من ضیق الدنیا الیٰ سعتها" ہم تم کو دنیا کی تنگنائی سے نکال کر اس کی وسعتوں میں لے جانے کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

آئے ہیں، اس لئے کہ تم حقیقت میں ایک قفسِ زریں کے اسیر ہو، تم ایک ایسے بلبل ہو جس کو سونے کے پنجرے میں رکھ دیا گیا ہے اور جس کو راتب کی شکل میں دانا پانی دیا جاتا ہے، ہم اس لئے آئے ہیں کہ تم کو ان تنگیوں سے نکال کر لا محدود فضاؤں اور حقیقی آزادیوں سے آشنا کریں، اور مذاہب کی ناانصافیوں سے نکال کر اسلامی عدل وانصاف سے تم کو متعارف ومُستفید ہونے کا موقع دیں، ہم اپنے حال پر ترس کھا کر جزیرۃ العرب سے نہیں نکلے کہ باہر کی دُنیا جو مزے لوٹ رہی ہے ہم بھی اس میں اپنا حصہ لگائیں، ہم تمہارے حال پر ترس کھا کر نکلے ہیں کہ تم کو اس پنجرہ سے، تعیشات وعادات کی غلامی سے، خود ساختہ پابندیوں کے جال اور خدم وحشم کی محتاجی سے نکال کر خدائے واحد کی معرفت وطلب کے بے حدود وثغور عالم میں پہونچائیں، اور حقیقی آزادی سے لُطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کریں۔

حضرات! یہی دو رشتے اور رابطے تھے جو دینی اُمتوں کو عطا ہوئے تھے، ایک رشتہ تھا جو آسمانی تعلیمات سے مربوط کرتا تھا، خالقِ کائنات سے مربوط کرتا تھا، ایسی جگہ سے اس کو باندھتا تھا، جہاں سے شریعت آتی ہے، احکام ملتے ہیں، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ توحید کیا ہے، شرک کیا ہے؟ کیا کفر ہے کیا ایمان ہے؟ جنت کی طرف کون سا راستہ لے جاتا ہے اور جہنم کی طرف کون سا، اور ایک وہ دھاگا ہے جو انسانوں کو انسانوں سے، ایک اُمت کو دنیا کے تمام انسانوں بلکہ تقدیر انسانی سے وابستہ کرتا ہے، اور اقوام عالم کے حال و مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے، اور اقوام وملل کے صحیح طور پر زندگی گزارنے کی ذمہ داری سُپرد کرتا ہے۔

اب میں واقعات وحقائق، تجربہ ومشاہدہ، ماضی وحال کی تاریخ کی روشنی، طویل سیاحتوں اور سفروں اور تقابلی مطالعہ کی روشنی میں اس تلخ حقیقت کا (قدرے

www.abulhasanalinadwi.org

معذرت لیکن وثوق واعتماد کے ساتھ) اظہار کرتا ہوں کہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت جتنی مذہبی اُمتیں اور قومیں اور قدیم آسمانی مذاہب ہیں ان سب کا دھاگا آسمانی تعلیمات سے تقریباً ٹوٹ چکا ہے، اور اگر ہے بھی تو برائے نام ہے، اگر اس کو حرکت دی جائے یعنی مذہب کے نام سے اپیل کی جائے اور اس کا حوالہ دے کر اصرار سے کوئی بات کہی جائے تو اِس کا اندیشہ ہے کہ وہ رہا سہا دھاگا بھی ٹوٹ جائے، جس کا ان کو دعویٰ ہے، صرف ایک اُمت ہے، جس کا دھاگہ اس وقت تک آسمانی تعلیمات سے مضبوط اور بندھا ہوا ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا، وہ صرف اُمتِ مُسلمہ ہے، یہ اُمت اپنی ساری کمزوریوں کے ساتھ اب بھی شریعت کا احترام کرتی ہے، اس کے دل میں اب بھی اللہ کے نام کا ادب، اسکی عظمت، اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے، اب بھی یہ اُمت اس آسمانی کتاب کو سینہ سے لگائے ہوئے ہے، جو آخری پیغمبر کے ذریعہ اس کو ملی ہے، یہ اُمت ہے، جس کے لئے سب سے زیادہ سحر انگیز، سب سے زیادہ پُرکشش، سب سے زیادہ اس کے اعصاب پر، دل ودماغ پر اثر انداز ہونے والی چیز خدا کا نام ہے، آج بھی اس گئی گزری حالت میں روئے زمین پر صرف اُمتِ مسلمہ ہے جس کو صرف خدا کے نام پر بلایا جاسکتا ہے، جس کو خدا کے نام پر جگایا جاسکتا ہے، جس کو خدا کے نام پر اٹھایا جاسکتا ہے، آج بھی اس کے لئے خدا کا نام وہ اثر رکھتا ہے، جو کسی چیز میں نہیں ہے، دنیا کی وہ ساری قومیں، اور ملتیں جن کو دنیا کا محتسب بنایا گیا تھا، جن کے ذمہ نسلِ انسانی کی صلاح وفلاح کی ذمہ داری عائد کی گئی تھی، اور جن مذہبی پیشواؤں اور عالموں کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا، کہ وہ قافلۂ انسانی کو منزل سے ہٹنے اور بھٹکنے نہ دیں، ان سب کا رشتہ آسمانی تعلیمات سے تقریباً ٹوٹ چکا ہے، اور برائے نام رشتہ ہے بھی تو وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں محاذ آرائی کے لئے

ہے، ایسے موقع پر وہ قومیں مذہب کا نام استعمال کرتی ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آسمانی مذہب کی گرفت ڈھیلی ہی نہیں پڑی، بلکہ بالکل چھوٹ چکی ہے، ان قوموں کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ ان مذاہب کے ذریعہ انکی مرغوبات کو نہ چھڑایئے، آپ ان مذاہب کو ان کے امتحان کا ذریعہ نہ بنایئے، آپ ان مذاہب کو اپنے طریق زندگی کو بدلنے، اپنے تہذیب وتمدن کو تبدیل کرنے اور مرغوبات چھڑانے کی دعوت نہ دیجئے، اس وقت تک وہ قومیں اپنے اپنے مذہب کی پیرو ہیں، لیکن اگر آپ ان کو ان کے مرغوبات ومنافع سے دست بردار ہونے کے لئے ان کو مذہب کی دہائی دیں گے اور مذہب کا نام لیں گے تو وہ مذہب سے قریب ہونے کے بجائے اور دور ہو جائیں گی، بلکہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ مذہب سے باغی ہو جائیں، مذاہب کی گرفت ان انسانوں کے دل ودماغ سے چھوٹ ہی نہیں ٹوٹ چکی ہے۔

اب صرف ایک امت باقی ہے جس کا رشتہ کسی نہ کسی طرح حق کے ساتھ قائم اور آسمانی کتاب سے باقی ہے، حلال وحرام کے درمیان فرق کا اس کو احساس واقرار ہے، ایمان بالآخرۃ اس میں کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے، اس کو آج بھی جہنم کے نام سے ڈرایا جاسکتا ہے آخرت، جنت اور جہنم کا نام لے کر قدیم مذاہب میں سے کسی کو متحرک کر کے دیکھ لیجئے، آپ اس کو متاثر کیا متوجہ بھی نہیں کر سکتے، آپ اگر ان کے سامنے جنت کی تمام نعمتوں اور لذتوں کو کھول کر بیان کر دیجئے تو آپ ان کے چہرہ اور پیشانی پر خوشی ومسرت کی ہلکی سے ہلکی لکیر یا سایہ بھی نہیں دیکھیں گے، اگر آپ ان کے سامنے جہنم اور عذاب کی دھمکیوں کا ذکر کریں تو ان کے چہرہ پر ایک شکن بھی نمودار نہیں ہوگی، آنکھوں میں آنسو کا قطرہ تو بڑی چیز

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، پسینہ کا ایک قطرہ بھی ان کے بدن پر دکھائی نہ دے گا۔

دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ دوسری قوموں کا رشتہ آسمانی تعلیمات کے علاوہ نسلِ انسانی اور دنیا کے حال و مستقبل سے بھی ٹوٹ چکا ہے، صرف سیاسی ومعاشی فوائد ہی ان کی زندگی میں اہمیت و معنویت رکھتے ہیں، اور وہی اُن کو اُن سے مربوط رکھے ہوئے ہیں، صرف اقتدار اور سیاسی قوت و مرکزیت یا معاشی فراغت ور فاہیت ہی اُن کی زندگی کے لغت (DICTIONARY) میں ایک با معنی لفظ اور ایک مفہوم حقیقت ہے، اُن کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ نسل انسانی کس طرف جا رہی ہے دوزخ کی طرف جاری ہے یا جنت کی طرف، وہ خود پرستی وخود فراموشی، خودکشی وخود سوزی، انسان کُشی و آدم خوری کی طرف جا رہی ہے، یا انسان دوستی، امن پروری اور خیر سگالی کی طرف؟ ’’ہدایت‘‘ و ’’ضلالت‘‘ کے الفاظ جن کو آسمانی صحیفوں اور مذاہب نے فیصلہ کن حقیقتوں کی طرح استعمال کیا ہے، اور ان پر اپنی تعلیمات اور وعدوں کی بنیاد رکھی ہے، اِن قوموں کے لئے بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں، آج ان قوموں کا حال یہ ہے کہ آپ دنیا کی خدا فراموشی کا حوالہ دے کر ،بلکہ خدا سے بغاوت کا حوالہ دے کر اور اسکی مثالیں اور اس کے دل خراش اور لرزہ خیز مناظر دکھا کر متاثر نہیں کر سکتے، آپ یورپ جائیے اور ان سے کہئے کہ وھسکی (WHISKY) اور بیر (BEER) کی قیمت بڑھ گئی ہے، بلکہ نیند کی فلاں دوا کی قیمت بڑھ گئی ہے، تو یقین مانیے کہ ان کے نزدیک اس کی کہیں زیادہ اہمیت ہے، بہ نسبت اس بات کے کہ آپ ان سے کہیں کہ آپ کے ملک میں فسق وفجور بہت پھیل گیا ہے، لوگ خدا کو بھولتے جا رہے ہیں، تعیُّش اور جائز وناجائز طریقہ پر لذّت اندوزی اور مطلب برآری عام ہو رہی ہے، ان پر ان باتوں کا کوئی اثر محسوس نہ ہوگا،

www.abulhasanalinadwi.org

آج یورپ کا حال یہ ہے کہ خدا کو ناراض کرنے والے عمل، خدا کے عذاب کو دعوت دینے والے عمل، بلکہ نسلِ انسانی پر عذاب الٰہی نازل کرنے والے عمل کی کوئی اہمیت نہیں، درآمد برآمد (IMPORT AND EXPORT) کی رفتار وکیفیت اور اس کی ترقی وتنزلی سے امریکہ، روس، برطانیہ، جرمنی، فرانس کو دلچسپی ہے، ملک کی آمدنی میں اضافہ وکمی سے ان پر اثر ہوتا ہے، لیکن اگر آپ ان سے کہیں کہ گناہ بڑھ رہے ہیں، ظلم وجارحیت میں اضافہ ہورہا ہے، تو یہ بات اُن کے لئے بالکل ناقابلِ التفات ہے، اگر آپ ان سے کہیں اے علم وادب اور ذرائعِ ابلاغ کے ذمہ دارو! اے شاعرو اور ادیبو! اے یورپ کے اہلِ قلم! بڑے ڈرنے کا مقام ہے کہ دنیا ہلاکت وبربادی کی طرف جارہی ہے، دنیا میں ظلم وستم عام ہورہا ہے، سود کا جال پھیلتا جارہا ہے، دنیا محض تجارت کی ایک منڈی بن گئی ہے، جس میں صرف خریدار وگاہک کا وجود ہے، تو اس کی ہزار درجہ میں بھی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہوگی۔

اب صرف ایک اُمت رہ گئی ہے، جس کے نزدیک خالق ومخلوق اور ان کے باہمی ربط کے معنی باقی ہیں، اور ساری زندگی، (عقائد واعمال، باہمی تعلقات واخلاقیات، اور اقتصادیات وسیاست میں) اس کے تابع ہے، علامہ اقبالؔ نے ابلیس کے حوالہ سے ایک بہت بڑی عالمی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ جو اس نے ابلیسی مجلسِ شوریٰ کی صدارت کرتے ہوئے اپنے مُشیروں سے کہی تھی، اس اُمت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا ؂

ہر نفس ڈرتا ہوں اس اُمت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

احتسابِ کائنات کا فریضہ اس اُمت کے ذمہ کیا گیا ہے، دنیا کس طرف

www.abulhasanalinadwi.org

جارہی ہے، کیا رُجحانات کام کر رہے ہیں؟ اس کی فکر اسی اُمت کو ہونی چاہئے، یہ دین ان اصولوں اور تعلیمات پر مبنی ہے، اور اس شریعت پر مشتمل ہے جو ابلیسی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور "سدِّ سکندری" ہے۔

صدر مجلس ابلیسی اس دینِ محمدی و شرع اسلامی کی ان خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے (جو اس کے لئے چیلنج کا درجہ رکھتے ہیں) کہتا ہے ؎

الحذر آئینِ پیغمبر سے سوبار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما مرد آفریں

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
مُنعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

حضرات! ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے، اور جیسا کہ میں نے اس مجلس مذاکرہ کے خطبۂ صدارت میں کہا تھا کہ ہمارا کام ابھی ختم نہیں ہوا، ہم نے اس سے پہلے آزادیٔ ملک کے لئے سرفروشانہ و مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے، اب ہمیں اس ملک میں مصلحانہ و مفکرانہ ذمہ داریوں کو ادا کرنا چاہئے، ہم خدا کے یہاں مسئول ہیں، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اگر ہم بھی دنیا کی موجودہ قوموں کی طرح زندگی گزارتے رہے، اور کھانے پینے اور معاشی وسیاسی مفادات، اور صرف اپنے اور اپنے خاندانوں کی پرورش میں منہمک رہے تو یاد رکھئے کہ اللہ کے رسول ؐ کا دست مبارک ہوگا اور ہمارا گریبان، ہم سے دریافت کیا جائے گا کہ تمہاری موجودگی میں ملک میں کیوں خون خرابہ ہو رہا تھا، کیوں شراب خانے عام ہو رہے تھے، دنیا میں انسانی حقوق غصب کئے جارہے تھے، قوموں کو غلام بنایا جارہا تھا، انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کی کوئی قیمت نہیں تھی، تمہارے ہوتے ہوئے خدا کے احکام سے کھلی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی سرتابی کیسے کی جارہی تھی، تمہاری موجودگی میں یہ بہیمانہ و حیوانی تمدن کیسے فروغ پارہا اور پھل پھول رہا تھا، اور خدا فراموشی سکھارہا تھا، تمہاری موجودگی میں یہ فحش ادب کیسے گھر گھر پھیل رہا تھا، اور بے حیائی کی کھلی ہوئی تلقین کررہا تھا؟

میں صاف کہتا ہوں کہ آپ اپنی ساری کمزوریوں اور مشکلات و مسائل کے ساتھ اس ملک کو تباہی سے بچانے کی اب بھی صلاحیت رکھتے ہیں، دنیا کے فلاسفرس، دانشوروں، نکتہ آفریں و سحر انگیز ادیبوں اور اہلِ قلم کا میں احترام کرتا ہوں کہ میں خود علمی دنیا کا آدمی ہوں، لیکن اس احترام کے باوجود میں کہتا ہوں کہ یہ سب قابلِ احترام عناصر، گروہ، اشخاص، اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، اور کسی کو ملک و معاشرہ کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں، رحمۃ للعالمین کی اُمت کی موجودگی میں اس ملک میں جہیز کے نام پر بے گناہ و بے زبان لڑکیوں کو جلایا جائے، زبان کے مسئلہ پر ٹرینوں سے بے قصور و ناواقف مسافروں کو پکڑ پکڑ کر مارا جائے، اس ملک میں محض خیالی مفروضات پر یا مشکوک تاریخی واقعات پر امن وامان کو تباہ کیا جائے، اس ملک میں بجائے اس کے کہ امن وامان ہو، بجائے اس کے کہ انسان انسان کو دیکھ کر خوش ہو، انسان کے اندر انسان کو دیکھ کر نفرت کا جذبہ پیدا ہو، میں نے ناگپور کی ایک پریس کانفرس میں کہا تھا کہ "آپ اس ملک کے متعلق کیا رائے قائم کیجیے گا، جہاں انسان اپنے معصوم بچوں کو دیکھ کر خوش نہ ہو، ان معصوم اور شگفتہ کلیوں کو دیکھ کر بجائے بشاشت کے اس کے چہرہ پر فکر و پریشانی کی پرچھائیں اور سائے نظر آئیں، اور وہ جب گھر سے نکلے تو یہ سوچ کر نکلے کہ معلوم نہیں کب ہسٹریا اور فرقہ وارانہ جنون کی ایک لہر آئے اور جنون کا ایسا دورہ پڑے کہ ان معصوم کلیوں اور مسکراتے پھولوں کو مَسل کر رکھ دے" اور کیا فرقہ وارانہ فسادات میں ایسا نہیں ہوا؟

www.abulhasanalinadwi.org

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری شب میں اپنے مالک وخالق سے جو باتیں کرتے تھے، اور جن حقیقتوں کی گواہی دیتے اور اقرار فرماتے تھے، ان میں ایک جملہ یہ بھی سنا گیا کہ "أنَا شَهِيدٌ إنَّ العِبَادَ كُلَّهُمْ إخْوة" (میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں) آپ تمام مخلوق میں تنہا اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سارے انسان خدا کی مخلوق، سب خدا کے بندے اور ایک ہی انسانی کنبہ ہیں، پھر اس ملک کو ڈوبنے سے بچانے کی ذمہ داری سب سے زیادہ کس کے سر ہے؟ یہ خدا کی نعمت کی ناشکری ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ملک پر کسی شکل میں عذاب آئے، زن سوزی، خود سوزی کی شکل میں عذاب آئے، اور انسان کو مارنے، اور پیسے کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کی شکل میں عذاب آئے، سب کو یقین ہو کہ پیسے سے ہر کام کرلیا جاسکتا ہے، آج ملک کا کیا حال ہو گیا ہے؟ دفاتر میں، بسوں میں، ٹرینوں میں، بے تکلف مجلسوں میں، ہر جگہ روزمرہ حقیقت کے طور پر بے تکلف کہا جاتا ہے کہ پیسہ میں سب کچھ قوت ہے، اس سے ہر صحیح وغلط کام کرلیا جاسکتا ہے۔

کیا اُمتِ مسلمہ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ یہ بتائے کہ نہیں ایک ہستی ایسی بھی ہے، جس کو ساری سلطنتیں مل کر بھی خرید نہیں سکتیں، اور واقعی ایسا ہوا ہے، اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حکمراں عباسی خلیفہ منصور کے پاس ابنِ طاؤس بیٹھے ہوئے تھے، دوات ان کے پاس رکھی ہوئی تھی اُن سے خلیفہ نے کہا کہ ذرا دوات اٹھا دیجئے! ابنِ طاؤس نے اٹھانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اس بات کا اطمینان نہیں کہ آپ اس سے کیا لکھیں؟ اس لئے اس خطرناک اور مہم کام میں آپ کا مددگار نہیں بن سکتا۔

حدیث شریف میں آتا ہے :۔

أفضلُ الجهادِ كلمة حقٍ سب سے بڑا جہاد صاحبِ

عِندَ سلطانٍ جائرٍ. اقتدار کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے

آج صحافت (PRESS) نے سلطان جائر کی حیثیت اختیار کرلی ہے، اور اُس کو (HIS EXCELLENCY) بھی کہا جاتا ہے، آج سیاست کے میدان نے، الیکشن کے طریقِ کار نے، جمہوریت نے سلطانِ جائر کی حیثیت اختیار کرلی ہے، ان کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے کتنے ہیں؟ آپ یاد رکھئے طرز عمل کا بڑا اثر ہوتا ہے، سارا انڈونیشیا، اور ملیشیا مسلمان تاجروں اور بے لوث داعیانِ دین کے خلوص وکردار اور طرزِ عمل سے مسلمان ہوگیا، انہوں نے ایک نیا تجربہ کیا کہ مسلمان تاجر دیانتدار ہوتا ہے، کوئی شخص اس کی دوکان سے سامان خرید کر لے گیا، وہ تاجر خریدار کو ڈھونڈتا اور تلاش کرتا پھرتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ میرے فلاں سامان میں فلاں خرابی تھی، وہ سامان واپس کرکے اپنی قیمت لے لیجئے، تاریخ بتاتی ہے کہ ایک بھی مسلمان سپاہی وہاں نہیں گیا، سپاہیوں اور فوجی خدمت کرنے والوں کا حال یہ تھا، جن کے متعلق حالیؔ کا یہ کہنا برمحل ہوگا کہ ؎

سزاوار ہے اُن کو جو نا سزا ہے

جب ایران کا عظیم الشان ملک فتح ہورہا تھا اور وہاں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آرہے تھے، تو ایک غریب مسلمان کے ہاتھ شہنشاہ کسریٰ کا تاج لگ گیا، جس کی قیمت اس وقت لاکھوں روپے تھی، آج کے حساب سے تو کئی ارب روپے اس کی قیمت لگے گی، وہ مسلمان سپاہی جس نے شاید صبح کا ناشتہ بھی نہ کیا ہوگا، اس کو اپنے دامن میں چھپا کر قائد لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس

www.abulhasanalinadwi.org

لے گیا، اور اُن کے سپرد کردیا، اُن کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں، جو لاکھوں کی مالیت کو ہاتھ نہیں لگاتے، اگر یہ چھپا کر گھر لے جاتا تو کون پوچھتا اور کس کو معلوم ہوتا؟ امیر لشکر نے نام پوچھا تو اس نے کہا کہ "میں نے جس کے لئے یہ کام کیا وہ میرا نام جانتا ہے" اور سلام کر کے رخصت ہوا، اس کے پیچھے ایک آدمی بھیجا جاتا ہے کہ وہ کس قبیلہ کے خیمہ میں جاتا ہے، تب جاکر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کون اور کس قبیلہ کا آدمی تھا، اگر دفاتر میں ہیں تو، کارخانوں میں ہیں تو، بازاروں میں ہیں تو، آپ اپنا امتیاز ثابت کیجئے:-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ. (سورۂ انفال. ۲۹)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے دے گا اور تمہارے گناہ دور کردے گا۔

تم اگر اللہ سے شرم ولحاظ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک امتیازی شان عطا فرمائے گا، ایک نور عطا فرمائے گا جو آگے آگے چلے گا اور بتائے گا کہ یہ مسلمان جارہا ہے، انگلیاں اٹھیں گی یہ مسلمان جارہا ہے، آج برملا یہ کیوں نہیں کہا جارہا ہے کہ انصاف دوستی، انصاف پسندی، اور ہمدردی دیکھنا ہو تو کسی مسلمان کو دیکھو، وہ غریبوں کی مدد کر رہا ہے، یتیموں کو سہارا دے رہا ہے، بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کر رہا ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر رہا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کے تصور کے ساتھ اخلاق کا تصور آئے، حب الوطنی اور انسان دوستی کا تصور آئے، اور آپ کے ہوتے وہ کشتی جس پر آپ خود سوار ہیں، اور ملک ہی کا نہیں آپ کا صدیوں کا تہذیبی، علمی ثقافتی، دعوتی اور تاریخی بیش قیمت سرمایہ ہے جس پر بہترین

www.abulhasanalinadwi.org

ذہانتیں، انسانی توانائیاں، اور خلوص وصداقت اور اخلاق وروحانیت کا جوہر صَرف ہوا ہے، رکھا ہوا ہے، وہ ڈوبنے نہ پائے۔

یہی نہیں بلکہ اس عہد میں اور خدائی وسیع دنیا میں اور دور و قریب ممالک میں (جہاں آپ کے دینی بھائی کسی تعداد میں رہتے ہیں، یا آپ وہاں اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں) سچی خدا پرستی، انسان دوستی، ہدایتِ خلق اور دعوت الی اللہ کی آواز بلند ہوتی رہے، اور دنیا اس ازلی وابدی سبق کو جس کو اس کے پیغمبر اپنے اپنے وقت میں اور آخر میں اس کے آخری پیغمبر خاتم النبیین ﷺ ہمیشہ کے لئے لے کر آئے اور اُن کی اُمت کے داعی اور اُن کے نائب اپنی اپنی طاقت کے مطابق پہنچاتے رہے، یکسر فراموش نہ ہونے پائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنا دیا ایک اُمتِ عادل تا کہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر۔

(سورة البقر ۔ ۱۴۳)

یہ ہے اُمتِ مسلمہ کی دوہری ذمہ داری، جس کو ادا کرنا اور اس سے عُہدہ برآ ہونا، اس کا دینی، انسانی اور اخلاقی فرض ہے، اور جس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

☆☆☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

عصر جدید کا چیلنج

اور

اس کا جواب

۱۲/اگست ۱۹۷۲ء کی شب دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث کے وسیع ہال میں مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ کو خطاب کیا، جلسہ کی صدارت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی، جلسہ میں متعدد ارکان شوریٰ، بڑے اساتذہ اور اہتمام کے متعدد ذمہ دار شریک تھے، طلبہ بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر جدید کا چیلنج

اور

اس کا جواب

خطبۂ مسنونہ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد:

جناب صدر! عزیز طلبہ!

دیرینہ و عزیزانہ روابط

دار العلوم طلبہ کے سامنے کچھ عرض کرنا عزت و مسرت کی بات بھی ہے، اور ذمہ داری و مسئولیت کی بھی، مجھے مختلف اداروں، اور دانش گاہوں، یونیورسٹیوں سے لیکر عربی مدارس تک کے طلبہ سے عرض و معروض کرنے کا موقع ملا ہے، لیکن بلا تکلف عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے سامنے کچھ کہنے میں بڑی ذمہ داری محسوس ہوتی ہے، میں اس اعزاز اور اعتماد کی جس کا آپ نے اظہار کیا ہے، قدر کرتا ہوں، میں خدا کے سامنے سجدہ ریز، اور ثناخواں ہوں کہ جو کبھی یہاں طالب علم کی حیثیت سے حاضر ہوتا تھا، اور اپنے لئے اس کو بڑی

www.abulhasanalinadwi.org

سعادت کی بات سمجھتا تھا، اس کو اس وقت خطاب کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، ابھی شاید یہ وفا شعار اور درد آشنا سرزمین مجھے بھولی نہ ہوگی، میں اس سعادت اور توفیق پر بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں، کہ اس نے مجھے یہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی زندگی میں طالب علمانہ اور نیاز مندانہ حاضری، اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، میں اس کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت سمجھتا ہوں، اور اس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی امیدیں رکھتا ہوں۔

میں اس بات پر جتنا فخر کروں کم ہے، لیکن میری نیاز مندی کی تاریخ اس سے زیادہ وسیع اور طویل ہے، کئی پشتوں سے میرا تعلق اس درسگاہ عالی مقام سے رہا ہے، یہاں کی زمین ان لوگوں کے آنسوؤں سے نم، اور یہاں کی فضا ان کی دعاؤں، اور آہوں سے اب بھی معطر ہوگی، جو قافلہ بنا کر اس سرزمین سے گزرے۔

مجھے اس اعزاز اور اس ذمہ داری دونوں کا احساس ہے، لیکن میں اپنے آپ کو آپ لوگوں سے الگ نہیں سمجھتا، میں پہلے بھی طالب علم تھا، اب بھی طالب علم ہوں اور طالب علم ہی رہنا چاہتا ہوں، میری زندگی علم اور طالبان علم کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے، میں آپ سے انہیں الفاظ میں جو کبھی زبان نبوت سے حضرات انصار، اور اہل مدینہ کے لئے نکلے تھے، کہہ سکتا ہوں کہ :-

المحیا محیا کم، والممات مماتکم جینا بھی تمہارے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

خدا میری یہ دعااور آرزوپوری کرے۔

درالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل محرک، حمیت دینی

طلبائے عزیز: آپ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم ہیں، میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کے درسگاہ کی بنیاد کس چیز پر پڑی ؟ آپ کی درسگاہ کا طرۂ امتیاز کیا ہے ؟ یقیناً آپ کے پاس اس کے لئے بڑے بڑے معقول اور نا قابل تردید جوابات ہونگے، اگر آپ کہیں کہ علم پر اس کی بنیاد پڑی تو کون اسکا انکار کر سکتا ہے ؟ آپ اگر کہیں کہ اخلاص پر اس کی بنیاد پڑی تو کون اس کی تردید کر سکتا ہے ؟ اگر آپ کہیں کہ احیائے سنت اور مخالفت بدعت پر، یا علم حدیث کی ایک خاص طرز کی خدمت پر اس کی بنیاد پڑی تو اس میں بھی کسی اختلاف کی گنجائش نہیں، یہ ساری چیزیں قابل صد احترام ہیں، اور ان ہر جتنا فخر کیا جائے کم ہے، لیکن یہ وہ چیزیں ہیں، جن مین ہندوستان کے اکثر دینی مدارس دارالعلوم کے شریک ہیں، مرتبہ و مقام کا فرق ضرور ہوگا، لیکن مدارس عربیہ کی بنیاد عام طور پر انھیں مقاصد پر رکھی گئی ہے، انھیں کی طرف ان کا انتساب ہے، اور یہی ان کی حقیقی قدر و قیمت ہے۔

لیکن جس امتیاز پر آپ کے مدرسہ کی بنیاد پڑی، اور جو اس کا حقیقی سنگ بنیاد ہے، ﴿وہ سنگ بنیاد نہیں جو اہل ثروت اور اہل وجاہت سے رکھوایا جاتا ہے، اور جس کے لئے بڑے بڑے جلسے، اور تقریبیں منعقد کی جاتی ہیں﴾ وہ دین کی حمیت، اور اسلام کی حفاظت کا جذبہ تھا، یہ ہے اس دارالعلوم کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز۔

مغربی تہذیب، اور مغربی تعلیم کے خطرے کا مقابلہ

اس وقت جبکہ ہندوستان پر ایک نئی تہذیب کا حملہ، اور یہاں ایک نئے

دور کا آغاز ہو رہا تھا، اس وقت دارالعلوم کی بنیاد پڑی، دارالعلوم کی بنیاد در حقیقت اس احساس پر تھی، کہ اب ہندوستان میں جو دور آنے والا ہے، وہ ایمان بالغیب کا دور نہیں ہوگا، وہ دور محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو' دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل،، سمجھنے کا دور نہیں ہوگا، اس دور کی بنیاد ختم نبوت اور اس عقیدہ پر نہیں ہوگی کہ آپ آخری پیغمبر، اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، بلکہ اب جو دور شروع ہو رہا ہے، اس کی بنیاد مادی زندگی کو اصل ماننے اور محسوسات و ظواہر کی پرستش پر ہوگی۔

صحیح میدان عمل کا انتخاب

اس وقت جبکہ سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا تھا، اس وقت کے روشن ضمیر علماء نے اس حقیقت کو سمجھا کہ اس دم توڑتی ہوئی قوت میں جان ڈالنے میں اپنا وقت صرف کرنا، اور اس ٹمٹماتے چراغ کو جس کا تیل ختم ہو گیا ہے، اور بتی جل گئی ہے، دوبارہ بھڑکانا نہ صرف مشکل، بلکہ لاحاصل کام ہے، اس لئے کہ کسی ایسے خشک درخت کو جو زندگی کی صلاحیت سے محروم اور قائم نہیں رکھا جا سکتا، گویا ان کے سامنے فلسفی مورخ ابن خلدون کا یہ حکیمانہ مقولہ تھا "إن الهرم اذا نزل بالدولة لا يرتفع" ﴿جب کوئی سلطنت بوڑھی اور از کار رفتہ ہو جاتی ہے تو پھر اس کو از سر نو جوان نہیں کیا جا سکتا﴾ وہ یہ سمجھتے تھے کہ کوئی بڑی سی بڑی مسیحائی کسی جاں بہ لب ادارہ کو جو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے، زندہ نہیں رکھ سکتی، انہوں نے اپنی صلاحیتوں اور وسائل کا دیانتدارانہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ لیا، اور اپنی طاقتوں کو سوچ سمجھ کر اسلامی تہذیب، اور اسلامی علوم کی حفاظت کے مقصد پر مرکوز کر دیا، ان کو یقین تھا کہ ہم کو رسول ﷺ کے ذریعہ زندگی کا جو آئین دیا گیا

ہے، اور جو کتاب عطا کی گئی ہے جو قانونِ شریعت ملا ہے، ہمیں جس تہذیب کا وارث بنایا گیا ہے، ہمیں جو محکمات اور اصول عطا کئے گئے ہیں، ان کے لئے بہار وخزاں، جوانی اور بڑھاپے، ترقی اور تنزل، تغیر و تبدل، اور موت وحیات کا یہ قانون طبعی نہیں، جو ساری کائنات میں کارفرما ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (سورۂ حٰم سجدہ. ۴۲)

اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے، اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (خدا) کی اتاری ہوئی ہے۔

اس کی حقیقت ہے :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (سورہ المائدہ . ۳) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اس کے دوام اور بقاء کی ضمانت اور اعلان ہے، انھوں نے ساری طاقت علوم اسلامیہ کی حفاظت اور اس تہذیب کو نہ صرف اپنی جگہ برقرار رہنے، بلکہ اس کے دائرہ کو وسیع کرنے اور زندگی سے اس کا ربط قائم رکھنے پر صرف کر دی، توفیق الٰہی کی یہ خاص یاوری اور دستگیری تھی کہ انھوں نے اپنی جد وجہد کے لیے صحیح میدان کا انتخاب کیا، یہاں پر ایک لغزش سیکڑوں برس پیچھے ڈال سکتی تھی، اور پھر کبھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا اصل امتیاز

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی، اور ان کے عالی مقام رفقاء

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہ کے اندر جو جذبہ کار فرما تھا، وہ حمیت اسلامی کا جذبہ تھا، اسی نے ان سے اس دار العلوم کی بنیاد رکھوائی، مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو دینی علوم میں اجتہاد کا مقام حاصل تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کلام، اور معارف الٰہیہ میں دیدہ وری، اور نکتہ سنجی کی غیر معمولی دولت سے نوازا تھا، جس کی شاہد ان کی کتابیں "آبِ حیات" "تقریرِ دل پذیر" اور "حُجّۃ الاسلام" ہیں، لیکن ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حمیت اسلامی کے جوہر سے حصۂ وافر عطا فرمایا تھا، اور اللہ نے ان کو ایک بے چین روح، اور ایک مضطرب دل عطا فرمایا تھا، وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ہندستان جس پر ہمارے اسلاف کی بہترین صلاحیتیں صرف ہوئی ہیں، اور جس نے اسلام کی خدمات اور دینی علوم کے میدان میں وہ کارنمایاں انجام دیئے جن کی نظیر بڑے بڑے اسلامی ملک نہیں پیش کر سکتے، تاریخ کے پچھلے دور میں وہ مسلمانوں کی ذہانت، ان کی قوت اجتہادی، ان کی اولوالعزمی، اور حوصلہ مندی کے اظہار کا سب سے بڑا میدان رہا ہے، اس نے علوم اسلامیہ کی خدمت میں حصہ ہی نہیں لیا، بلکہ انمیں اضافہ کیا ہے، اس نے اسلامی کتب خانوں کو بعض وہ کتابیں دیں جن کی مثال اسلام کی پوری علمی تاریخ میں نہیں ملتی، کیا اس وسیع ملک کو اس آسانی کے ساتھ مغربی تہذیب کی تحویل، اور اس کے علم برداروں کے چارج میں دے دیا جائے؟ کیا ہم اپنی ان آنکھوں سے دیکھیں کہ مسلمان خاندانوں کے نونہال، صدیقی، فاروقی، علوی، عثمانی، اور سادات و شیوخ کے گھرانوں کے چشم و چراغ، جن کے اسلاف کرام کی کوششوں کی بدولت لاکھوں انسانوں کو اسلام کی ہدایت، اور علم کی دولت نصیب ہوئی، جنھوں نے اسلام کے چراغ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا، اور بڑی بڑی

www.abulhasanalinadwi.org

آندھیوں اور طوفانوں میں بھی اس دوگل ہونے نہ دیا، اسلامی تہذیب و معاشرت، اور سنت و شریعت سے رشتہ توڑ کر خالص مادہ پرست انگریزوں کے قبضے میں چلے جائیں، اور وہ ان کو اپنی نئی تہذیب و تعلیم کے سانچہ میں ڈھال کر مسلمانوں، یا صحیح الفاظ میں دنیاداروں کی ایک نئی نسل تیار کر دیں، جس کو نام اور قومیت کے سوا کسی چیز میں سابق نسل سے کوئی مناسبت اور مشابہت نہ ہو؟ یہ سوال تھا، جو مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے سامنے ایک مسئلہ بن کر کھڑا ہو گیا، یہ مسئلہ محض ایک مدرسہ، اور تعلیم گاہ کے قیام کا نہیں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند کے حق میں ''ازالۂ حیثیتِ عرفی'' کا جرم ہوگا، اگر کہا جائے کہ دارالعلوم چند مخصوص کتابوں کے پڑھنے پڑھانے، اور درس و تدریس کے ایک مرکز کی حیثیت سے قائم ہوا تھا، اس سے بڑھ کر اس کے بانیوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہو سکتی، ایسا کہنے والوں کو ان بزرگوں کی روحوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، جس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ محض ایک مدرسہ ہے، تو حضرت شیخ الہند تڑپ اٹھتے تھے، ان کے نزدیک یہ اسلام کا ایک قلعہ، اس کے داعیوں اور مجاہدوں کی تربیت کی ایک چھاؤنی، اور سلطنت مغلیہ کے گل ہونے والے چراغ کا بدل بلکہ نعم البدل تھا۔

بس مولانا محمد قاسمؒ کے سامنے اصل مسئلہ یہی تھا کہ کیا ہندستان کو ان مغربی غارتگروں کے ہاتھ میں دے دیا جائے؟ کیا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہیں، کہ ہمارے جگر کے ٹکڑے، جنھوں نے ہمارے خون جگر سے پرورش پائی، جن کی رگوں میں علماء اور اولیاء کا خون دوڑ رہا ہے، ان کالجوں اور یونیورسٹیوں کے قبضے میں چلے جائیں، اور مغربی تہذیب اور تعلیم کے سائے میں پروان چڑھ کر، اور ہم

www.abulhasanalinadwi.org

سے مکمل طور پر بیگانہ و نا آشنا ہو کر نکلیں؟ انھوں نے انگریزی حکومت کے اس چیلنج کو قبول کیا، اور بالکل اپنے جد امجد صدیق اکبرؓ کی زبان میں یہ کہا کہ :۔

"اینقص الدین و أنا حي" کیا خدا کے دین میں میرے جیتے جی کتر بیونت کیجا سکتی ہے۔

ان کی صحیح ترجمانی یہی فقرہ کرتا ہے، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے حضرت ابو بکرؓ کی زبان سے نکلا تھا، اس فقرہ نے تاریخ کے دھارے کو بدل دیا، اور زمانہ کی کلائی موڑ دی تھی، یہ ایک مختصر سا فقرہ نہیں، ایک دور کا عنوان، اور ایک تاریخ کا خلاصہ ہے، اگر صدیق اکبرؓ کی کوئی سیرت و سوانح نہ لکھی جاتی تو یہی ایک فقرہ ان کی مکمل سیرت و سوانح بن سکتا تھا، یہ ایک الہامی فقرہ تھا، جو ان کی زبان سے نکلا، ایک شیر تڑپ کر، جست لگا کر دہاڑتا ہے، جس سے سارا جنگل کانپ جاتا ہے، اس سے زیادہ جلال وصولت اور اس سے زیادہ شجاعت و غیرت اس فقرہ میں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ دار العلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے بانیوں کی جو چیز رہنمائی کر رہی تھی، وہ یہی احساس تھا، ان کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا وہ صرف و نحو کی تعلیم اور علوم عالیہ و آلیہ کی مجرد تدریس کے لئے مرکز قائم کریں، اس کے لئے مصر کا جامع ازہر، تیونس کا جامعہ زیتونہ، مراکش کا جامعہ القرویین، اور ہندوستان کے کئی بڑے بڑے مدارس موجود تھے، ان کے ٹکر کا کوئی مدرسہ قائم کرنا اور اس بے سر و سامانی کی حالت میں محض تعلیم و تعلم کے لئے کوئی دانشمندانہ فعل اور کوئی جرأت مندانہ اقدام نہ تھا۔

غیر منقطع رشتہ اور ناقابل شکست عہد

یہی دینی حمیت تھی، جس نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو بے چین بنا رکھا تھا، اور انھوں نے مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ نے ایک بہت محدود اور غیر محسوس طریقہ پر کام کا آغاز کیا، جس کا احساس اس زمانہ کے اچھے اچھے صاحب نظر لوگوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھی شاید نہ ہوا ہو، لیکن اس کا مقصد بہت عظیم تھا، وہ مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرت، علوم دینیہ، اور شریعت اسلامیہ کے لئے ایک قلعہ تعمیر کریں اور اس دعوت کو متعدی بنائیں۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الزخرف ۲۸) اور یہی بات اپنی اولاد پیچھے چھوڑ گئے تاکہ (خدا کی طرف) رجوع کریں۔

ان کی تمام کوششوں کا ماحصل اور مطمح نظر صرف یہ تھا کہ اس ملک کے مسلمان جب تک زندہ رہیں، ان کا رشتہ ملت ابراہیمی، اور شریعت محمدی سے استوار رہے، وہ اسی دین و آئین کے پابند ہوں جو خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے و آلہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو ملتا ہے، اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوں تو وہ اسی دین کے وفادار اور حلقہ بگوش ہوں، یہ گویا اسی وصیت اور عہد نامہ کی تعمیل تھی، جس کا قرآن شریف میں تذکرہ ہے:۔

وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. ﴿سورۃ البقر. ۱۳۲﴾

نیا زمانہ، نئے فتنے

عزیزان گرامی! آپ کی درسگاہ کی بنیاد حمیت اسلامی پر پڑی، آپ کی درسگاہ کی بنیاد زمانہ کے چیلنج کے قبول کر لینے پر پڑی، اب زمانہ کے نئے چیلنج کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے، کم سے کم دارالعلوم دیوبند، اور ندوۃ العماء کے لئے اس چیلنج کو نظر انداز کرنے کا کوئی جواز نہیں، اس لئے کہ ان کی بنیاد ہی زمانہ کے چیلنج کو قبول کرنے پر پڑی تھی، مغربی تہذیب اور معاشرت، اور انگریزی تعلیم جس کے ساتھ کسی قسم کی مذہبی رہنمائی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا انتظام نہیں تھا، اس زمانہ کا

www.abulhasanalinadwi.org

فتنہ تھا۔

لیکن فتنے کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، اور ایک ہی فتنہ ہمیشہ نہیں ہوتا، نئے نئے فتنے سر اٹھاتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے نئے نئے خطرے سامنے آتے ہیں جاہلیت نئے نئے روپ میں سامنے آتی ہے اور بڑے دم خم کے ساتھ میدان میں اترتی ہے، اقبال نے غلط نہیں کہا تھا ؎

اگرچہ پیر ہے مومن، جواں ہیں لات ومنات

بڑی خطرناک بات ہے کہ لات ومنات یعنی باطل طاقتیں، اور جاہلیت قدیم تو زندگی اور جوش وخروش سے بھرپور ہوں، اور مومن میں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا وارث اور نائب ہے کہنگی اور فرسودگی، پستی اور افسردگی، کنارہ کشی اور پسپائی کی ذہنیت پیدا ہو جائے، لات ومنات نئے دم خم کے ساتھ، نئی امنگوں اور ولولوں کے ساتھ، نئی تیاریوں اور نئے طریقوں کے ساتھ، نئے نعروں اور نئی للکاروں کے ساتھ میدان میں آئیں اور مومن پر موت کی نیند طاری ہو جائے، اس کے قویٰ میں افسردگی، اور اضمحلال پیدا ہو جائے، وہ زندگی کے میدان سے فرار اختیار کر کے یا کنارہ کش ہو کر کسی گوشۂ عافیت کو تلاش کر لے، وہ اپنی زندگی کے دن گذار سکے، اور لات ومنات خم ٹھونک کر میدان میں کھڑے ہوں، اور دعوت مبارزت دے رہے ہوں۔

عہدِ جدید کا فتنۂ کبریٰ

حضرات! اس زمانہ کا فتنہ اور چیلنج کیا ہے؟ اس زمانہ کا چیلنج یہ ہے کہ اسلام کو اس کی جداگانہ تہذیب، اس کی مخصوص معاشرت، اس کے عائلی قانون، اس کے نظام تعلیم، اس کے زبان وادب، اور رسم الخط، اور اس کے پورے ورثہ سے الگ

www.abulhasanalinadwi.org

کردیا جائے، اور اسلام چند عبادات، اور چند رسوم و تقریبات کا (جو بعض مذاہب کا کل سرمایہ، اور بعض قوموں کا واحد مذہبی نشان ہے) مثلاً شادی اور غمی میں کیا ہونا چاہئے، مردے کو کس طرح آخری مرحلہ سے گذرا جائے وغیرہ وغیرہ بس اسلام انہیں مذہبی و معاشرتی رسوم (RITES) کا مجموعہ بن کر رہ جائے، میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہو، لیکن پھر بھی اندازہ ہے کہ شاید ابھی یہ مرحلہ دور ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں سے کہا جائے کہ آپ کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، آپ کو کوئی خاص عقیدہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں، آپ روزہ نہیں رکھ سکتے، آپ زکوٰۃ نہیں دے سکتے لیکن وہ مرحلہ ضرور آگیا ہے کہ مسلمانوں سے اشارے اور کنایہ سے، اور کبھی کبھی صاف کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی رضا اور رغبت سے اپنی جداگانہ تہذیب اور ہر اس چیز سے بے تعلقی اختیار کرلیں جو ان میں ایک الگ ملت، اور ایک مستقل تہذیب کا وارث ہونے کا احساس پیدا کرتی ہے، وہ خود ہی اعلان کر دیں کہ ہم کسی جداگانہ تہذیب کے حامل نہیں، وہ خود اپنے عائلی قانون (پرسنل لا) میں اصلاح و ترمیم کا مطالبہ کریں، اور اپنے لئے وہی یکساں قانون پسند کریں جو سارے ملک کے لئے نافذ ہو، وہ اپنے تمام تعلیمی مرکزوں کو جو انھوں نے اپنی پسند و ضرورت کے مطابق قائم کئے تھے، حکومت کی تحویل اور انتظام میں دے دیں، اور ان کے نظم و نسق سے خود دست بردار ہو جائیں، تاکہ ان سے ایک ہی طرح کے ماڈل تیار کئے جائیں جو اس سیکولر اور اشتمالیت پسند ملک سے ہم آہنگ ہو، حکومت اسلام کی مخالف نہیں، اور اس کو اسلام کے ختم کرنے کے کام سے کوئی دلچسپی نہیں، اس کو تو اس پر فخر ہے کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی مسلم برادری یہاں آباد ہے، اس کو آباد رہنا، اور پھلنا پھولنا چاہئے، اس سے بڑے بڑے کام لئے

جاسکتے ہیں، اور بین الاقوامی، اور سیاسی موقعوں پر اس کو ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، آج صاف صاف کہا جارہا ہے، کہ اگر مسلمانوں کو اس ملک میں رہنا ہے، تو ان کو قومی دھارے میں بہنا چاہئے، اور قومی دھارے کے معنی یہ ہیں کہ آپ تمام تشخصات سے دست بردار ہو جائیں، آج کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمان رہو، تمہیں کوئی نہیں ٹوکتا، یہ فرقہ وارانہ فسادات تو ایک مریض کی ہذیانی کیفیت، اور ہسٹریا کا ایک دورہ ہے، جو ہمیشہ نہیں رہے گا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ بہت کم ہو گئے ہیں، اور میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ وہ اور بھی کم ہو جائیں گے، میرے نزدیک یہ اصل خطرہ نہیں، اصل خطرہ نسل کشی کا نہیں، معنوی ارتداد کا ہے، ذہنی و تہذیبی ارتداد، اس خطرہ کو دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے لئے کسی بڑی فراست، اور دور بینی کی ضرورت نہیں، یہ تو دیوار کا نوشتہ ہے، جس کو ہر ایک پڑھ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جن کو آنکھیں دی ہیں، وہ صاف دیکھ رہے ہیں، کہ آج علی گڑھ کا معاملہ ہے، کل دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء، کی باری آسکتی ہے، وقت اور حالات کا مسئلہ ہے، اور اس کا انحصار اس پر ہے کہ ہم علی گڑھ کے مسئلہ پر کتنی زندگی اور بیداری اور کتنی غیرت اور خودداری کا ثبوت دیتے ہیں۔

دینی بدعات اور منکرات سے نبرد آزما ہونے والوں کے اخلاف کی ذمہ داری

عزیز طلبہ! آپ کے اسلاف وہ تھے، جنھوں نے بدعات کے ساتھ ادنیٰ مصالحت گوارہ نہیں کی، آپ کے اسلاف نے آج تک مولود کے قیام کی اجازت نہیں دی، کتنے رسوم اور طریقے ہیں، جو مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہو گئے، اور

انھوں نے مذہبی فرائض، اور دینی شعائر کی حیثیت اختیار کرلی ہے، لیکن آپ کا جس مکتب خیال اور مسلک سے تعلق ہے، اسکے علماء نے ان کی ہمیشہ مخالفت کی، اور ان کو بدعت اور بے اصل بتایا، اس کی ان کو معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بہت بڑی قیمت اداکرنی پڑی، ان کا مقاطعہ کیا گیا، ان کو مسجدوں سے نکالا گیا، ان پر کفر وضلالت کے فتوے لگائے گئے، وہ بہت سے دنیوی مفادات، اور لذتوں سے محروم رہے، لیکن انھوں نے ان چیزوں کے ساتھ ذرا بھی رواداری نہیں برتی، اور کسی مداہنت اور مصلحت کوشی سے کام نہیں لیا، میرا خود اسی کیمپ سے تعلق ہے، جو شرک وبدعات کے مقابلہ میں سر بکف رہا ہے، بلکہ میرا تعلق اس خاندان سے ہے، جو اس سلسلہ میں بہت آگے رہا ہے، اور جو شرک وبدعت کے معاملہ میں زیادہ ذکی الحس واقع ہوا ہے، میرا نسبی وروحانی اور ذہنی تعلق حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے ہے، جنھوں نے اس ملک میں احیاء توحید اور سنت کی دعوت کا علم بلند کیا، اور اس کے لئے جان کی بازی لگادی اگر میری جرأت معاف کی جائے تو میں کہوں کہ آپ کے کیمپ میں بھی یہ خیال اور یہ دعوت وحمیت اسی کیمپ سے آئی ہے، اس لئے مجھے یہ پوری تاریخ عزیز ہے، میں اس پورے ورثہ کو سینہ سے، بلکہ آنکھوں سے لگاتا ہوں، نہ اس پر شرمسار ہوں، اور نہ اس سے دست بردار، میری تمام تحریریں، میری حقیر کاوشیں، اور کوششیں سب اسی ورثہ کی حفاظت اس کی تبلیغ واشاعت، اور اس کی بازیافت میں صرف ہوئی ہیں۔

میں کہ مری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

میرے کوتاہ قلم نے "**دعوت وعزیمت**" کی داستان تفصیل

www.abulhasanalinadwi.org

سے بیان کی ہے، اور اس موضوع پر ہزاروں صفحات سیاہ کئے ہیں مجھ پر ان کتابوں کے مصنف کی حیثیت سے بھی ذمہ داری ہے کہ میں آپ کا احتساب کروں۔

آپ ان اسلاف کے نام لیوا ہیں جنھوں نے دین میں ادنیٰ تحریف، اور مسلمانوں کے ادنیٰ انحراف کو برداشت نہیں کیا، آج معاملہ بدعات کا نہیں، آج معاملہ انگریزی تعلیم کا نہیں، آج معاملہ ایک طرف شرک جلی، اصنام پرستی، اور دیومالائی عقائد (میتھالوجی) کا ہے، آج معاملہ برہمنی تہذیب اور ہندو معاشرت کے قبول کرنے کا ہے، دوسری طرف آج معاملہ مکمل لادینیت اور کمیونزم کے قبول یا رد کرنے کا ہے، آج معاملہ ایک ایسی قوم کی حیثیت اختیار کرنے کا ہے، جس کی ساری وفاداریاں وابستگیاں اس خاک کے ساتھ ہوں، جن سے ہمارے ظاہری جسم کا خمیر اٹھا ہے، اسی کے لئے جینا اور مرنا ہو، آج کا چیلنج اور آج کا خطرہ پچھلے تمام چیلنجوں، اور خطرات سے زیادہ سنگین ہے، اور اس کے قبول کرنے کے لئے کہیں زیادہ جرأت، کہیں زیادہ ایمان اور استقامت، اور کہیں زیادہ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔

موجودہ انقلاب کی برق رفتاری وہمہ گیری

پہلے انقلاب بڑی سست رفتاری، اور آہستہ خرامی کے ساتھ آتا تھا، جیسا زمانہ تھا، ویسا ہی انقلاب بھی، وہ بیل گاڑیوں، ہاتھیوں اور اونٹوں، اور زیادہ سے زیادہ تیز رفتار گھوڑوں کا زمانہ تھا، اس وقت انقلاب انہیں سواریوں کی رفتار سے آتا تھا، پھر ریل چلی، انقلاب ریل پر سفر کر کے آنے لگا، ہوائی جہاز چلے، انقلاب کی رفتار تیز ہوئی، اب انقلاب ایٹمی انرجی استعمال کرتا ہے، آواز سے زیادہ تیز جہازوں، اور ریڈیو، اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ دم کے دم میں گھر گھر پہونچ جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جمہوریت و حکومت کے دائرہ کی وسعت

آج ,,سلطانی جمہور،، کا زمانہ ہے، ہمارے اوپر پارلیمنٹ کی حکومت ہے، اور اس کو آئین سازی کا پورا اختیار، پھر حکومت کا دائرہ پہلے کی طرح دفاع، امن قائم کرنے اور ٹیکس وصول کرنے تک محدود نہیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں اور تعلیم و تربیت کے تمام ذرائع پر حاوی ہے، اور گھر اور باہر کی کوئی چیز اس کے دائرۂ اختیار سے خارج نہیں، رات کو پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس ہو جاتا ہے، اور آج سارے ملک میں اس کا نفاذ، اس وقت ہم اور آپ یہاں جمع ہیں، ممکن ہے اس وقت پارلیمنٹ کا کوئی اجلاس ہو رہا ہو، وہاں ایک قانون بن جائے، اور ہماری زندگی میں کوئی اہم تبدیلی واقع ہو، آپ کو معلوم ہے، کہ پرانی حکومتیں پرائیویٹ معاملات میں دخل نہیں دیتی تھیں، ذاتی ملکیتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، آزاد درسگاہوں سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا، آپ جسے پرسنل لا کہتے ہیں، یعنی شادی، بیاہ اور ترکے وغیرہ کے قانون، اس سے ان کو کوئی علاقہ نہیں تھا، تعلیم میں کسی خاص عقیدے، کسی خاص فکر و مقصد پر ان کو اصرار نہ تھا، اب دنیا بدل چکی ہے، آپ کو سمجھنا چاہیے کہ آپ کس جگہ بیٹھے ہیں، زمانہ کے انقلاب نے آپ کو اس جگہ پر اچانک لا کھڑا کیا ہے؟ آپ آج اس محدود ماحول میں بہت خوش ہیں، آج آپ کو ہر طرف نورانی شکلیں نظر آتی ہیں، آپ کے کانوں میں، قال اللہ اور قال الرسول کے سواء کوئی صدا نہیں پڑتی، یہ آپ کا دار الحدیث ہے، وہ دار التفسیر، یہ مسجد کا روحانی ماحول ہے، اور یہ مدرسہ کی علمی فضا، لیکن کل جب آپ یہاں سے جائیں گے، اور کل سے میری مراد یہ نہیں کہ جب آپ فارغ التحصیل ہو کر جائیں گے، بلکہ جب آپ چھٹیوں میں اپنے گھر جائیں گے تو وہاں آپ کو بہت کچھ دنیا بدلی ہوئی نظر آئے گی،

میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی چھٹیوں تک اس ملک میں کیا تغیرات ہو جائیں گے، اگر آپ نے اپنے گرد و پیش کی دنیا کا جائزہ نہ لیا، تو آپ اس دنیا میں خود بیگانہ بن جائیں گے۔

اندرونی خطرہ

بڑے خطرے کی بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں کے اندر ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی ہے، جو غیر مسلموں کے مقابلہ میں "مدعی سست گواہ چست" کی مصداق ہے، وہ اگر کوئی بات ادھ کٹی، اور دبی زبان سے کہتے ہیں، تو یہ اس کو ڈنکے کی چوٹ پر کہنے کے لئے تیار ہیں، وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہاں کی مشترک تہذیب میں ضم ہو جانا چاہئے، اور تمام امتیازات یہاں تک کہ عربی، اسلامی ناموں سے بھی چینی مسلمانوں کی طرح دست بردار ہو جانا چاہئے، وہ صاف کہتے ہیں کہ اگر ہم کو ہندوستان میں رہنا ہے تو ہر اس چیز سے دست بردار ہونا پڑے گا، جس میں "من و تو" کی تمیز پیدا ہوتی ہے، اور جو مسجد و کلیسا میں امتیاز کرتی ہے، اس وقت جو ذہن ہندوستان کی قیادت کر رہا ہے، وہ ہر اس چیز سے بھڑکتا ہے، جو کسی قسم کا امتیاز، اور تشخص پیدا کرتی ہے۔

تعین و وضاحت اسلام کا امتیاز

لیکن ہمارے دین کے حدود معین ہیں، ہمارے دین کے اس "اکال الامم" سرزمین میں اپنی جداگانہ شکل و صورت کے ساتھ باقی رہنے کا راز اسی میں مضمر ہے کہ اس میں آریائی مذاہب کی طرح اطلاقیت، یا تعینات سے گریز، اور رقت وسیالیت نہیں ہے، جس نے ہمہ اوست کے عقیدہ یا وحدۃ ادیان کے فلسفہ کو جنم دیا، ہمارے یہاں کفر و ایمان، شرک و توحید، ضلالت و ہدایت اور حلال و حرام

www.abulhasanalinadwi.org

کے درمیان واضح طریقہ پر خط کھینچا ہوا ہے۔

فَمَن یَکفُر بِالطَّاغُوتِ وَ یُؤمِن بِاللّٰه فَقَدِ استَمسَکَ بِالعُروَةِ الوُثقیٰ لاانفصام لها. (سورہ البقرة.٢٥٦) توجو شخص سرکش سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑلی ہے، جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

وحدت ادیان نہیں ، وحدت حق

وہ وحدت ادیان کا نہیں، بلکہ وحدت حق کا قائل ہے، یعنی سب دین ایک نہیں، بلکہ حق ایک ہے، وہ صاف اعلان کرتا ہے کہ :۔

فماذا بعد الحق إلا الضلال فانیٰ تصرفون . (سورہ یونس . ۳۲)اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سواہے ہی کیا، توتم کہاں پھرے جاتے ہو۔

اس کا ایک واضح اور معین نظام عقائد ہے، اس کی ایک مستقل تہذیب ہے، مکمل قانون، اور نظام معاشرت ہے، اس کے لئے اس کے صحیفہ میں صاف اعلان موجود ہے کہ :۔

اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَ اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِي وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَام دِیناً . (سورہ مائدہ ۔ ۳) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ۔

یہاں نہ کوئی اپنے آپ کو دھوکا دے سکتا ہے، نہ دوسرے کو، یہاں دن کی روشنی ہے، جس میں سپید وسیاہ صاف نظر آتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

دو حقیقت بیں آنکھیں

عزیزو! مولانا محمد قاسم صاحب بانیٔ دار العلوم، اور مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ بانیٔ ندوۃ العلماء کو کس چیز نے تڑپایا؟ ایک کو یہاں، اور دوسرے کو وہاں، میں ان دونوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتا، میں ان کو ایک ہی چہرۂ زیبا کی دو آنکھوں کی طرح سمجھتا ہوں، دونوں روشن، دونوں پاکباز، اور حقیقت بیں، ایک ہی نور باطن ارر ایک ہی فراست ایمانی دونوں میں کام کر رہی تھی، دونوں ہی ,, اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله ،،کا مصداق تھے، دونوں تعلیمی مرکزوں میں نصاب ایک وسیلہ تھا، مقصد نہیں، اس کے اختلافات بنیادی حیثیت نہیں رکھتے، مولانا محمد علی مونگیریؒ اور ان کے رفقاء کی تحریریں پڑھئے، ان کی نگاہ ان جزئیات سے بہت بلند تھی، اگر کوئی یہ سمجھے کہ انھوں نے عربی ادب کو غالب کرنے کے لئے یا تاریخ اسلام اور علوم عصریہ کو جگہ دینے کے لئے ندوۃ العلماء کی تحریک شروع کی تھی، تو اس سے بڑھ کر کوئی حق تلفی ان کے ساتھ نہیں ہو سکتی، دونوں نے اپنے اپنے زمانہ کے چیلنج کو قبول کیا، اور بدلے ہوئے زمانہ کے مطابق دین کے محافظ، حق کے داعی اور شریعت کے ترجمان پیدا کرنے کی کوشش کی، خدا ان دونوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب سے سرفراز فرمائے، اور ان کے تمام رفقاء اور معاونین کو جزائے خیر دے اور ہمیں ان کے صحیح مقاصد کے سمجھنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصلاح و تجدید کی تاریخ میں افراد کا مقام اور کام

میرے عزیزو! اسلام میں تجدید و اصلاح کی پوری تاریخ، افراد کی اولوالعزمی کی تاریخ ہے، کہنے کو یہ ملی اور اجتماعی تاریخ ہے، اور بیشک ہے لیکن عملاً یہ

www.abulhasanalinadwi.org

اول تا آخر افراد کی صلاحیتوں، ان کے عزم وہمت کی نمود ہے، جب کبھی اسلام کے لئے موت وحیات کی کوئی کشمکش پیش آئی، جب کسی طرف سے دین اسلام کو للکارا گیا، تو کوئی فرد کامل، کوئی صاحب عزم ہستی سامنے آگئی، ایسے موقع پر نہ کوئی کونسل بیٹھتی تھی، نہ کوئی مشورہ ہوتا تھا، کوئی صاحب یقین سامنے آجاتا تھا، اور حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیتا تھا، حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ، اور سیدنا حسن بصریؒ سے لے کر خاندان ولی اللہی اور ان دینی مرکزوں کے بانیوں، اور موجودہ دینی دعوتوں اور کوششوں کے علمبرداروں تک سب کا معاملہ یہی ہے کہ ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوئے بستہ اند

مجدّد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا کارنامہ

اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق بالکل صحیح کہا تھا کہ ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

انہیں کی کوششیں تھیں کہ ہندوستان کا رشتہ دین حجازی، اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم سے کٹنے نہیں پایا، اور وہ تہذیبی لحاظ سے بہ حیثیت، اور فکری واعتقادی لحاظ سے ویدانت کے آغوش میں جانے کے بجائے اسلام وشریعت محمدی ﷺ کی تحویل اور امانت میں رہا انہیں کا مخفی ہاتھ تھا، جس نے اکبر کے تخت پر بالآخر محی الدین اورنگ زیب جیسے غیور اور فقیہہ بادشاہ کو بٹھایا، پھر اس ملک میں تجدید واحیاء دین کا جو کچھ کام ہوا وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے خاندان کا کارنامہ ہے، کیا دیوبند یا سہارنپور، کیا دہلی، کیا لکھنؤ، ہم سب انہی کے

www.abulhasanalinadwi.org

خوانِ نعمت کے ریزہ چیں ہیں، دار العلوم، مظاہر علوم، ندوہ اور کتاب و سنت کی تعلیم کی سب درسگاہیں، اسی چراغ سے روشن کئے ہوئے ہیں، ان سب کا سلسلۂ نسب شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے اخلاف نامدار، اور ان کے تلامذۂ باکمال پر ختم ہوتا ہے ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پر توآں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

دیوبند کے طلبہ کی ذمہ داری

آپ اس مدرسے میں تعلیم پا رہے ہیں، اس مدرسے کا آپ سے مطالبہ ہے کہ آپ اس نئے چیلنج کو قبول کریں، یہاں اگر کوئی آئے تو یہاں اس کو کوئی ہلچل نظر نہیں آئے گی، لیکن اس کی تہہ میں طوفان سوئے ہوئے ہیں، اب بھی اگر کوئی موج ایسی اٹھ سکتی، جو الحاد اور بے دینی کے مرکزوں کو متزلزل کر سکتی ہے، تو اسی بحر الکاہل سے ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ و بالا

نازک ترین دور

میں ایک تاریخ کا طالب علم ہوں، اور تاریخ میرا ایک پسندیدہ اور محبوب موضوع ہے، میرا ہندوستان کی تاریخ کا اتنا مطالعہ ہے، اس کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ میں اس سے زیادہ نازک دور نہیں آیا، اس لئے کہ اس دور میں حالات کو بدلنے، قلب و دماغ کو متاثر کرنے، ارادوں کو فنا کرنے، جذبات کو ختم کرنے، اقدار کو تبدیل کرنے، اور نقطۂ نظر و طریقۂ فکر میں

www.abulhasanalinadwi.org

انقلاب لانے کے اتنے وسائل کسی دور میں نہیں تھے، پہلے جو دور گزرے ہیں، ان کے پاس کیا سامان تھا؟ کیا سیاست کی یہ شیرینی اور چاشنی تھی؟ جمہوریت اور مساوات کا یہ نعرہ تھا؟ اخبارات ورسائل، پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن کی یہ طاقت تھی؟ یہ عظیم دانش گاہیں اور جغادری یونیورسٹیاں اور کالج تھے؟ جلسے اور جلوس اور پروپیگنڈے کی یہ مہارت تھی؟

زمانے کے ابو الفضل و فیضی

گزشتہ دور کا سب سے بڑا فتنہ، فتنۂ اکبری کہا جاتا ہے، کیا اس وقت اقتدار اعلیٰ کے پاس یہ علمی مراکز تھے؟ یہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے اخبارات تھے؟ یہ نئی ایجادات تھیں؟ جب مشرق کی بات کو دم کے دم پہنچا دیتی ہیں؟ بیشک اکبر کے بعد فیضی اور ابو الفضل جیسے ذہین اور باکمال لوگ تھے، میں ابو الفضل اور فیضی کی ذہانت کا قائل ہی نہیں، بلکہ اس سے مرعوب ہوں، لیکن آج کتنے ابو الفضل اور فیضی موجود ہیں، اس وقت وہ تنہا تھے آج ان کے کام کے لئے مستقل ادارے قائم ہیں، ابو الفضل، فیضی کے اندر کبھی دینی جذبہ انگڑائی لیتا ہوگا، چنانچہ فیضی ہی کے قلم سے "سواطع الالہام" جیسی حیرت انگیز تفسیر نکلی، لیکن آج کے ابو الفضل، فیضی کے اندر وہ انابت بھی نہیں جو اس دور کے لوگوں میں تھی، اس نام کے ساتھ وہ جذباتی وابستگی ہی نہیں، جو اس زمانے کے روشن خیالوں۔ اور تجدّد پسندوں کے اندر تھی۔

الحاد و تشکیک کے نئے دروازے

دوستو! فلسفہ و علم کلام آج اپنی بہت کچھ طاقت کھو چکا ہے، سائنس میں بھی اب پڑھے لکھوں کو ملحد، متشکک اور منکر خدا بنانے کی وہ طاقت نہیں، جو

www.abulhasanalinadwi.org

انیسویں صدی کے اواخر، اور بیسویں صدی کے بالکل اوائل میں تھی، اب اس کو اس مقصد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر اس کے بہت سے علمبرداروں کے تغیر حال کی وجہ سے دینی عقائد، اور خدا اور عالم غیب کے وجود و ثبوت کے لئے نیا مواد، اور نئے دلائل پیدا ہو گئے ہیں، چنانچہ آج فلسفہ و سائنس سے وہ الحاد، اور تشکک نہیں پیدا ہو رہا ہے، جس نے انیسویں صدی کے علماء حق کو مضطرب اور بے قرار بنا دیا تھا، آج اس کے برخلاف سیاسیات و معاشیات اور تاریخ و ادب سے الحاد و تشکیک کا کام لیا جا رہا ہے، علوم عمرانیہ (سوشیالوجی) اور انگریزی ادب کے ذریعہ مذہب بیزاری اور ذہنی انتشار پیدا کیا جاتا ہے، آپ کے لئے شاید ایک حیرت انگیز انکشاف ہوگا کہ آج بہت سی یونیورسٹیوں کے عربی و اردو کے شعبے الحاد و تشکیک کے مرکز بنے ہوئے ہیں، اور شاید بعض یونیورسٹیوں میں عربی اور مطالعۂ اسلامیات کا شعبہ دینی حیثیت سے سب سے زیادہ کمزور ہے۔

حقیقت پسندانہ جائزہ اور وسیع تیاری

ہم کو اس صورت حال کا وسیع النظری، وسیع القلبی اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا چاہئے، اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کو زندگی کے میدان میں اترنے اور اسلامی دعوت، اور شریعت اسلامی کی حفاظت کا مقدس فریضہ اپنے ذمہ لینے سے پہلے کیا کیا تیاریاں کرنی چاہئے، اور کن جدید اسلحہ سے مسلح، اور کن جدید طریقہ ہائے جنگ سے واقف، اور ان میں ماہر ہونا چاہئے۔

آپ کے لئے تقدیر الٰہی نے اس زمانہ کا انتخاب کیا ہے، سب سے پہلے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کس زمانہ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہ بات قابل فکر بھی ہے، قابل تعریف بھی، ہمدردی کی مستحق بھی ہے، اور مبارکباد کی بھی، مبارکباد کی

www.abulhasanalinadwi.org

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا اہل سمجھا، اور اتنی جلیل القدر خدمت آپ کے سپرد کی، آپ اس ذمہ داری کو قبول کیجئے، وقت کے اس خطرے اور زمانہ کی اس سنگینی کو سمجھئے اور اس کی دعا کیجئے، اور خدا سے توفیق مانگئے کہ جس طرح آپ کے اسلاف کرام نے اپنے زمانہ کے بدعات و تحریفات اور اپنے زمانہ کے فتنوں اور ضلالتوں کو قبول نہیں کیا، آپ اس وقت کے بدعات و تحریفات اس دور کے فتنوں اور ضلالتوں اور جاہلیتوں کو قبول نہ کریں۔

مذہب کا مغربی تصور اور اس کا فتنہ

آپ اس چیلنج کو قبول کریں جو مذہب کو ہر قسم کے اثر و رہنمائی سے، اور زندگی میں مداخلت کرنے سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیتا ہے، مذہب بیزار یورپ اس مسلمہ اصول پر اعتقاد رکھتا ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے، جو ہر قسم کے آزاد نظام تعلیم، آزاد تعلیم گاہوں اور مکمل و ہمہ گیر تہذیب کے نظریہ کا مخالف ہے، اور جس کے بعد ہندوستان کی صورت حال وہی ہو جائے گی جس کو اقبال نے نصف صدی پہلے کہہ دیا تھا ؂

ملا کو جو ہے ہند میں سجدہ کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

دیوبند کے فُضلاء کتنے مؤثر اور کامیاب ہوسکتے ہیں

صرف دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اگر عزم کرلیں، اور توفیق الٰہی ان کی دستگیری کرے تو اس صورت حال میں بہت کچھ تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، ان کا جمہور و عوام سے جو ربط ہے، وہ کسی دینی جماعت کا نہیں، ان کے سارے ہندوستان میں مدارس کا جن کو ہم مدارس عربیہ کہتے ہیں، جال بچھا ہوا ہے، اور اس درسگاہ کے

علماء و فضلاء ہاں مسند درس پر متمکن، عام مسلمانوں میں "ذی اعتبار"، اور مساجد و محلوں میں بااثر ہیں، لیکن اس کے لئے ایک ایسی قلندرانہ جرآت اور ایک ایسے مستانہ یقین کی ضرورت ہے، جس کو دیکھ کر ترجمان حقیقت شاعر پکار اٹھے:

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

ذہن و کردار کی تعمیر

ان نئے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے آپ کو ذہنی طور پر بھی تیار ہونا پڑے گا اور علمی طور پر بھی اور اخلاقی و روحانی طور پر بھی، ایک طرف آپ کو جدید فتنوں اور فلسفوں کی حقیقت و ماہیت کا پس منظر، ان کے محرکات اور عوامل، اور ان کے ارتقاء کی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کرنا ہوگا کہ اپنے حریف اور مدمقابل کو پوری طرح پہچاننا، اس کی طاقت اور اس کے مقاصد سے واقف ہونا، مقابلہ کے لئے شرط اولین ہے، دوسری طرف آپ کو اپنے اندر اتنی پختگی، اور صلابت اور اتنی خودداری اور خود شناسی پیدا کرنی ہوگی کہ کوئی آپ سے آپ کے ضمیر کا، آپ کے عقیدہ کا، اور آپ کی دینی حمیت کا سودا کرنے کا خواب بھی نہ دیکھ سکے، موجودہ نظام تعلیم اپنے فضلاء کو ایک کف جو پر بکنا، اور اپنے جوہر و ہنر کا نیلام کرنا سکھاتا ہے، مگر ہمارا نظام تعلیم اس کا قائل ہے کہ:

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

موجودہ عہد کی عام ضمیر فروشی

یہ عام ضمیر فروشی اور دین فروشی کا دور ہے، بڑے بڑے فاضل اور

صاحب قلم ہیں، جن کی ذہانت، اور جن کے مطالعہ کے سامنے ہماری کوئی حیثیت نہیں، لیکن ضمیر کے نام کی کوئی چیز ان کے یہاں پائی نہیں جاتی، ان کے دماغ کی جگہ پر دماغ ہے، اور دل کی جگہ پر بھی دماغ ہی ہے، بلکہ ان کے پہلو میں ایک دھڑکتے ہوئے دل کے بجائے ایک رواں دواں قلم رکھا ہوا ہے، جو سب کچھ لکھ سکتا ہے، جس کے یہاں آخرت کی جولبدہی، اور ضمیر کی ملامت اور سرزنش کا کوئی سوال نہیں، ان میں زمانہ کے ساتھ بدلنے، اور اس کے مطالبوں کی ترجمانی کرنے کی غیر محدود صلاحیت ہے۔

نئی قیادت کی ضرورت

آپ یہاں سے مدرس بن کر نکلیں، مبارک، آپ علمی متون کے شارح ہوں، مبارک، آپ واعظ و خطیب ہوں، مبارک، آپ کتابوں کے مصنف ہوں، مبارک، میں بھی اس کا گنہگار ہوں، لیکن اس وقت زمانہ کو اس سے زیادہ کسی اور چیز کی ضرورت ہے، اس وقت زمانہ کو ان مردان کار کی ضرورت ہے، جو اس نئے دور کو ایک نئی فکری قیادت، ایک نیا دینی اعتماد، ایک نئی روحانی و اخلاقی قوت عطا کر سکیں، اگر ایسا نہ ہوا تو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بڑا خطرہ ہے، اور اس ملک کے لئے بھی، آج زمین ہمارے پاؤں تلے سے نکلتی جارہی ہے، اور بالکل وہی صورت حال ہے، جس کی قرآن مجید نے اپنے معجزانہ الفاظ میں تصویر کھینچی ہے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا .(سورۃ الرعد ۴۱)اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

www.abulhasanalinadwi.org

انفسھم (سورۃ التوبہ . ۱۱۸) اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں ان پر دو بھر ہو گئیں ۔

آج ہم جس زمین پر کھڑے ہوئے ہیں ، اور جس پر دینی و علمی مرکزوں کے قلعے تعمیر کر رہے ہیں ، وہ کوئی پتھر کی چٹان یا مسطح میدان نہیں ہے ، وہ ریت کا ایک تودہ ہے ، جس کے ذروں کو ہواؤں کے طوفان اڑا رہے ہیں ، اور جو برابر ہمارے نیچے سے کھسک رہی ہے ، یہ وہی زمین ہے جس کو قرآن مجید نے "کثیباً مھیلا،، کہا ہے۔

حقیقت شناسی، اور خود شناسی

دوستو! قبل اس کے کہ زمانہ آپ کو سبق دے ، زمانہ کے بے درد اور بے رحم حقائق آپ کی آنکھیں کھولیں ، آپ خود آنکھ کھولنے اور روشنی حاصل کرنے کی کوشش کریں ، گرد و پیش کی دنیا کا جائزہ لیں ، اور دیکھیں کہ اچانک آپ کو انقلاب روزگار نے کہاں لاکر کھڑا کر دیا ہے ، کہاں مولانا محمد قاسمؒ ، مولانا محمد علیؒ مونگیری ، مولانا شبلیؒ کا عہد ، اور کہاں آج کا عہد ،۔۔۔ آپ عزم کے ساتھ اس انداز پر اپنے ذہنوں کی تعمیر کریں ، اور اساتذۂ کرام رہنمائی فرمائیں کہ جب آپ اس محدود دنیا سے نکلیں تو آپ اس وسیع دنیا کے (جس میں آپ کو زندگی گزارنا ہے) حقائق سے آنکھیں ملا سکیں ، حالات سے پنجہ آزمائی کر سکیں ۔

آپ کے اسی گروہ کے اندر ان بوسیدہ کپڑوں اور نحیف جسموں میں شیر خفتہ ہیں ، آپ ہی کے اندر ایسے پاک نفس داعی ، اور ایسے بے لوث مصلح ہیں ، جن سے آپ بھی بے خبر ہیں ، اور آپ کے اساتذہ بھی اور آپ کے

www.abulhasanalinadwi.org

دوست ورفیق بھی، میں انہیں خوابیدہ صلاحیتوں کو اپنی کمزور اور ناتواں آواز سے دستک دے رہا ہوں، کاش کہ میری آواز ان دروازوں کے پار پہونچ جائے، اور سونے والوں میں بیداری پیدا ہو، اور آپ اپنی بے کراں صلاحیتوں سے واقف ہوں، اقبال نے ہلال عید کو مخاطب کر کے کہا تھا، میں آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہوں ؎

برخود نظر کشاز تہی دامنی مرنج
در سینہ تو ماہ تمامے نہادہ اند

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین.

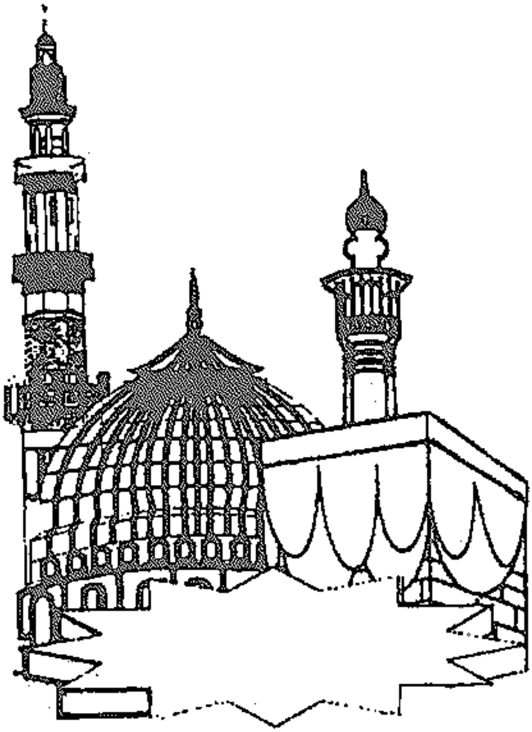

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون دار العلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

یہ تقریر ۱۹؍ جولائی ۱۹۷۸ء کو دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں علماء، اساتذہ، طلبہ اور معززین کے سامنے کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

خطبہ مسنونہ کے بعد!

عبادت کی مشقت

میرے بزرگو، دوستو اور عزیزو! ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک عشاء کی نماز کے وقت آنحضرت ﷺ حجرۂ مبارک سے باہر تشریف نہیں لائے، بہت دیر ہوگئی، جو معمول تھا، معمول کے مطابق آپ وارد نہیں ہوئے، مسلمان اس اشتیاق میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جن کی تعلیم سے اور جن کی برکت سے نماز سیکھی ہے، ان کے پیچھے اس مسجد میں جو لَمسجد اُسّس علی التقویٰ کا مصداق ہے، عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جائیں اور آرام کریں، یہ لوگ وہ تھے، جو دن بھر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہے تھے، بلکہ کھیتوں میں، باغوں میں، دوکانوں پر سارا دن محنت

کرتے رہے تھے، وہ گرمیوں کا زمانہ تھا یا جاڑوں کی رات تھی، اگر گرمیوں کا زمانہ تھا تو مدینہ کی گرمی سب کو معلوم ہے، بہت سخت، ایسی جھلسا دینے والی، جلاد دینے والی گرمی، اس میں سارا دن کام کرتے رہے، اور اب آئے تھے کہ نماز پڑھ کر جا کر سو رہیں گے، لیکن اللہ کا رسول حجرے سے باہر نہیں آیا تھا، لوگ کچھ اونگھنے لگے تھے، کچھ سونے لگے تھے، سب پر نیند کا اور تھکن کا غلبہ تھا، حضرت عمرؓ نے جو امت کے اتالیق تھے، اور بڑے شفیق تھے، انہوں نے محسوس کیا اور آواز دی کہ یا رسول اللہؐ بچے اور عورتیں سونے لگے ہیں آپؐ باہر تشریف لائے، لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ اس وقت روئے زمین پر نماز کے انتظار میں جاگنے والے تمہارے سوا اور کوئی نہیں، یعنی جاگنے والے تو بہت ہیں اور جمع ہونے والے بھی بہت ہیں، تفریح کے لئے، ملنے جلنے کے لئے، وقت کاٹنے کے لئے، لیکن تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جو نماز کے لئے بیدار ہو۔

اسلام ہند میں

ہجرت کے شروع کا یہ قصہ ہے یاد رمیان کا، تو اصل میں قیمت مقصد اور نوعیت کی ہے، تعداد اور اژدحام کی نہیں، اسی طریقے سے ہندوستان میں جب سے اسلام آیا ہے، لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا، فتوحات پر فتوحات ہوتی رہیں، اور اتفاق سے فاتح آپ کے اس علاقے سے داخل ہوتے رہے، درّۂ خیبر سے یا بولان سے، یہاں سے اسلامی فوجیں گزرتی رہیں، اللہ ان کو جزائے خیر دے ہم ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں کہ ان کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا، اسلام چاہے سندھ میں ملتان تک عربوں کے ذریعہ زیادہ پھیلا ہو، لیکن بہر حال اسلام کی عظمت یہاں انہیں فاتحین اور مجاہدین سے قائم ہوئی اور بہت سے ایسے

www.abulhasanalinadwi.org

لوگ جو تعبیر کی افادیت اور مادّی فائدہ دیکھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد ان کی اولاد میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ اور علماءِ ربانی پیدا ہوئے، ہم ان بادشاہوں کا اور فاتحین کا بھی احسان نہیں بھول سکتے اور ہم ان لوگوں میں سے ہونا چاہتے ہیں، جن کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ "والذین جاءُ وا من بعد هم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الّذين سبقونا بالايمان ولاتجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربّنا إنك رء وف رّحيم".

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان مہاجروں وانصار کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ کہیں گے کہ یا اللہ ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو" الذين سبقونا بالايمان" جو ایمان میں سبقت لے گئے، دنیا سے ایمان کے ساتھ پہلے چلے گئے تو محمود غزنوی اور ان سے پہلے اگر کوئی آیا ہو تو اس وقت سے لے کر احمد شاہ درّانی تک جو اس راستہ سے آنے والوں میں سب سے آخر میں آنے والا تھا اور جس نے مسلمانوں کے خلاف جو طاقتیں جمع ہو رہی تھیں ہندوستان میں اور جن کی قیادت مرہٹے کر رہے تھے، ان طاقتوں کی کمر توڑ دی، اور مغلیہ سلطنت ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی عظمت وتہذیب کے گل ہوتے چراغ کو پھر تھوڑا سا تیل اور بتّی مہیا کر دی اور ہندوستان کے مسلمان پھر پچاس ساٹھ برس کے لئے یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور اسلام کی شوکت کا نقش قائم ہو گیا، ہم ان سب کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں، اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے اور ہم کو یہ راستہ بھی عزیز ہے، جس راستے سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، خالص اللہ کی رضا کے لئے، سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے، مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے اور "اُدخلوا فی السلم کا فّۃً" کا پیغام پہنچانے اور عمل کرانے کے لئے، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنے کے لئے، قوانینِ شریعت کو رائج کرنے کے لئے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام میں.. تھوڑے بہت مطالعہ کی بنا پر جس کا موقع مجھے مل سکا ہے، یہ کہہ سکتا ہوں کہ.. عالمِ اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون.. دمِ زکی.. جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی، وہ خون جس سر زمین میں پہلی بار بہا ہے، وہ آپ کی سر زمین ہے، یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے، جس کے متعلق مرزا مظہر جانِ جاناں کا شعر صحیح ہوگا ؂

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جہاد کی تین شرطیں

یہاں بناء رکھی گئی اس جہاد خالصۃً لوجہ اللہ کی کہ جس کا رواج دنیا میں قریب قریب ختم ہو چکا تھا، کسی بادشاہ کے متعلق، کسی غازی کے متعلق، کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتی کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو جس کے خلاف اسے جہاد کرنا تھا کہ تین چیزیں ہیں، پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کر جائیں گے، تم ہمارے بھائی ہو گے پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں، اس لئے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں، یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے، یہ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو تم زیادہ حقدار ہو، اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ، ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے اور تمہیں اپنے حال پر باقی رکھیں گے، اگر یہ بھی منظور نہیں،

تو پھر لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، جہاد کی یہ تین شرطیں تھیں اور یہ بات اتنی مشہور ہو گئی تھی کہ "فتوح البلدان" بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے پھر اس کے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے، اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے، تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہو گئیں بغیر دعوتِ اسلام دیئے اور بغیر جزیہ کا مطالبہ کئے تو ان کو ایک عرصہ کے بعد ہوش آیا جب کہ مسلمان وہاں بس گئے تھے، وہاں گھر بنا لئے تھے، تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں جنہیں خلفاء راشدین میں شامل کیا جائے تو بجا ہے، وہ جنہیں خلیفہ خامس کہتے ہیں، ان کو معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ عادل ہیں، اور شریعت پر پورا عمل کرتے ہیں تو ایک وفد ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے شکایت کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکم شرعی پر عمل کئے فتح ہو گیا ہے، انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد، فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا، کیا اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں، اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی، تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہو جائیں، اس کے بعد اس سنت پر عمل کریں، پہلے اہلِ سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں اگر منظور ہو تو فبہا، نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں، اسے بھی نہ مانیں تب جہاد کریں، قاضی صاحب کو پرچہ ملا، انہوں نے عدالت طلب کی، مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں، اور دنیا کی تاریخ

میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دار الخلافہ فتح کیا تھا، وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا، اس مسجد میں، اس سے پوچھا گیا، اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا، اور جب یہ معاملہ ثابت ہو گیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں، اسے خالی کریں، مسلمانوں نے گھر بنا لئے تھے، کھیتیاں جوت لی تھیں، بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے، باہر جا کر کھڑے ہو گئے، جب وہاں کے بُت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے ہشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے ان کے دلوں میں اور عدل وانصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد اور کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں، ہم خود مسلمان ہوتے ہیں، چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا، اس واقعہ کے ضمن میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی وقت چھوٹ جاتا تھا، اور اس کے بعد تو معلوم نہیں تاریخ کا تعیّن تو مشکل ہے، مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو، ہوا یہ کہ فوجیں بڑھتی چلی جاتی تھیں، اور جو علاقے اور جو شہر ان کے راستے میں آتے انہیں فتح کر کے آگے بڑھتے جاتے مگر اس اللہ کے بندے اس مرد مجاہد نے جس کا نام حضرت سید احمد شہیدؒ ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ جنہیں ان کا وزیر اعظم کہئے یا دستِ راست کہئے یا دست و بازو کہئے یا لشکر کے قاضی مفتی اور شیخ الاسلام کہئے، ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر عمل

کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے، تو یہی وہ سر زمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

خونِ شہیداں ضائع نہیں ہوتا

خونِ شہیداں ضائع نہیں ہوتا، وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے ہیں اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں، خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی صفحۂ وجود میں آتی ہیں، اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے، تو آپ کی اس سر زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا، اور ابھی میں راستے میں سنا رہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے عبد المجید خان صاحب، ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا، جنہیں رات کو بھیجا جاتا تھا، اکوڑہ کے چھاپہ کے لئے، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا، اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی، ۶ کوس یا ۱۰ کوس کے فاصلہ پر اور پھر رات ہی کو شبخون مار کر واپس ہونا تھا تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو ان کو معلوم تھا کہ عبد المجید خان صاحب بیمار ہیں، اور کمزور ہیں تو ان کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں آغاز ہے، پھر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے، تو ان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پر آیا ایک خطرہ تو ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں، راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں تو پہلا تجربہ تھا، سوچتے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی میرا نام امیر

www.abulhasanalinadwi.org

المومنین نے خود ہی کاٹ دیا، اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی، لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے، اور شکایت کی میرا نام فہرست سے کیوں کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھائی تمہیں بخار آرہا ہے، میں سنتا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے، اس کے لئے جفاکش اور تومند لوگوں کی ضرورت ہے، تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے، اور یہ پہلا موقع ہے، تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم ہو جاؤں؟ میرا نام لِلّٰہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے، تو ان کا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا اور اللہ نے ان کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کی ضرورت

تو یہ سارے واقعات اس سر زمین کے ہیں، پھر یہاں سے دوسرا مقام سیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ میں معرکے ہوئے، جہانگیرہ وغیرہ میں، میں ان سب ناموں سے مانوس ہوں، اس راستہ پر آج پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۴۳۔۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے، جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا، کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی ان کی طرف کیا جاتا ہے، یہ نسبت انشاء اللہ رنگ لائیگی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہوں گے، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ

www.abulhasanalinadwi.org

العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز وشاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے، یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہئے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں، اس لئے کہ یہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان، یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا، جو ان کو اتنی دور کھینچ لایا، اور یہاں جب تک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی رحمت برستی رہے گی ۔

هنوز آں ابر رحمت درفشان ست
خم وخمخانہ بامہر ونشان ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا، جاری ہے اور حافظؒ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ۔

از صد سخنے پیرم یک نکتہ مرا یاد ست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اس وقت تک ویران نہیں ہوگا، جب تک کہ میکدہ قائم ہے، یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے، اس وقت تک عالم ویران نہیں ہوگا، اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا، اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، آپ کو مبارک ہو، یہ سرزمین بھی مبارک ہو، کبھی کبھی ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اور اس دار العلوم کی آپ قدر کریں، اس کے اساتذہ اور اسکے علماء کی قدر کریں، یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں، اس لئے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا محمد سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو ولولہ ہو، اچھے خاندانوں کے ہوں، ان میں مجاہدوں کا خون، شہیدوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو، وہ آئیں گے اور وہ لوگ علوم کتاب وسنت پڑھیں گے اور اس کے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کئے جارہے ہیں، اور مطالعہ کئے جارہے ہیں، وہ رہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں، میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا، میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں، بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے، اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلادی، جس مقصد کے لئے یہ زمین رنگین ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو، اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں، ہمارے دفتروں میں، ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے " اللّٰهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم، واخذل من خذل دين محمد ﷺ ولاتجعلنا منهم" اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے سب دوستوں عزیزوں کو تمام روحانی وجسمانی بیماریوں سے شفائے کلی عطا فرمائے، صحت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاص وللّٰہیت عطا فرمائے، ہمارے قلوب کو منور فرمائے، ہمارے دماغوں کو روشن کردے، ہمارے اعضاء وجوارح کو قوت عطا فرمائے، ہماری آئندہ نسلوں میں اسلام کو قائم رکھے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

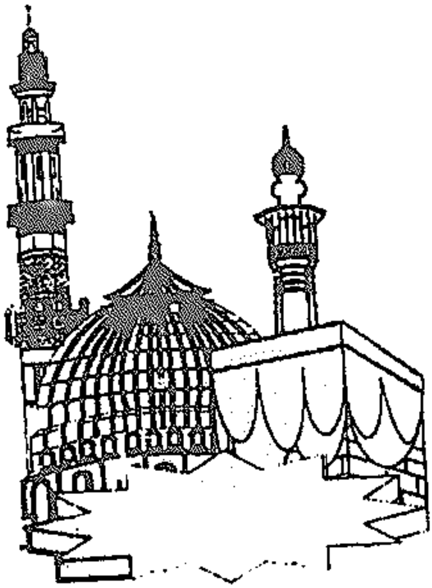

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

خلفائے اربعہ
کی
ترتیبِ خلافت میں قدرت وحکمتِ الٰہی کی کارفرمائی
اور
حضرات حسنین رضؓ کے اقدام میں امت کے لئے رہنمائی

یہ تقریر ۱۵؍ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸؍ جولائی ۱۹۹۱ء کو مولانا عبدالشکور ہال واقع احاطہ شوکت علی لکھنو میں "شہدائے اسلام" کے عنوان کے تحت ایک منعقد جلسہ میں کی گئی تھی، اس مجمع عظیم میں شرکت کے لئے لکھنو اور بیرون لکھنو سے کافی تعداد میں لوگ آتے ہیں، اور اس جلسہ کی رونق میں اضافہ کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلفائے اربعہ
کی
ترتیبِ خلافت میں قدرت وحکمتِ الٰہی کی کارفرمائی
اور
حضرات حسنینؓ کے اقدام میں امت کے لئے رہنمائی

الحمدُ للّٰه ربِّ العالَمِین والصلاةُ والسلامُ علیٰ رَسُولِه
الأمِین محمدٍ وآله وصَحبه أجمعین، ومَن تبعَهم
بإحسانٍ ودَعابدَعوتِهم إلی یَومِ الدّین. أمابعدُ!
أعوذُباللّٰهِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجِیم،
والشَّمسُ تَجرِی لِمُستَقَرٍّ لَهَا. ذٰلِكَ تَقدِیرُ العَزِیزِ العَلِیم.

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آفتاب اپنے مستقر کی طرف (اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے طلوع اور غروب کی جو جگہ متعیّن کی ہے) بے اختیارانہ بڑھتا

اور اسکی طرف چلتا رہتا ہے، اور یہ اس مالک کا مقدر کیا ہوا اور بنایا ہوا نظام و حساب اور اُس کا قانون ہے، جو "العزیز" بھی ہے، "العلیم" بھی، غالب بھی ہے، اور علم والا بھی، نظام بنانے والا اور حساب مقرر کرنے والا بھی، اگر کوئی صرف غالب ہو تو ضروری نہیں کہ اس کا نظام و حساب حکمت پر بھی مبنی ہو، وہ محض اپنی قوت سے کام لیتا ہے، لیکن اسکی ساری کارروائی اور کار فرمائی ضروری نہیں کہ حکمت پر مبنی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم دینے والا علیم ہو، لیکن غالب نہ ہو تو سارا کام پورا ہونا مشکل ہے۔

حضرات! آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ آج کے اس جلسہ سے جس کا تعلق صحابۂ کرام اور شہدائے اسلام کے فضائل و مناقب سے ہے، اس آیت مبارکہ کا کیا تعلق ہے، جس میں نظامِ شمسی کا ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ایک خاص جگہ سے چلتا ہے، اور ایک خاص جگہ پہونچتا ہے، اور وہ اپنا پورا سفر اللہ کی قدرت اور اس کے علم کے مطابق طے کرتا ہے؟

میں یہ عرض کروں گا کہ اس آیت کی روشنی اور رہنمائی میں جس میں نظام شمسی کا ذکر ہے، آفتابِ رسالت، آفتابِ دین حق، آفتابِ دین و دعوت کے نظامِ شمسی کے انضباط اور اپنے مقاصد کی تکمیل کو بھی سمجھا جا سکتا ہے، ان کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اس میں اتفاقات کوئی چیز نہیں ہیں، وہ سب اللہ کے منشا اور اس کے حکم کے مطابق اور اس کی حکمت کے عین موافق گردش کرتے ہیں، اور اس کے تابع ہو کر ان کا نظام چلتا ہے۔

آپ اُس نظامِ نیابت کو دیکھیں جو "خلافتِ راشدہ" کے لقب سے مشہور ہے کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے سفر

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے بعد جو شخصیتیں مسندِ خلافت پر آئیں اور پھر جس ترتیب کے ساتھ مسندِ خلافت پر متمکّن ہوئیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرائضِ خلافت ادا کرنے کا جو موقعہ اُن کو عطا فرمایا یہ بالکل "ذٰلك تقدير العزيز العليم" کا مظہر ہے، اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترتیب اور ایسے نظام کے ساتھ چلایا کہ وہ اس کی رحمتِ واسعہ، اس کی حکمتِ بالغہ اور اس کی قوتِ قاہرہ کی ایک مثال ہے۔

دنیا کے مذاہب وادیان اور اقوام ومِلل اور فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے مفکرین اگر کہیں جمع ہوں اور اُن کو اس کا پورا اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے تاریخی تجربہ اور مذاہب وادیان اور اقوام ومِلل کے اسبابِ زوال وارتقاء کے مطالعہ کی مدد سے اس سے بہتر ترتیب قائم کریں، تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں، اور تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کے ایک طالب علم اور خاص طور پر ادیان ومِلل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے فرد کی حیثیت سے پورے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اس سے بہتر ترتیب سوچ نہیں سکتے اور اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ کوئی عہد گزر گیا ہے، یا ملوک وسلاطین کا کوئی سلسلہ مکمل ومُختتم ہو چکا ہے، کوئی سلسلۂ حکومت یا شاہی خاندان اپنی مدت ختم کر چکا ہے، بعد میں فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے جو لوگ آئے اور انھوں نے اُن کی ترتیب پر اور اس ترتیب کے نتائج پر اور پھر ملک ومعاشرہ پر پڑنے والے اس کے اثرات پر غور کیا تو اُن کو کہیں نہ کہیں یہ کہنے کا موقعہ ضرور مل گیا کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، فلاں کے بعد اگر فلاں آیا ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا، اگر وہ پہلے نمبر پر ہوتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا، اگر وہ دوسرے نمبر پر آیا ہوتا تو زیادہ بہتر ثابت ہوتا، اور پھر جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ ایک حرف "کاش" ایسا ہے کہ مجھے سو جگہ لکھنا پڑا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یک حرف کاشکیست کہ صد جانو شتہ ایم

وہ بھی سو جگہ لکھنے پر مجبور ہوتا کہ کاش ایسا ہوتا، کاش ویسا ہوتا، میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف مسلمان ہی نہیں دنیا کی دوسری قوموں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور مغربی اقوام کے بہترین مفکرین، تاریخ داں اور فلاسفہ اور بڑے بڑے مصرّین جمع ہو کر اسلام کے عہدِ اول کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور انکو آزاد چھوڑ دیا جائے، اور کہدیا جائے کہ وہ اپنے ذہن ودماغ سے اور اپنے تاریخی مطالعہ کی روشنی میں اس دین کی حفاظت کرنے والوں، اور اُس کو دنیا میں پھیلانے والوں کا ایک چارٹ تیار کریں اور ایک نقشہ بنائیں کہ کس کو کس کے بعد آنا چاہئے تھا، تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس سے بہتر چارٹ بنا نہیں سکتے۔

مذاہب واَدیان کی تاریخ بتاتی ہے کہ دین کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے (میں ریڑھ کی ہڈی نہیں کہوں گا، اس کے لئے یہ روح کا درجہ رکھتی ہے) وہ اس دین کی حفاظت کا کام ہے، اس کا لانے والا، اس کا حامل اول اسکو جس طرح لایا ہے، اور اس میں جس چیز کا جو مقام ہے اور جس چیز کا جو درجہ، اور اس کی جو ترتیب ہے، اس کے مطابق اس کا جانشین اس کو قائم رکھے، اور اس میں ذرا بھی تبدیلی کا روادار نہ ہو، یہ سب سے ضروری اور اہم کام ہوتا ہے، مذاہب کی تقدیر کا اس پر انحصار ہوتا ہے کہ پیغمبرؑ کے بعد، (اس دین کے اولین لانے والے کے بعد) کون اس کی جگہ لیتا ہے کہ دین اپنی اصلی حالت اور صحیح ترتیب پر، اور اس کی تعلیمات اپنی اہمیت کے مطابق اپنے مقام پر قائم وباقی رہیں۔؟

ایمانِ کامل کے بعد، معرفتِ الٰہی کے بعد، اور توحیدِ خالص کے بعد دنیا میں جو بہترین اوصاف ہو سکتے ہیں، اور نفسیاتِ انسانی کے ماہرین اور مراتبِ کمال

www.abulhasanalinadwi.org

کے نبض شناسوں نے جو اعلیٰ ترین اوصاف تجویز کیے ہیں وہ سارے اوصاف اور وہ سارے کمالات ایک طرف رکھے جائیں ان میں سب سے زیادہ کسی مذہب کے بقاء کے لئے (میں ارتقاء نہیں کہتا، ارتقاء تو بعد کی چیز ہے) جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ ہے جذبہ حفاظت، اور نبی کی تعلیمات کے بارہ میں شدید غیرت، میں تقویٰ کا ذکر یہاں نہیں کرتا، خلفاء اربعہ بلا کسی استثناء کے تقویٰ کے ایسے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، جس کا تصور بھی بڑے بڑے مفکروں اور تقویٰ شناسوں کے لئے مشکل ہے، میں ان کے علم اور اُن کی ذہانت کا بھی ذکر نہیں کرتا، میں اُن کی انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کے جذبہ، اور اُن کی نیک نفسی، خدا ترسی اور انسان دوستی کا بھی ذکر نہیں کرتا، پہلی چیز اور پہلی شرط جو ہے، وہ یہ کہ پیغمبر کی پہلی جگہ لینے والا اور اسکی نیابتِ اولیٰ کا فرض انجام دینے والا، اس دین شریعت کے معاملہ میں اتنا غیور ہو کہ اس سے بڑھ کر غیور، اس سے بڑھ کر ذکی الحس، اس سے بڑھ کر خوددار وحساس، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والا کوئی دوسرا نہ ہو۔

دوسری صفات بعد کی ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر ان سب کا مقام ہے، لیکن پہلی شرط جس پر دین کی بقاء کا انحصار ہے وہ یہ کہ نبی کا جانشین، اس کا نائب، اس کی جگہ پر امت کی رہنمائی کا منصب سنبھالنے والا جو کچھ بھی ہو اپنی جگہ پر، لیکن دین کے معاملہ میں وہ حد درجہ غیور ہو، وہ اپنے گھر والوں اور اپنی بہو بیٹیوں کی عزت وآبرو کے مقابلہ میں بھی اس دین کے ایک ایک نقطہ کے بارے میں زیادہ غیور، زیادہ باحمیت اور ذکی الحس واقع ہوا ہو، سارے مذاہب وادیان کی تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے زیادہ یہ مذاہب اس وجہ سے تحریف کا شکار ہوئے اور انہوں نے بہت جلد اپنی

شکل بدل دی اور ایک دوسرے راستہ پر پڑ گئے کہ ان مذاہب کو اپنے لانے والوں کے بعد (لاکھوں درود و سلام ہوں اُن پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا جانشین، مُحافظ و امین، اور وفادار و غیور جانشین نہیں ملا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کس مرتبہ کے انسان تھے؟ اُن کی صفات، اُن کی سیرت و سوانح کی کتابوں میں پڑھیے، وہ کن کمالات کے حامل تھے، حضور ﷺ نے اُن کے بارہ میں کیا فرمایا، اُن کو کس درجہ کی فضیلت حاصل ہے، اُن پر اُمت کو کتنا اتفاق ہے، یہ سب حدیث اور سیرت کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن ان کی سب سے بڑی اور غالب صفت جس کی پہلے مرحلہ میں سب سے بڑھ کر ضرورت تھی، وہ اُن کی دین کے بارے میں حد سے بڑھی ہوئی غیرت، ذکاوتِ حس، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ اور منشائے رسول ﷺ کی تکمیل کا غیر متزلزل عزم و فیصلہ تھا۔

اُن کا خدا کے ساتھ جو تعلق تھا، وہ اپنی جگہ پر، اُن کی راتوں کی گریہ وزاری، اُن کی دعائیں، اور خلق خدا پر اُن کی شفقت اور اُن کا عدل و تقویٰ، اُن کا زہد و ایثار، وہ صفات و خصوصیات ہیں، جو اپنی جگہ پر بڑی قدر و قیمت کی حامل ہیں، مگر حفاظتِ دین اور اُس کے بارہ میں شدید غیرت، یہ اُن کا وصف خاص اور اُن کی سیرت کی کلیدی صفت ہے، جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ آج دین پر جو عمل ہو رہا ہے، فرائض اور شرعی احکام زندہ ہیں، دین تحریف اور اُمت کلّی طور پر ضلالت سے جو محفوظ ہے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی حفاظتِ دین کے جذبہ کا نتیجہ اور ظہور ہے، خدا کے فضل سے آج بھی خدائے واحد کے ماننے والے موجود ہیں، بنیادی عقائد پر ایمان رکھنے والے اور فرائض کے پابند ہیں، جن کے بغیر کسی مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل ہے، یہ سب رہینِ منّت ہے حضرت ابوبکر صدیق

www.abulhasanalinadwi.org

رضی اللہ عنہ کی خلافتِ اولیٰ کا، اور میں کیا چیز ہوں، میری کیا حیثیت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جن سے زیادہ حدیث کے راویوں میں کسی سے روایات منقول نہیں، اور جن کی عدالت وصداقت پر اُمت کا اتفاق ہے، وہ فرماتے ہیں :۔

"واللہ الّذی لاالٰہ الاّ ھو لو لا أن ابابکر استُخلف ما عبداللہ"

لوگوں نے کہا دیکھئے آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ انہوں نے پھر کہا "واللہ الّذی لاالٰہ الاّ ھو لو لا أن ابابکر استُخلف ما عبداللہ" (خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضرت ابوبکرؓ مسند خلافت پر متمکن نہ ہوتے تو دنیا میں خدائے واحد کی عبادت واطاعت کا سلسلہ جاری نہ رہتا۔)

بات کیا تھی ؟ بات یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ دین کے بارے میں ایسی غیرت رکھتے تھے، جو غیرت عزت وآبرو کے بارے میں ہوتی ہے، اور یہی ان کا سب سے بڑا وصف تھا، اور یہی ان کا اصل جوہر جس کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی، ان کے اس وصف کو اُن کا وہ جملہ بتاتا ہے، جس کو تاریخ نے انہیں کے لفظوں میں نقل کیا ہے، اور وہ جملہ خود بول رہا ہے کہ وہ کس دل سے نکلا ہے، اور کس ایمان ویقین کے ساتھ نکلا ہے، وہ جملہ ہے "أینقص الدین وأنا حیّ" (میرے جیتے جی دین میں کتر بیونت ہو سکتی ہے ؟) میری آنکھوں کے سامنے اللہ کے دین میں ایک حرف کیا ایک نقطہ کی بھی کمی ہو سکتی ہے۔ ؟

یہ ہے وہ چیز جس کی مذاہب وادیان کو سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بدرجۂ کمال موجود تھی۔

اب میں آپ کے سامنے اس دینی غیرت وحمیت اور ذمہ داری کے بڑھتے ہوئے احساس کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۔ وفات نبویؐ کے بعد ہی جزیرۃ العرب میں فتنۂ ارتداد اٹھا، اب کچھ ایسی نئی تحقیقات سامنے آئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فتنۂ ارتداد میں باہر کے سودیوں اور عیسائیوں کا بھی ہاتھ تھا، ابھی تک یہ بات تاریخ کی روشنی میں نہیں آئی تھی، انہوں نے یہ کوشش کی کہ وہیں جزیرۃ العرب میں ایک ایسی انتشار پسند اور انتشار انگیز تحریک پیدا ہو جس سے اسلام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ایمانی وحدت، اعتقادی وحدت، ذہنی وحدت، قلبی وحدت اور اخلاقی وحدت، ختم ہو جائے، یہ فتنہ شروع ہوا، جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے، اور نماز ادا کرتے تھے، زکوٰۃ کے بارہ میں ایک گروہ اس کی فرضیت کا بالکل منکر ہو گیا اور اس نے نماز و زکوٰۃ میں تفریق کی، دوسرے فریق نے کہا کہ ہم زکوٰۃ بیت المال کو ادا نہیں کریں گے، بلکہ اپنے طور پر اس کی ادائیگی کا انتظام خود کر لیا کریں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے اولوالعزم صحابی کو بھی تأمل تھا، اور یہ تأمل اُن کے احتیاط اور تقویٰ پر مبنی تھا، نہ کسی کمزوری کی وجہ سے کہ جب یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، اور اسلام کا انکار بھی نہیں کرتے تو اُن سے جنگ کیسے کی جائے؟ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "والله لأقاتلنّ من فرّق بين الصلاة والزكوٰة، فإن الزكوٰة حقّ المال" (بخدا میں اس سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں مختلف رویہ اختیار کرے گا کہ نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ نہ دے گا، اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ "ایک رسی بھی اگر کوئی حضور ﷺ کے زمانہ میں دیا کرتا تھا، اگر نہ دے گا تو میں اس سے بھی جنگ کروں گا" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک طرف تھے، اور اچھے اچھے لوگوں کو تأمل تھا، یہ خالص الہامی بات تھی، اللہ کو، دین کو چونکہ باقی رکھنا تھا، لہٰذا انہوں نے کہا کہ

نہیں یہ نہیں ہو سکتا، اگر اس میں تساہل برتا گیا، اور زکوٰۃ کے بارے میں ڈھیل دی گئی تو کل حج کی باری ہے، اس کے بعد روزہ کی باری ہے، پھر نماز کی باری ہے، اور پھر عقیدہ کی باری ہے، اور یہ سلسلہ رکتا نہیں، انہوں نے دنیا کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ الہامی بات تھی جو خدا نے اُن کے دل میں ڈالی تھی، کیونکہ اس دین کو اللہ تعالیٰ کو قیامت تک باقی رکھنا تھا، کیسی کیسی قوموں کو اس میں داخل کرنا تھا، کن کن بلندیوں تک اس کو پہونچانا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر اس وقت ذرا بھی تساہلی برتی گئی اور ذرا بھی رعایت کی گئی تو دین باقی نہ رہے گا، اور وہ بالکل ادیانِ سابقہ عیسائیت اور یہودیت کی طرح محرّف ہو کر رہ جائے گا، چنانچہ وہ اپنے موقف پر اڑ گئے اور انہوں نے جہاد کیا اور اس جہاد میں خود بھی جانے کا ارادہ کیا، لیکن سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جاکر رکاب تھام لی کہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلوص اور محبت کی کھلی ہوئی دلیل ہے، انہوں نے خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ پیش آگیا تو اسلام کے شیرازہ کو مجتمع کرنے والی کوئی طاقت نہیں، یہ خلوص کی اعلیٰ ترین مثال ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ کی بات مان لی اور حضرت خالد بن ولیدؓ بہت سے صحابہ اور حفاظِ قرآن کو جنگ کے لئے روانہ کیا، اتنی بڑی تعداد میں حفاظِ قرآن کو بھیجا کہ ڈر ہوا کہ اگر یہ حفاظ جنگ میں کام آگئے تو یہ قرآن کیسے باقی رہے گا؟ لیکن وہ اڑ گئے، خدا کی مدد ان کے ساتھ تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتنۂ ارتداد ختم ہوا، دعویدارانِ نبوت مارے گئے اور اب یہ واقعہ صرف تاریخ کی ایک امانت رہ گیا ہے، وہ بھی پڑھے لکھے لوگوں کے لئے، بہت سے لوگ شاید ایسے ہوں گے جو پہلی مرتبہ اس واقعہ کا ذکر سن رہے ہوں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم اس واقعہ کی اہمیت اور اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں کر سکتے، وہ عرب جو اسلام سے قریب العہد تھا، ابھی اللہ کے رسول نے وفات پائی تھی، اور دنیا سے آخرت کا سفر فرمایا تھا، ایک طرف رومن امپائر تھا، جو تقریباً نصف متمدن دنیا پر قابض تھا، دوسری طرف ساسانی سلطنت تھی، پھر عیسائیت، یہودیت اور مجوسیت جیسے مذاہب تھے، اور یہاں ہندوستان میں ہندو مذہب اور بودھ مذہب تھا، ان سب کی موجودگی میں اسلام اپنی اصل شکل میں کیسے باقی رہا، یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے، اور یہ کارنامہ خلافتِ نبوت کا مظہر اول ہے، انہوں نے کہا خواہ کچھ ہو، میں دین کے ایک نقطہ سے دست بردار ہونے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں، نتیجہ یہ ہوا کہ آج وہ دین اُسی شکل میں باقی ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ دوسرے مذاہب کا کیا حال ہوا، میں اس وقت صرف دنیا کے ایک وسیع ترین مذہب عیسائیت کا ذکر کروں گا۔

یہ عیسائیت جس کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے اور جو دنیا کے متمدن ترین اور ترقی یافتہ خطوں میں حکومت کر چکی ہے، بحیثیت مذہب کے بھی اور بحیثیت اپنے علمبرداروں کے بھی، اس عیسائیت کا یہ حال ہے کہ نصف صدی کی مدت کے اندر بھی، یہ اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکی، اب کتابیں نکل رہی ہیں، ابھی حال ہی میں ERNEST DE BENSEN کی کتاب جس کا نام ہے ISLAM OR TRUE CHRISTIANTY شائع ہوئی ہے، اس میں صاف لکھا ہے:۔

> ”موجودہ عیسائیت کسی طرح بھی حضرت مسیح علیہ
> السلام کی پیش کی ہوئی عیسائیت نہیں ہے، یہ وہ عیسائیت نہیں،
> جس کی دعوت اور اشاعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی

تھی، یہ عیسائیت سینٹ پال کی بنائی ہوئی عیسائیت ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سینٹ پال اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان صرف ۶۰۔ ۶۵ برس کا فصل ہے، ان چند برسوں میں عیسائیت کا یہ حال ہوا کہ اس نے رومی اثرات اور بودھ مذہب کے بہت سے تصورات قبول کر لئے، اور اگر آپ مذاہب کی انسائیکلو پیڈیا اور عیسائیت پر لکھی گئی دوسری کتابیں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ عیسائیت نے رومی دیومالا اور بودھ مذہب کی کتنی چیزیں مثلاً تمثّل، اتحاد وحُلول کو اور کتنے ان عقائد و نظریات واَقدار کو جو ہندوستان کے مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، قبول کیا، اور بالکل مُحرّف ہو کر رہ گئی اور برابر اسی راستہ پر چل رہی ہے۔

یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اس نے عیسائیوں کے لئے "الضالّین" کا لفظ استعمال کیا ہے، ضالّین کے معنی کیا ہیں؟ آپ کلکتہ جانا چاہتے ہوں اور دہلی جانے والی گاڑی پر بیٹھ جائیں، یہ ہے ضلال، آپ بجائے اس جلسہ گاہ میں آنے کے ریلوے اسٹیشن چلے جائیں، اس کو کہتے ہیں راستہ بدل دینا اور پھر اسی راستہ پر چلتے رہنا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جتنا زیادہ چلتا ہے منزلِ مقصود سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے، عیسائیت تیز چلی اور اب تو ہوائی جہاز پر جارہی ہے (ہوائی جہاز بھی اسی کے پیرؤوں کی دین ہے) تو یہ عیسائیت صرف زمین کے رقبہ میں نہیں اپنے مذہبی اور دینی سفر میں بھی ہوائی جہاز کی رفتار سے چلی، یعنی چل کر منزل مقصود سے دور نہیں ہوائی بلکہ اُڑ کر دور ہوئی، آج کی موجودہ مسیحیت بالکل دوسری مسیحیت ہے، جس کو سینٹ پال کا تحفہ اور اس کی دین کہنا چاہئے، اور وجہ اس کی یہ ہے (مجھے معاف کیا جائے اور خدا بھی مجھے معاف کرے) کہ عیسوی مذہب کو

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت ابو بکر رضی اللہ جیسا پاسبان اور خلیفہ نہیں ملا، اب یہ حکمت اللہ کی تھی، اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، اسکی ذات غنی ہے، اسنے حضرت مسیح علیہ السلام پر دوسرے بہت سے انعامات فرمائے، حضرت مسیح حضرت مسیح ہیں، ہمارا ان پر ایمان ہے، اور ان کی نبوت کا اقرار کئے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، اس کو چونکہ عیسائیت کو قیامت تک باقی رکھنا مقصود نہ تھا "لِیُظھرہ علی الدین کلہ" اس کے لئے کہا نہیں گیا، "اَلیَوم اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُم الاِسلَام دِیناً" کی بشارت اس کو نہیں دی گئی، ایک یہودی عالم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا "اے امیر المؤمنین! ایک آیت قرآن مجید میں آپ آسانی سے پڑھ لیا کرتے ہیں، اگر کہیں وہ آیت ہم یہودیوں کے بارے میں نازل[1] ہوتی تو ہم اس دن کو تہوار بنا لیتے، آپ نے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے کہا "الیوم اکملت لکم دینکم" الخ فرمایا کہ یہ آیت رکھے رکھائے تہواروں میں ہی نازل ہوئی تھی، یہ تو یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی، اور وہ دن بھی جمعہ کا تھا، ہم لوگ اس طرح کے تہوار منانے کے عادی نہیں، ہمارے یہاں یہ طریقہ رائج نہیں۔

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارنامہ تھا کہ وہ دین کے ایک نقطہ کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ کرامات چاہے ایسی ہوں کہ آدمی ہوا میں اڑے، اور زبان ایسی ہو کہ جو بات نکلے پوری ہو جائے، اور نظر ایسی کہ جس پر پڑے مسلمان ہو جائے اور ولی کا درجہ پائے، سب چیزیں اپنی جگہ مسلم اور قابلِ اعتراف ہیں، مگر جہاں تک دین کے باقی رہنے کا تعلق ہے، تو سب سے اہم اور بنیادی چیز جو ہے وہ یہ کہ اس کے بارے میں غیرت

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کی حفاظت کا جذبہ سب پر غالب ہو، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان تھی، اور اس میں وہ ساری اُمت میں ممتاز ہیں، کسی دوسرے مسئلہ میں کسی کا وصف ان سے نمایاں ہو، اس سے انکار نہیں کرتا، لیکن اس معاملہ میں ان کا کوئی مثیل نہیں۔

آپ کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ جس وقت آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری خواہشات اور تمناؤں میں یہ بات شامل تھی کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجیں، ادھر فتنۂ ارتداد پھیلا ہوا تھا، اور صرف دو تین مقامات ایسے بچے تھے، جہاں نماز ہو رہی تھی، پورا جزیرۃ العرب خطرہ میں اور ارتداد کی زد پر تھا، اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر یہ ارتداد کچھ اور پھیلا تو پورا جزیرۃ العرب اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا، اور مسلمانوں کی جو کچھ بھی فوجی طاقت تھی، وہ جیشِ اُسامہ میں تھی، اور یہ وہ لشکر تھا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا، لیکن اس کو بھیجنے کی نوبت نہیں آئی، اور آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نازک موقعہ پر فرمایا کہ میں یہ لشکر بھیجوں گا، کبار صحابہؓ نے سمجھایا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! یہ وقت اس لشکر کے بھیجنے کا نہیں، کیونکہ جو کچھ بھی ہمارے پاس فوجی طاقت ہے وہ یہی لشکر ہے، اگر اس لشکر نے مدینہ سے باہر قدم رکھا تو یہ قبائل جو ہماری تاک میں ہیں ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا، اس لئے کہ حضورؐ کی یہ تمنا اور وصیت تھی، اور میں اس کو پورا کر کے رہوں گا، اس کے بعد ایسے الفاظ کہے جن کو میں آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کے سامنے صاف طریقے سے بیان نہیں کر سکتا، یعنی یہاں تک کہدیا کہ ہمارے گھروں اور گھر والوں کی سلامتی اور حفاظت پر بھی اثر پڑ جائے اور وہ خطرہ میں پڑ جائیں جب بھی میں اس وصیت پر عمل کر کے رہوں گا، اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی ساری نصرت اور اس کی قدرتِ کاملہ کا ظہور اور نظامِ عالم کو بدل دینے کی اس کی عادت اور سنت ظاہر ہوتی ہے نبیؐ کے منشاء کی تکمیل کی صورت میں، نہ کہ اس کو ملتوی رکھنے میں، یہ اُن کا دین کا فہم تھا اور قرآن مجید کا مطالعہ۔

چنانچہ یہ واقعہ تاریخ میں ہے کہ ادھر اس لشکر نے مدینہ طیبہ سے قدم نکالا اور ادھر سارے عرب قبائل پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی کہ او ہو اب بھی مسلمانوں کے یہ دم خم ہیں کہ ان حالات میں بھی رومیوں سے آنکھیں ملانے کے لئے تیار ہیں، اور لشکر جا رہا ہے، ہم لوگ کیا ہیں، ہم غیر منظم قبائل ہیں، ہمارے پاس وہ ہتھیار بھی نہیں، وہ عسکری تنظیم بھی ہم نہیں جانتے، جب رومیوں سے لڑ سکتے ہیں تو ہم کیا چیز ہیں، ان پر دھاک بیٹھ گئی اور بالکل الٹا اثر ہوا۔

یہ ہے اخلاص کا نتیجہ اور یہ ہے دین کے فہم اور حقیقی نیابت، نبوت کا کارنامہ، کہ سب ڈر رہے تھے، بڑے بڑے صحابہ ڈر رہے تھے، یا اللہ خیر کرے، ابوبکرؓ مانتے نہیں، اسامہؓ کا لشکر باہر بھیج رہے ہیں، وہ باہر نکلا تو لوگ سمجھیں گے کہ اب یہ لوگ بالکل لاوارث ہیں، کوئی ان کی مدد کرنے والا نہیں، اس سے بہتر موقعہ ہو نہیں سکتا اور وہ مدینہ پر چڑھائی کر دیں گے، لیکن اس کا بالکل الٹا اثر ہوا اور تمام مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ پورے عرب پر دھاک بیٹھ گئی اور سہم گئے۔

یہ تھی پہلی بات اور دیکھئے یہی ہے تقدیر الٰہی، "ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ" سے میں اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، آپ روز سورج کو مشرق سے نکلتے

اور مغرب میں ڈوبتے دیکھتے ہیں، یہی تنہا اللہ کے قہار ہونے اور حکیم وغالب ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ یہ بھی ہے کہ آفتاب رسالت کے اللہ تعالیٰ نے جو منازل مقرر کئے اور جن منازل سے اس کو گذرا، اور جس طرح اس نے دین کو تکمیل تک پہونچایا، اور جس طرح اس کے جانشین مہیا کئے اور اپنے نبی کو جو خلفاء دیئے یہ بھی "ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ" کا مظہر ہے۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کام پورا ہوا اور فتنۂ ارتداد ایسا ختم ہوا کہ آج صرف تاریخ میں اس کا نشان باقی ہے، یہ صرف اللہ کی قدرت تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزیمت جو اللہ ہی کی دی ہوئی تھی، اور اس کے نبی کی تربیت کی ہوئی تھی کہ وہ ارتداد کا فتنہ ختم ہو گیا، ورنہ پورے جزیرۃ العرب کا نام تاریخ میں اس حیثیت سے آتا کہ وہاں تھوڑے دن کے لئے اسلام ظاہر ہوا تھا، اور وہاں ایک ایسی ہستی پیدا ہوئی تھی، جو اپنے آپ کو نبی کہتی تھی، اور اس کے بعد کچھ دن وہ دین چلا، اور اس کی صرف ایک تاریخ رہ جاتی۔

اب دوسرے نمبر پر ضرورت تھی کہ دین تو محفوظ رہ گیا لیکن حاملینِ دین بھی محفوظ رہیں، اور جو داعیانِ اول ہیں، اور اس کے نمونۂ اکمل ہیں، اور جو اس کے عملی پیکر اور اس کا مظہر کامل ہیں، اُن کا مزاج بدلنے نہ پائے، بڑی شاندار تاریخ اور ماضی رکھنے والی، اعلیٰ مقاصد کی حامل، مستحکم سیرت وتربیت کی مالک قوموں اور جماعتوں کا حال یہ ہوا ہے کہ فتوحات حاصل کرنے اور متمدن اور باوسائل ذخائر رکھنے والے ممالک فتح کر لینے کے بعد برف کی طرح گھل اور موم کی طرح پگھل گئیں، اور انہوں نے سارے اصول ومعیار سے دست برداری حاصل کر لی۔

اس وقت کہ روم اور شام اور ایران فتح ہو رہے ہیں، مصر وشام کی دولت

www.abulhasanalinadwi.org

اُمنڈ اُمنڈ کر آرہی ہے، اور بارش کی طرح برس رہی ہے، جن کو آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا، وہ چیزیں ان کے ہاتھوں میں آرہی ہیں، عربوں کا حال یہ تھا کہ جب انہوں نے پہلی مرتبہ کافور دیکھا تو نمک سمجھ کر کھانے میں ڈالنے لگے، یہ عرب تھے، اونٹوں کے چرانے والے، خیموں میں رہنے والے، اونٹ کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے والے اُن کو سابقہ پڑا رومن امپائر سے، ساسانیوں کی سینکڑوں سال پُرانی سلطنت سے، جہاں تمدن ارتقاء کے آخری درجہ تک پہونچ گیا تھا، اب خطرہ یہ تھا کہ اُمت تمدن کے اس سیلاب میں بہہ نہ جائے، اللہ تعالیٰ اس موقعہ پر ایسی ہستی کو سامنے لایا، جو اس وصف میں سب سے زیادہ ممتاز تھی کہا نہیں، بالکل نہیں، میرے سامنے عربوں کا، اُمت اسلامیہ کا، مزاج نہیں بدل سکتا، یہ تمدن کا شکار نہیں ہو سکتے، یہ عیش و عشرت میں نہیں پڑ سکتے، انہوں نے عربوں کو بڑی تاکید سے سادگی، جفاکشی، شہسواری، زُہد و قناعت اور اپنی قدیم نسلی سپاہیانہ و متقشفانہ خصوصیات کو قائم رکھنے کی ہدایت و تلقین کی۔

خود ان کا یہ حال تھا کہ جب آپ جابیہ کی طرف سفر کر رہے تھے، تو اس شان کے ساتھ گئے کہ آپ ایک اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں، جس پر ایک معمولی کپڑا پڑا ہوا ہے، اگر زمین پر لیٹنا ہو تو وہی ان کا بستر ہے، اور اگر اوڑھنے کی ضرورت پڑے تو وہی ان کی چادر، جسم پر ایک موٹے سوتی کپڑے (کرباس) کا کرتہ تھا، جس پر جگہ جگہ سے نشان پڑ گئے تھے، اور جا بجا پھٹا ہوا تھا، بیت المقدس کے سفر میں جہاں آپ کو اس کی چابیاں لینی اور مسلمانوں کی تولیت میں اس کو لینے کا عمل کرنا تھا، راستہ میں پانی پڑا تو کھل کھل کر کے اس کو پار کر لیا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے یہاں جو مظاہرہ فرمایا یہ مناسب نہیں

تھا، یہ رومی جو بڑے ترقی یافتہ اور تمدن سے آراستہ ہیں کہیں گے کہ یہ مسلمانوں کے خلیفۂ اعظم ہیں؟ ان کا حال یہ ہے کہ پانی میں اس طرح کھل کھلاتے چلے آرہے ہیں، آپ کسی معزز سواری پر تشریف لائے ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے یہ فرمایا "أولو غيرك قالها يا أبا عبيدة أنكم كنتم أذل الناس فأعزكم الله بالإسلام فمهما تطلبوا العز بغيره يذلكم الله."

مذاہب کی تاریخ، وارثینِ انبیا کی تاریخ میں ان الفاظ کی مثال نہیں ملتی، انہوں نے کہا کہ ارے ابو عبیدہ! تم یہ کہہ رہے ہو؟ اگر کوئی اور یہ کہتا تو ہمیں افسوس نہ ہوتا، دل پر چوٹ نہ لگتی، تم جیسا آدمی یہ کہہ رہا ہے، امین الامت! خدا کی قسم تم (اہلِ عرب) سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ذلیل و حقیر و قلیل نہ تھا، ہم کو اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت دی، اب تم جس راہ سے بھی عزت تلاش کروگے اللہ تم کو ذلیل کرے گا، پھر جب وہاں پہونچے تو کہنے لگے، ارے تم اتنی جلدی اپنا لباس تبدیل کر دیا؟ ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہو؟ تو حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمرو بن العاص نے کہا اے امیر المؤمنین یہ ٹھنڈا ملک ہے، یہاں اس طرح کپڑوں کی ضرورت پڑتی ہے، اور دیکھئے ہمارے نیچے وہی کپڑے ہیں، انہوں نے کہا کہ اچھا خیر، اس کے بعد کسی پادری کو کرتہ دیا کہ پھٹ گیا ہے ذرا اس کو سی دیں، پادری نے ایک دوسرا قیمتی کرتہ اس کے بدلہ دے دیا، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے؟ پادری نے کہا کہ حضرت یہ بڑے اچھے کپڑے (کتان) کا بنا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ نہیں، ہمارا وہی کرتہ لاؤ، چنانچہ وہ کرتہ لایا گیا اور آپ نے اس کو پہنا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حاکم و محکوم کے درمیان وہ فرق ہوتا تھا جو انسان اور

www.abulhasanalinadwi.org

جانور سے بھی زیادہ ہوتا ہے، آپ ہندوستان کو دیکھئے، یہاں جو طبقاتی تفاوت تھا، اور اونچی اور نیچی ذاتوں کے درمیان جو فرق تھا، وہ دیکھئے، منوشاستر پڑھئے تو آپ کو اس وقت کے حالات کا علم ہوگا۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عدلِ الٰہی اور مساواتِ انسانی کے علمبردار تھے، اور ان کو اس صفت کو قائم بھی رکھنا تھا، اور اللہ کو ان کے ذریعہ اس وصف کو اس وقت تک پہونچانا بھی تھا، ان کی عدل گستری اور مساواتِ انسانی کا صرف ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

ایک مرتبہ مصر میں گھوڑوں کی ریس ہو رہی تھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو مصر کے فاتح اور اس کے گورنر ہیں، ان کے صاحبزادہ اس ریس میں شریک تھے، مقابلہ میں ایک قبطی کا گھوڑا ان کے گھوڑے سے جب آگے بڑھنے لگا تو انہوں نے ایک کوڑا گھوڑے پر لگایا، وہ رک گیا، تو انہوں نے اس قبطی پر بھی ایک کوڑا مارا اور کہا کہ میں ایک شریف زادہ ہوں اور تم مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہو؟ قبطی نے اس واقعہ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر صاحب کو اور ان کے صاحبزادہ دونوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا حالانکہ سب اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، پھر آپ نے اس قبطی کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں کوڑا دیا اور حکم دیا کہ اس شریف زادہ گورنر صاحب کے صاحبزادہ کے سر پر ایسا ہی پھیرو جیسا کہ انہوں نے تمہارے سر پر پھیرا تھا۔

یہ تھی وہ چیز جس کی وجہ سے اسلام میں یہ نظامِ عدل اور مساواتِ انسانی اور انسانیت کا احترام اور اسکا شرف اور اسکی عزت باقی رہی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ تیسرے نمبر پر کس چیز کی ضرورت تھی؟ فتنۂ ارتداد ختم ہو چکا تھا، دین میں تحریف کا دروازہ بند ہو چکا تھا، انسانی مساوات اور عدل کا نظام قائم ہو چکا تھا، اب ضرورت تھی کہ یہ اسلامی مملکت (EMPIRE) قائم رہے گی تو خیر کا دروازہ کھلا رہے گا، کیسی کیسی قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوں گی، کیسے کیسے باکمال افراد پیدا ہوں گے، کیسے کیسے عالمِ ربانی پیدا ہوں گے، کیسے کیسے ائمہ و مجتہدین پیدا ہوں گے، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ جیسے، کیسے کیسے محدث پیدا ہوں گے، امام بخاری اور امام مسلم جیسے، کیسے کیسے قانون ساز پیدا ہوں گے، امام ابو یوسف اور امام محمد جیسے، کیسے کیسے فاتح پیدا ہوں گے، عقبہ بن نافع اور طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم جیسے۔

چنانچہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا، کیونکہ انہیں کے خاندان کے لوگ زیادہ تر ملکوں کے فاتح اور حاکم و منتظم تھے، اور یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اہل کارانِ سلطنت کا خونی رشتہ بھی ہوتا ہے، نسبی و وطنی رشتہ بھی ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی چیز سمجھتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم محض ملازم ہیں اور جوابدہ ہیں، تو وہ اس وقت اس کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہیں، اب یہاں پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ آئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ کیسی فتوحات ان کے زمانہ میں ہوئیں، آپ کے زمانہ میں قبرص (CY-PRUS) افریقہ کا ایک بڑا حصہ آذر بائیجان، اصطخر، سابور، شیراز، اصفہان، طبرستان، سجستان، اور نیشاپور فتح ہوئے۔

خلافتِ عظمیٰ پر فائز اور وسیع مملکت کے حاکم اور ذاتی طور پر فراخ معیشت اور صاحبِ املاک ہونے کے باوجود دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے

دیکھا کہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں، اور آپ کے جسم پر ایک موٹی چادر ہے جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہیں۔

ایسا بارہا ہوا کہ باہر کے وفود آئے ان کو لذیذ کھانے کھلائے اور خود گھر جا کر نہایت سادہ غریبانہ کھانا کھایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ ہوا تو آپ نے اگرچہ خلافت سے دست برداری منظور نہیں کی کہ وہ نبی کی نیابت تھی اور منشاءِ رسول اور مصالحِ اسلامی کے مطابق اور اسطرح استقامت وعزیمت کی ایک شاندار نظیر چھوڑی لیکن اپنی سلامتی وحفاظت کے لئے مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بہانے کی اجازت نہیں دی، شہادت سے ایک روز قبل آپ کے مکان پر سات سو کے قریب مہاجر وانصار جمع ہو گئے، جن میں متعدد جلیل القدر صحابی بھی تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا جس پر بھی میرا کوئی حق ہے اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے، اپنے غلاموں سے فرمایا، جو تلوار میان میں کر لے وہ آزاد ہے۔

اسلام کی طرف سے اب بالکل اطمینان ہو چکا تھا، سیاسی، انتظامی اور عسکری طور پر اب کوئی خطرہ باقی نہ تھا، اب ضرورت تھی کہ مسلمان اتنے دنوں تک حکومت کر چکے تھے، اور تمدن کا اثر پڑنا لازمی تھا، اور سیاسی طرزِ فکر کا آنا بھی ضروری تھا کہ آدمی سیاسی اقدار (POLITICAL VALUES) کے ذریعہ سوچے اور فیصلہ کرے کہ اس وقت یہ کرنا مناسب ہے اور یہ کرنا نامناسب، سیاسی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے، اور دین کا مطالبہ یہ ہے۔

اب ضرورت تھی کہ خلیفہ رابع سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو

www.abulhasanalinadwi.org

لایا جائے جن کا اصل وصف اور اصل امتیاز یہ تھا کہ سیاسی اصولوں اور سیاسی منافع اور مفادات پر خالص دینی اصولوں کو ترجیح دی جائے، اور اس کی ذرا پرواہ نہ کی جائے کہ خلافت ہاتھ میں رہے گی یا نکل جائے گی، نہیں یہ چیز یہاں کے لئے مناسب نہیں، اس کو بدل دینا چاہئے، یہ کام یہاں نہیں ہونا چاہئے، یہاں تک کہ ان کی نظر اس پر بھی تھی کہ اپنے عمّال سلطنت کا محاسبہ کرتے تھے، ایک صاحب ایک دعوت میں چلے گئے اُن کے نام خط ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایسی دعوت میں گئے ہو، جہاں غریبوں کو ہٹایا جاتا ہے اور امیروں کو بلایا جاتا ہے، تم نے وہاں کی دعوت میں شرکت کی اور انواع واقسام کے کھانے کھائے! پھر ان کی آخری زندگی کا یہ حال تھا کہ بعض مرتبہ کوئی مہمان آیا اور اسکو خیال تھا کہ آج امیر المؤمنین کے یہاں آئے ہیں، آج تو خوان نعمت لگے گا، طرح طرح کے کھانے رکھے جائیں گے، لمبا چوڑا دستر خوان بچھے گا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تھیلی منگوائی، اس پر مہر لگی ہوئی تھی، آپ نے مہر توڑی اور اسکو کھولا تو اس میں سے ستو نکلا، اس نے کہا اے امیر المؤمنین یہاں تو اس وقت بصرہ اور کوفہ میں لذیذ اور عمدہ کھانے کی فراوانی ہے، اور آپ ستو کھاتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں یہ میرا خریدا ہوا ہے، اور یہی میرا کھانا ہے، میں نے اس پر مہر لگا رکھی ہے تاکہ اس میں کوئی باہر کی چیز داخل ہونے نہ پائے۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک زرہ کے معاملہ میں آپ کا عدالت جانا ہوا، آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاتھ لگ گئی تھی، جو کھو گئی تھی، اس کا مقدمہ قاضی کے پاس گیا، اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ایک فریق کی حیثیت سے عدالت جانا پڑا، آپ اپنے صاحبزادہ حضرت حسنؓ اور ایک غلام کو لے کر عدالت

www.abulhasanalinadwi.org

گئے، قاضی صاحب نہ اُن کے لئے کھڑے ہوئے، اور نہ اُن کو اس جگہ بٹھایا جہاں امیر المؤمنین کو بٹھانا چاہئے تھا، اور جب آپ نے گواہ پیش کئے تو قاضی صاحب نے ان کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ ان میں تو ایک آپ کے صاحبزادہ ہیں اور دوسرے آپ کے غلام، لہٰذا ان کی گواہی معتبر نہیں، آپ نے کچھ نہیں کہا، لیکن وہ یہودی اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور کلمہ پڑھا کہ امیر المؤمنین اس طرح قانون پر چلتے ہیں اور اپنی طاقت اپنی شان اور حیثیت سے بالکل کام نہیں لیتے۔

آپ کے عہد خلافت کی یہ بھی ایک خصوصیت وافادیت تھی کہ آپ نے اس کا نمونہ پیش کیا کہ اندرونی فتنوں، ہم مذہبوں کی مخالفتوں اور انتشار کے دور میں کس طرح اصول پر قائم رہا جاتا ہے اور سیاست دین پر غالب نہیں ہونے پاتی، امام ابو حنیفہؒ نے خوب فرمایا ہے کہ اگر حضرت علی کا دور نہ ہوتا تو ہمیں خیر القرون کی کوئی مثال اور نمونہ نہ ملتا کہ فتنوں اور خود مسلمانوں کی مخالفت کی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔

یہ تھا وہ جوہر جس کی چوتھے نمبر پر ضرورت تھی، اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا، اور یہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے، میں صفائی سے کہتا ہوں کہ حضرات حسنینؓ کا معاملہ بھی آیاتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، حضور ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا جو مخصوص معاملہ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپکو دنیا کی جو بہتر سے بہتر نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اُن میں سے آپ کے یہ دو پھول بھی ہیں، جن کو "ریحانتی رسول اللہ" کا لقب ملا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں اپنے تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں صاف کہتا ہوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اقدام بالکل صحیح تھا جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کیا تھا، اور پھر خود آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا:۔ "إن ابنی هذا سیّد و سیُصلح الله به بین فئتین من المسلمین" میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا، یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے ایک خبر نہیں تھی، بلکہ یہ آپ کے لئے ایک وصیت تھی، منشاءِ رسول تھا، اللہ کے رسول کا منشا بھی، اور پیارے نانا جان کا منشاء بھی، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے لئے خالص حکم نبوی سمجھا اور اس کے مطابق جو اقدام کیا وہ بالکل صحیح تھا کہ معاملہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا، جو صحابی تھے، کاتبِ وحی تھے، قریبی رشتہ دار تھے، اور کوئی بات مُوجبِ خروج اور تلوار اٹھانے کی نہ تھی، اُن کے مخالفانہ فوجی اقدام کا نتیجہ خونریزی کے سوا کچھ نہ ہوتا اُنکو جب بعض جوشیلے لوگوں نے طعنہ دیا کہ یہ ننگ وعار کی بات ہے تو فرمایا "العار خیر من النّار."

اس طریقہ سے جب معاملہ یزید کا آیا تو میرے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام سو فی صدی صحیح تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہی کرنا چاہئے تھا، ورنہ قیامت تک کے لئے قرنِ اول کا کوئی نمونہ ہمارے سامنے نہ ہوتا کہ جب کوئی غلط اقتدار قائم ہو جائے اور جب معاشرہ کی سیرت و کردار کے تبدیل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے، جب حکومت بجائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اور بجائے تقویٰ اور طہارت پیدا کرنے، اور بجائے خدا ترسی اور عبادت کا ذوق بنانے کے، سیر و شکار اور تعیّش و لذت اندوزی کا ذوق پیدا، اور دولت و اقتدار کا غلط استعمال

ہونے لگے تو ہمارے سامنے کوئی نمونہ اس کا بھی ہونا چاہئے تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اُٹھے اور اس کو چیلنج کرے اور اس کے مقابلہ میں آجائے، اگر یہ نہ ہوتا تو آپ اسلام کی بعد کی تاریخ میں دیکھتے کہ وہ ساری کی ساری اس شعر کی تعمیل ہوتی۔ ؎

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

جو غلط اقتدار آجاتا، جو غلط حکومت قائم ہو جاتی، ہم بس اُس کے تابع بن جاتے کہ یہی تقدیر الٰہی ہے، ہمارے پاس صدرِ اول کا کوئی نمونہ نہیں ہے، ہمارے پاس کوئی قابلِ اقتدا مثال نہیں ہے کہ ہم کچھ کر سکیں، پھر اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس سے اسلامی وحدت پر اثر پڑے گا، مسلمانوں کی اجتماعیت خطرہ میں پڑ جائیگی، سب خاموش تماشائی بنے رہیں گے۔

اس کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نمونہ قائم کیا گیا، کہ نہیں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں آئیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کریں، چنانچہ بعد کے مجاہدین کی اگر آپ تاریخ پڑھیں اور اُن کی نفسیات کا مطالعہ بھی کریں، اور اُن کے مکالمے بھی اگر دیکھیں اور اُن کی باتیں بھی سنیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مختلف عہدوں اور ملکوں میں جو اصلاحی تحریکات وجود میں آئیں، اور جو انقلابی کوششیں پروان چڑھیں، ان سب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ نمونہ کام کر رہا تھا، امیر عبد القادر جزائری ہوں یا عبد الکریم ریفی، شیخ سنوسی ہوں یا شیخ شامل داغستانی یا سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سب کے حوصلے کو بڑھانے والی، اُن کے اندر جذبہ پیدا کرنے والی چیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ نمونہ ہے کہ یہ کوئی طفلانہ حرکت نہیں، کوئی اشتعال انگیز، کوئی انتشار پیدا کرنے والی حرکت نہیں، بلکہ حسینی سنت ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ سلسلہ ہمارے اس دور تک قائم ہے، تحریک خلافت جس کا لکھنو ایک بڑا مرکز تھا، اس کے جو سب سے بڑے قائد تھے، یعنی رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ان کے اندر بھی حضرت حسینؓ کی تقلید کا یہ جذبہ کام کررہا تھا، وہ کہتے ہیں ؎

پیغام ملا تھا جو حسین ابنِ علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغامِ وفا میرے لئے ہے

پھر آپ دیکھیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زین العابدین کے صاحبزادہ زید بن علی بن حسینؓ جب ہشام بن عبد الملک کے (جو یزید سے یقیناً کچھ بہتر ہی ہوگا) مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو امام ابو حنیفہؒ نے دس ہزار درہم جو اس زمانہ کے لحاظ سے اور امام ابو حنیفہؒ کے اعتبار سے (جو ایک مجتہد اور فقیہ تھے، کوسرمایہ دار نہیں تھے) بہت بڑا عطیہ ہے، ان کو بھیجے اور کہا آپ اس سے کام لیجئے، اور پھر اس کے بعد جب حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ (محمد ذوالنفس الزکیہ کون ہیں؟ محمد ذوالنفس الزکیہ بن عبد اللہ المحض بن حسن لمثنی بن حسن المجتبیٰ بن سیدنا علی المرتضی) جب منصور کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے (منصور کون؟ ہارون رشید کا دادا اور بغداد میں خلافتِ عباسیہ کا بانی) تو تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے ان کا ساتھ دیا، اور رقم بھی بھیجی، اور حسن ابن قحطبہ کو جو منصور کا جنرل تھا، امام ابو حنیفہؒ نے روک دیا کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم محمد ذوالنفس الزکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم سے جنگ کرو، یہ دو بھائی تھے، محمد بن عبد اللہ جو مدینہ میں کھڑے ہوئے، اور حدیث موجود ہے کہ میری اولاد میں ذوالنفس الزکیہ ہوگا، جو مدینہ میں احجار زیت میں شہید ہوگا، یہ پیش گوئی آپ پر صادق آئی، دوسرے بھائی ابراہیم تھے جو بغداد میں کھڑے ہوئے تھے، لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخوں کے اختلاف کی وجہ سے ذرا سا فرق ہو گیا، چنانچہ دونوں مل کر مقابلہ نہیں کر سکے، امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے دونوں کا ساتھ دیا، اور رقم بھی بھیجی۔

اب اگر کوئی حضرت حسینؓ، زید بن علیؒ اور محمد ذو النفس الزکیہؒ کے اس اقدام پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ جمعیتِ اسلامی اور اقتدارِ اسلامی کے خلاف ایک غیر مستحسن اقدام، اور ایک ناعاقبت اندیشانہ عمل تھا، تو وہ گویا یہ کہتا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ اور مجتہد ہے، اور زیادہ خدا ترس اور اسلام دوست، اور آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نہ صرف فقیہ اور مجتہد تھے، بلکہ ایسے فقیہ اور مجتہد تھے کہ میں شریعت اور فقہ اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ملتوں میں ان دونوں کی مثال نہیں ملتی، انہوں نے نہیں سوچا کہ اسلامی اقتدارِ اعلیٰ کے خلاف یہ لوگ قدم اٹھا رہے ہیں؟ ان کے پاس کیا فوجی طاقت ہے؟ اس کا نتیجہ سوائے انتشار کے کچھ نہیں، دونوں نے بالکل خم ٹھونک کر ان لوگوں کی تائید کی۔

یہ ہم اہلِ سنت کا امتیاز ہے کہ ہم صحابہؓ کرام کی عظمت کرتے ہیں، ان کی فضیلت کے قائل ہیں، اور اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے اس سرمایہ پر فخر کرتے ہیں، اور یہ حال جس کی یادگار ہے، میں خود اس کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہی اُن کا مسلک تھا، یہی حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اُن کے بعد اُن کے خاندان کا مسلک تھا، یہی مجدد الف ثانیؒ کا مسلک تھا، میں نے صاف پڑھا ہے کہ جب ان کے والد (حضرت شیخ عبد الاحد سرہندیؒ) کا انتقال ہونے لگا، بالکل سکرات کا وقت تھا، حضرت مجدد صاحب نے کہا کہ ابا جان آپ بہت کہا کرتے تھے کہ اہلِ بیت کی محبت کا حُسنِ خاتمہ میں بہت دخل ہوتا ہے، تو فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں، اور پھر اس جگہ یہ

www.abulhasanalinadwi.org

شعر لکھا ؎

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ که بر قول ایمان کُنی خاتمہ

یہ ہمارا شعار ہے، ہم کسی قیمت پر بھی اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہم خلفاءِ راشدین کو احقّ النّاس بالخلافۃ اسی ترتیب کے ساتھ اور ان کی اولیت بھی اسی ترتیب کے ساتھ، پہلے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، دوسرے نمبر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تیسرے نمبر پر حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ، چوتھے نمبر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، ہم اس ترتیب کے بھی قائل ہیں، ان کی افضلیت کے بھی قائل ہیں، اور ان کی خلافت کی حقانیت کے بھی قائل، اس کے ساتھ ہم اہلِ بیت سے بھی محبت رکھتے ہیں، اور ہم حضراتِ حسنینؓ کے اقدام کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔

ہمارے تمام قابلِ اعتماد اور لائق استناد مجتہدین اور ائمہ سب متفق ہیں یزید کے فعل کی شناعت اور یزید کے فسق پر، امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق صاف آتا ہے کہ اُن کے صاحبزادہ نے کہا ابا جان کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یزید کو پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بیٹا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو کیا وہ یزید کو پسند کرتا ہے؟ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ پھر آپ لعنت کیوں نہیں بھیجتے یزید پر، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تم نے اپنے باپ کو کب کسی پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا ہے۔

یہی امام ابن تیمیہؒ کا مسلک ہے، جب اُن کا مکالمہ تاتاری قائد بولائی سے ہوا تو یزید کے بارہ میں بڑے سخت الفاظ استعمال کیے، اور اس نے اپنی براءت کا اظہار کیا، اور اس کے فعل کی شناعت بیان کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہی مسلک تھا حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ اور ہمارے تمام پیشواؤں کا یہی مسلک تھا، امام اہلِ سنت مولانا عبد الشکور رحمۃ اللہ علیہ کا، میں اُن کو جانتا ہوں کہ اُن کو اہلِ بیت سے کتنا تعلق تھا، اور حضراتِ حسنینؓ سے کتنا تعلق تھا یہاں تک کہ اُن کے منتسبین تک سے ان کا جو معاملہ تھا، وہ ہم سب جانتے ہیں، اس خصوصیت سے ہم کو کبھی دست بردار نہیں ہونا چاہئے، اور اس کے بارے میں کوئی سودا نہیں کرنا چاہئے، نہ عظمتِ صحابہ کے بارے میں، نہ خلفاءِ راشدین کی ترتیب کے بارے میں، اور نہ حضراتِ حسنینؓ کے فعل کی صحت کے بارے میں، اور نہ اُن کے اقدام کے صحیح اور مبارک ہونے کے بارے میں۔

خوارج ایک طرف چلے گئے، روافض ایک طرف چلے گئے، بے توفیق تھے وہ، خدا کی نصرت، اس کی رہنمائی اور اس کی ہدایت سے محروم تھے وہ، خوارج نے حضرت علی کی تکفیر کی، اور روافض نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر کی اور اُن کے ائمہ جو یہ بات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف تین آدمی دین پر قائم رہے، اور بقیہ تمام لوگوں نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا، معاذ اللہ اس سے بڑھ کر رسول کی ناکامی کا اعلان اور آپ کی رسالت اور آپ کی کیمیا اثر صحبت کی تاثیر کا انکار اور کیا ہوگا، یہ تو عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی نہیں کیا، چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے، اور اس سے بہتر بات نہیں ہو سکتی اور میں اسی پر اپنی تقریر ختم کروں گا۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری اُمت میں، اُمت یہودیہ میں سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ لوگ کون تھے، انہوں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی، عیسائیوں سے پوچھا کہ تم اپنی اُمت میں سب

www.abulhasanalinadwi.org

سے افضل اور سب سے بہتر کسے سمجھتے ہو، اور اُمت عیسوی میں نمونۂ کامل کون لوگ تھے، انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، روافض سے پوچھا گیا کہ اُمت اسلامیہ میں سب سے بد تر اور خراب لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابی، بالکل الٹی بات۔

ارے بھائی جن کا یہ سب فیض ہے، اور یہ جو آج روشنی نظر آرہی ہے بقول شاعر ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

اس کا فیض اگر اس کے قریب ترین لوگوں میں نہ پہونچے تو پھر کیسا دعویٰ، اور میں نے تو کہا کہ اگر کسی مغربی ملک میں تقریر کر رہا ہوں اور تقریر زور شور سے جاری ہو اور لوگ متاثر ہو رہے ہوں کہ ایک دم سے ایک عیسائی کھڑا ہوتا ہے اور مجھ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مولانا صاحب! یہ جو آپ ہم کو دین کی دعوت دے رہے ہیں تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں، آپ کے نبی کے تیار کئے ہوئے لوگ آپ کے نبی کے آنکھ بند ہوتے ہی پھر گئے، تو پھر ہم آپ سے کیا امید رکھتے ہیں، اور ہم پر کیوں محنت کرتے ہیں، ہم اگر آج کلمہ پڑھ لیتے ہیں، مسلمان بھی ہو جاتے ہیں، تو ہمارا کیا اعتبار، ہمارے پاس کوئی جواب نہیں، تو جب بقول بعض اثنا عشری علماء کے تین ہی ارتداد سے بچے اور اسلام پر قائم رہے، ۲۳ سال کی محنتِ شاقہ اور موثر تربیت جو خاک کے ذرّوں کو کیمیا بنا دے، اور سونا کیا چیز ہے، اس کو آسمان تک پہونچا دے، اس ۲۳ سالہ مشقت اور تبلیغ کے بعد نتیجہ صرف یہ ۳ آدمی ہیں، تو آپ کو کس امید اور کس بھروسہ پر دین کی دعوت دے رہے ہیں۔؟

www.abulhasanalinadwi.org

آپ اس چیز کو ہمیشہ قائم رکھیں، صحابہ کرامؓ کی عظمت و عقیدت، ان کی افضلیت کا عقیدہ، ان کی خلافت کو برحق ماننا، اور حضراتِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دونوں کے اقدام کو بالکل صحیح سمجھنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا، اور ان سے محبت کرنا یہ ہمارا آپ کا شعار ہے، اور اس پر ہم کو فخر ہے، اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم اس پر زندہ رہیں، اور اسی پر دنیا سے جائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاص اور اختصاص

یہ دو۲ چیزیں انسان کو کامل بنانے کے لئے کافی ہیں

طلبہ کے سالانہ افتتاحی جلسہ میں جو بتاریخ ۲۸/جنوری ۱۹۶۷ء دارالعلوم کی وسیع وخوبصورت مسجد میں منعقد ہوا، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاص اور اختصاص

یہ دو۲ چیزیں انسان کو کامل بنانے کے لئے کافی ہیں

حمد و ثنا کے بعد فرمایا!

میرے عزیزو! اور بھائیو! ہمارا تعلیمی سال شروع ہو رہا ہے، آپ میں سے کچھ طالب علم ایسے ہیں جو یہاں ایک عرصہ سے مقیم ہیں، اور جن کو سات آٹھ سات سال ہو چکے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں، جو نئے ہیں اور اسی سال یہاں آئے ہیں، لیکن مناسب اور مفید یہ ہے کہ آپ سب اپنے آپ کو نیا طالب علم سمجھیں، اپنا مقصد متعین کریں، اپنے اندر جوش، ولولہ اور ایک نیا عزم پیدا کریں، مدرسہ کا بند ہونا، اور کھلنا، نصاب کا شروع ہونا، طلبہ کی آمد اور تقریروں کا انتظام یہ سب نئے عزم، نئے ولولہ اور جذبہ کے لئے ہے، اور انتہائی مفید اور کار آمد بات ہے۔

تمام طلبہ کو خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق پلٹ رہے ہیں، کسی درسی کتاب کا ورق نہیں، اپنی کتاب زندگی کا ورق! در حقیقت آپ ایک سفر پر روانہ ہو چکے ہیں، آپ کو چاہئے کہ اس سفر کے

www.abulhasanalinadwi.org

متعلق آپ اپنے اساتذہ سے، اپنے ہمدردوں سے نصیحتوں کا مطالبہ کریں، یہ آپ کا حق ہے، کیوں کہ انسان جب کسی سفر پر جاتا ہے تو اس کے بزرگ اس کو نصیحت کرتے ہیں، انسان کی بہتری اور بدتری صرف فائدہ کے احساس ہی پر منحصر ہے، اگر یہ احساس ختم ہو جائے تو پھر انسانیت کی خیر نہیں، کیونکہ یہی وہ واحد سہارا ہے، جسے تمام انسانوں نے بلکہ انبیاء تک نے اپنایا ہے، اور اسی "سہارے" سے سہارا لیا ہے، دنیا کی تمام ترقیاں اسی فائدہ پر منحصر و مشتمل ہیں، اسی "فائدہ کی بنا پر انسان کا انسان سے رشتہ قائم ہے، تاجر کا گاہک سے رشتہ، باپ کا بیٹے سے رشتہ، سب کا سب فائدہ پر ہی منحصر ہے۔

آپ کا ہم سے جو رشتہ ہے، وہ بھی فائدہ کے لئے ہے، آپ بھی فائدے کے طالب ہیں، صرف اسی فائدہ کی امید پر آپ یہاں آئے، والدین، بھائی، بہنوں کو چھوڑا اور گھر کو خیرباد کہا۔

عزیزو! دوستو! اس وقت کہنے کی باتیں بہت ہیں، اور سب کو تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں، لہذا ایک بات سنئے! اور کان کھول کر نہیں بلکہ دل کھول کر سنئے! اس لئے کہ اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے، وہ بات یہ ہے، آپ یہاں آئے ہیں تو اچھا اور کامیاب بننے کی کوشش کیجئے، اگر کہے بغیر کام چل سکتا تو میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتا لیکن خدا نے الفاظ کا محتاج بنایا ہے خود کلام الٰہی اس کی بین دلیل ہے، بہر حال میں یہی کہوں گا کہ قیمتی سے قیمتی بننے کی کوشش کیجئے، اور یہی انسان کی فطرت ہے اگر یہ جذبہ انسان کے اندر نہیں تو وہ حیوان ہے، اسی جذبے کے تحت انسان وہاں تک پہونچ گیا جہاں تک فرشتے نہیں پہونچ سکے۔

قیمتی دفینہ

www.abulhasanalinadwi.org

عزیزو! ایک شخص کو کوئی چیز دفینہ میں ملی، وہ اس کو لے کر جوہری کے پاس آیا، جوہری نے کہا کہ یہ ہیرا ہے، اور بہت قیمتی ہے، لیکن اس کی تین شرطیں ہیں۔۔۔

ا۔ جب تک اس کو چمکایا نہیں جائے گا، اور اس کے کونے برابر نہیں کئے جائیں گے، اس وقت تک وہ بے قیمت پتھر ہے۔

۲۔ یہ بہت نازک ہے اگر یہ کہیں سے چیخ گیا تو بیکار ہو جائے گا۔

۳۔ اگر یہ چیخ گیا تو پھر یہ درست نہیں ہو سکتا۔

اب عقلمندی یہ ہے کہ جس شخص کو بھی یہ ہیرا ملے وہ ان تمام شرائط اور اوصاف کی فکر کرے، بازار میں کسی بہتر جوہری کو تلاش کرے، اس کو احتیاط اور اہتمام سے بنوائے اور اس کے بعد منہ مانگے داموں پر فروخت کر کے نفع کمائے۔

میرے عزیزو! میں خانۂ خدا میں منبر مسجد کے پاس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ہیرا تمہارے پاس موجود ہے، اور تم میں سے ہر شخص اس کا مالک ہے، وہ ہیرا تمہاری زندگی کی صلاحیت ہے، پڑھنے کی صلاحیت، فرمانبرداری کی صلاحیت، اور بہتر بننے کی صلاحیت ہے یہ وہ صلاحیتیں ہیں، جن پر ملائکہ کو رشک آتا ہے...... ان صلاحیتوں سے تم اس مقام پر پہونچو گے جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ " مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر "ان صلاحیتوں سے تم ولی بن سکتے ہو، خدا کے محبوب ہو سکتے ہو، اور جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تم کیا بن سکتے ہو؟

تم ایسے بن سکتے ہو کہ تمہارا شہر نہیں پورا ملک بلکہ پوری امت اور ملت کی

تقدیر بدل سکتی ہے، تم وہ پارس بن سکتے ہو کہ اگر تم سے کوئی خدا کا باغی اور سرکش چھو جائے تو ولی کامل بن جائے جس بستی میں تم جاؤ وہاں بہار آجائے، وہاں کا موسم اور فضا بدل جائے، یہ تاثیر آج بھی تمہارے اندر پیدا ہو سکتی ہے، تمہاری وجہ سے نہ جانے کتنی قومیں جنتی ہو سکتی ہیں، بے شک نبوت تو ختم ہو چکی! لیکن تم "اٰیۃ من اٰیات اللہ" بن سکتے ہو، حجۃ الاسلام، شیخ الاسلام ہو سکتے ہو، سب سے بڑھ کر یہ کہ تم نائبان رسول ہو سکتے ہو، یہ سب چیزیں تم کر سکتے ہو، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تم عزم کرو، کیونکہ تم خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے آئے ہو، صاحب کمال اور صاحب امتیاز بننے کے لئے آئے ہو، اگر تم کامیابی اور ترقی کا فیصلہ کر لو تو اس کائنات کا ذرہ ذرہ تمہاری مدد کرے گا، پورا نظام کائنات تمہارے لئے وقف ہو جائے گا، حدیث اس بات پر شاہد ہے۔

میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون بد نصیب شخص ہوگا جو کامیاب بننا نہ چاہے، پھر بھی ترقی سے انکار نہیں کر سکتا، کائنات کا ذرہ ذرہ عروج و ترقی کا متمنی ہوتا ہے، ایک تخم کو دیکھو وہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا ایک درخت بن جاتا ہے، اور ترقی کے آخری اسٹیج پر پہنچ جاتا ہے، لیکن تمہارا سفر ارتقاء کی منزلیں طے کرتا ہوا موت کے بعد تک جاری رہے گا اور تم ترقی کے مدارج طے کرو گے، حتیٰ کہ تمہاری آسودگی دیدار الٰہی سے ہوگی اور یہ تمہاری آخری اور ابدی منزل ہے، تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ تم اپنے دلوں میں عزم و ارادہ پیدا کرو، اس لئے کہ تم کو بہتر سے بہتر بننا ہے ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

اگر تم ہمارے نہیں بن سکتے، اساتذہ اور ہمدردوں کے نہیں بن سکتے، نہ

بنو !اپنا تو حق ادا کرو۔

میں تم سے بار بار یہی کہوں گا کہ اچھے سے اچھا بننے کی کوشش کرو، کیونکہ تمام عالم یہ شہادت دیتے ہیں کہ خدا نے انسان کو بہترین بننے کیلئے پیدا کیا ہے، اور انسان سے اس کا مطالبہ کیا ہے "هو الذی خلق کل شی ثم هدیٰ "...... میرے عزیزو! تم اپنے دلوں میں لکھ لو، عہد کر لو کہ ہم کو اچھے سے اچھا بننا ہے، یہ تمہارے دل کی آواز بلکہ ایک قدم بڑھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن کی آواز ہے کہ تم بہتر اور قیمتی بنو، جس طالب علم میں یہ جذبہ نہیں وہ در حقیقت سڑی مٹی ہے، جس میں تخم ضائع ہوتا ہے۔

دو راستے

میں کسی قیمت پر بھی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ تم میں اچھے بننے کی صلاحیت نہیں ہے، یہ ایک سچا اور حقیقی جذبہ ہے، جس کی شریعت نے اور انبیاء کے صحیفوں نے ہمت افزائی کی ہے، انسان کے قبضہ میں ہر منزل ہے، صرف خدائی اور نبوت اس سے مستثنیٰ ہے۔

تمہارے سامنے صرف دو راستے ہیں، ایک تو یہ ہے کہ تم یہاں آؤ اور فارغ ہو کر چلے جاؤ اور اچھا بننے کی کوئی کوشش یا ارادہ ہی نہ کرو، دوسرے یہ کہ یہاں اچھے سے اچھا بن کر جاؤ اور علمی اور روحانی ہر حیثیت سے ترقی کرو، یہ دونوں راستے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں، تم یہاں بہتر سے بہتر بن سکتے ہو، یہاں کوئی رکاوٹ نہیں، یہاں سے جانے کے بعد کسی طالب علم کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ میں ندوۃ العلماء میں اچھا نہیں بن سکا، ندوی ہی نہیں کسی مدرسہ کی بابت، دیوبند مظاہر علوم کے متعلق کوئی بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔

محنت وکاوش

تاریخ وتذکرہ میرا موضوع ہے، اور میں اپنے مطالعہ اور تجربہ پر اعتماد کر کے کہتا ہوں کہ کوئی مدرسہ اور کوئی کتب خانہ کسی انسان کو نہیں بناتا ہے، انسان خود اپنی قوت بازو سے، اپنی محنت اور کاوش سے بنتا ہے، اگر آپ بزرگی کے شعبہ میں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہی برگزیدہ بندے تھے، جن کے سرپرست ولی نہیں تھے، ان کے لئے ماحول ناسازگار تھا، لیکن وہ اپنی محنت سے، اپنی تڑپ سے اور پیاس سے ولی کامل بن گئے، ہزاروں مثالیں ہیں کہ آزر کے گھر سے ابراہیمؑ پیدا ہوئے، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے والد کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ولی تھے، لیکن اپنی طلب اور تڑپ کے بل بوتے پر وہ حجۃ الاسلام بن گئے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی مثال

سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے، ان کے والد نہ کوئی عالم تھے، نہ ولی، مرتے وقت ایک صاحب کو صاحبزادہ کی تعلیم کے لئے وصیت کر گئے، لیکن ان کی ماں نے چرخہ کات کر ان کو پڑھایا اور اعلیٰ تعلیم دلوائی پھر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ترقی کے ان مراتب پر فائز ہوئے جو رشک کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، ان کے بغداد جانے کا واقعہ مشہور ہے، یہ سب کیا تھا، محنت اور تڑپ تھی۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق ہندوستان بھر میں ندوۃ العلماء کے کتب خانہ سے زیادہ کتابیں اور کہیں نہیں ہیں، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ نواب نورالحسن صاحب شیخ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے، اور اس سلسلہ میں انہوں نے بیشتر کتابیں اکٹھا کیں، ان کے بعد ان کا کتب خانہ ندوہ ہی میں آیا۔ ان تمام کتابوں میں میں نے یہ کہیں نہیں پایا کہ ان کے والد کوئی بڑے آدمی یا عالم تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ترقی اور کامیابی موروثی نہیں ہوتی، عبدالقادر جیلانیؒ کے والد دادا صرف کاشتکار تھے، لیکن سیدنا عبدالقادر جیلانی؟

عزیزو! یہ سب محنت اور کوشش ہی پر منحصر ہے، طلب اور تڑپ پر اس کا دارومدار ہے، عزم و ہمت اور بلند حوصلگی اس کی بنیاد ہے۔

یا تن رسد بہ جاناں یا جاں ز تن بر آید

ایک شعر

ایک شعر میں اکثر پڑھا کرتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ کسی خوشنویس سے اس کی کتابت کروا کے آویزاں کرالوں، حضرت مفتی صدرالدین آزردہ نے فرمایا ہے ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں

ان کے نزدیک اتنے بڑے مقصود میں جان کا چلا جانا کوئی اہم بات نہیں، یہ سب کیا تھا؟ ان کے دل میں عشق الٰہی کی چنگاری تھی، ان کی طبیعت بے قرار تھی، حضرت مخدوم بہاری کا واقعہ پڑھو، جب گھر سے پڑھنے گئے تو ہر چیز سے بے پرواہ ہو گئے، گھر سے خطوط آتے رہے اور وہ ایک گھڑے میں ڈالتے رہے، انہوں نے طے کر لیا تھا کہ یہ سب تعلیم سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں، چنانچہ انہوں نے اس سے پرہیز کیا، جب وہ اپنی تعلیم سے فارغ ہوئے اور خطوط کا انبار سنبھالا اور پڑھنا شروع کیا، تو کہیں آبدیدہ ہوئے اور کہیں خوش ہوئے اور چہرہ پر بشاشت و سرور کی لہریں دوڑ گئیں۔

دوسری صورت یہ ہے والد تو ولی ہیں، تمام حالات سازگار اور وسائل مہیا

ہیں، لیکن صاحبزادہ میں کوئی تڑپ یا طلب ہی نہیں، ایسی مثالیں آج کل بھی مل سکتی ہیں، بڑے بڑے بزرگوں کی اولاد کچھ نہیں ! بے قیمت ...... یہاں تو محنت اور کوشش اور قربانی دینے کے بعد ہوتا ہے۔

رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے گھس جانے کے بعد

جب تک انسان کچھ کھوئے گا نہیں، کچھ پائے گا نہیں، آپ کے سامنے دونوں صورتیں ہیں، فاسق و فاجر کی اولاد ولی کامل، اور اولیاء اللہ کی اولاد باغی اور سرکش، یہ سب عزم و محنت اور فیصلہ پر مبنی تھا، یاد رکھئے کہ شکوے وہ کرتے ہیں، جن کو کچھ ترقی نہیں کرنا ہے، وہ کرتے ہیں جو کوتاہ دست ہیں۔

عزیزو! یہ ممکن ہے کہ ایک چھوٹے سے مدرسہ میں رہ کر آپ حجۃ الاسلام اور شیخ الاسلام بن جائیں اور مدینہ یونیورسٹی، قاہرہ یونیورسٹی، دیوبند، مظاہر علوم اور ندوہ میں کچھ نہ بن سکیں، کیونکہ یہ عزم و حوصلہ اور جذبہ و فیصلہ پر منحصر ہے۔

تم آج اس خانۂ خدا سے عہد کر کے اور فیصلہ کر کے نکلو، اس وقت اگر تم سے کہا جائے کہ تمہاری ٹوپی میں ہیرا ہے تو تم اس کے لئے جدوجہد کرو گے، میں کہتا ہوں تمہارے پاس وہ قیمتی ہیرا ہے کہ پورا عالم تمہاری صلاحیت کی قیمت ادا نہیں کر سکتا، ساری دنیا کی سلطنتیں تم کو خرید نہیں سکتیں، بڑے بڑے عارفوں نے دعویٰ کیا کہ ہماری قیمت کوئی ادا نہیں کر سکتا، تم میں سے ہر ایک دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھکو کوئی خرید نہیں سکتا، میں تو ایک قدم بڑھ کے کہتا ہوں کہ الیکشن اور اس کے ہنگامہ کی حیثیت ہی کیا ہے ؟ اگر یہ اسلام اور مسلمانوں کا مسئلہ اور حالات کی تبدیلی کا ایک ذریعہ نہ ہوتا تو ہم ایسے الفاظ کے استعمال کے بعد اپنی زبانوں کو دھوتے، ہم تو وزیروں سے ملاقات کرنا خود ان کا اعزاز سمجھتے ہیں، اُس مجلس میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے لوگ موجود ہیں، جنہوں نے کسی صوبائی وزیر نہیں وزیر اعظم سے ملاقات سے انکار کر دیا ایسے ریاستی وزیر، چیف منسٹر کا کیا ذکر ۔؟

عزیزو! تم اپنی قیمت پہچانو، تمہارے مستقبل کی ضمانت پیغمبر اور خدائے لازوال نے لی ہے، بس شرط یہ ہے کہ تم ہیرے کو واقعۃً ہیرا بنالو، پتھر ایک بار نہیں کئی بار ٹوٹتا ہے، اور بنتا ہے، شیشہ بھی ٹوٹتا اور بنتا ہے، لیکن ہیرا صرف ایک بار ہی بن سکتا ہے، ٹوٹ کر یا چٹک کر وہ دوبارہ نہیں بن سکتا۔

اگر تم اچھا بننا چاہو گے تو تمہیں کوئی روک نہیں سکتا اور نہ چاہو گے تو مشیت الٰہی کے علاوہ کوئی شئ تم کو بنا نہیں سکتی۔

عزیزو! میں تو کہتا ہوں کہ تم خدا اور نبی نہیں بن سکتے، باقی سب کچھ بن سکتے ہو، کس کو امید تھی کہ اس ہندوستان میں مولانا الیاسؒ اور مولانا یوسفؒ پیدا ہوں گے؟ کون جانتا تھا کہ بڑے بڑے عالم نکلیں گے؟ یہ سلسلہ تو اب بھی جاری وساری ہے، تم اس کا عہد کر لو کہ تمہارے لئے یہاں سے نکلنا حرام ہے، مگر یہ کہ تم یہاں سے اچھا اور بہترین بن کے نکلو، اور دنیا کی تمام طاقتیں تمہارے لئے سرنگوں اور مطیع ہوں ۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

اخلاص اور اختصاص:

آج بھی وہ صوت سرمدی موجود ہے "ألا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون "تم کو اب کس کا ڈر ہے؟ خدا کہہ رہا ہے، مگر اس کے لئے دو باتیں لازمی ہیں (۱) اخلاص (۲) اختصاص (امتیاز) یہ دو چیزیں اچھا سے اچھا

بنانے کے لئے کافی ہیں، پوری دنیا کا کہنا غلط، خدا اور اس کے رسول کا کہنا برحق!

آخر میں میں اساتذہ حضرات سے کہتا ہوں کہ ان کی مدد کریں، کیوں کہ آپ کے پاس سیکڑوں ہیرے آگئے ہیں، یہ ہیرے خدا کی نعمت اور دولت ہیں، آپ کہاں پتھر آزمانے جائیں گے؟! اپنی صلاحیت کہاں گنوائیں گے۔؟

میں نے ایک ایسے مدرسہ میں بھی پڑھا ہے، جہاں طلباء کو روٹی اور پانچ پیسے دے دئے جاتے تھے، اور ہم ان پانچ پیسوں سے بد مزہ سالن خرید کر استعمال کرتے لیکن اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ اپنے کام اور کوشش میں محو رہتے تھے، اپنے عزم و منزل کا خیال رکھتے تھے، یہ سب اسی کی برکت ہے۔

اگر تم یہاں کے نظام کی شکایات کرو تو تمہارے لئے کوئی جواز نہیں، میں صاف کہتا ہوں یہاں کے انتظامات ناکافی ہیں، آپ خود دیکھئے گرانی کا کیا عالم ہے، غذائی بحران ہے، ہزاروں روپیہ پانے والے پریشان ہیں، اگر تم کو آدھا پیٹ بھی ملے تو صبر و شکر کرو، فکر نہ کرو!

اچھا بننے کی کوشش کرو

آخر میں میں پھر کہوں گا کہ اچھا بننے کی کوشش کرو اور عزم کرو، اپنی عزت، حتی کہ صحت کا بھی خیال نہ کرو، تم کو یہاں پر سعید اور صابر اولاد بن کر رہنا پڑے گا، پھر تمہارے لئے سارا عالم مسخر ہو جائے گا "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا" یہ محبت مستلزم ہے تسخیر کو، جب تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی، "ولن تجد لسنة الله تبدیلا، ولن تجد لسنة الله تحویلا"

عزیزو! محنت کرلو، گھروں کو بھول جاؤ، کھانے اور لباس کے معیار کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھول جاؤ، بس اپنے مقصد اور منزل کو پیش نظر رکھو، اگر تم صاحب کمال بن جاؤ گے، تو دنیا اور آخرت دونوں تمہاری ہو جائیں گی۔

خدا تم کو اس کی توفیق عطا فرمائے، کیونکہ یہ سب اسی کی توفیق پر منحصر ہے۔!!

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(اقبال)

تقریری مواد اور غذا حاصل کرنے کے لئے ہماری کتاب

جدید معیاری تقریریں

مکمل چار حصے

از قلم ــــــــــ مولانا محمد کاظم ندوی

آج ہی اپنے کسی قریبی کتب فروش سے طلب کریں یا ہمیں لکھیں۔

مکتبہ ایوب، کاکوری، لکھنؤ۔ ۲۲۷۱۰۷

زرخیز زمین مردم خیز خطّہ

۲۳/ جولائی ۱۹۷۸ء کو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں یہ تقریر کی گئی، جلسہ میں یونیورسٹی کے اعلیٰ عہدہ دار، اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ معززین شہر، علماء اور دانشوروں کی خاصی تعداد شریک تھی، اس یونیورسٹی میں زیر تعلیم عرب ممالک کے طلبہ کی فرمائش پر مقرر نے اسی موضوع پر عربی میں بھی خطاب فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زَرخیز زمین مَردم خیز خِطّہ

حمد وثنا کے بعد:

اساتذۂ جامعہ، بزرگان محترم اور طلبائے عزیز!

مُلک کی عظمت کا حقیقی معیار

مجھے بڑی مسرت اور خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ میں آپ کی اس یونیورسٹی میں جو اپنا ایک خاص کام اور مقام رکھتی ہے، اپنے رفقاء کے ساتھ حاضر ہوا ہوں، میں اس عزت افزائی کے لئے یونیورسٹی کے ذمہ داروں کا شکر گزار ہوں۔

کسی ملک کی ترقی اور اس کی بڑائی کا معیار صرف یہ نہیں ہے کہ اس میں یونیورسٹیوں کی کتنی تعداد ہے، اس کی زمین میں زراعتی صلاحیت کتنی ہے، اس کے محاصل کتنے ہیں، اس میں کتنے سرمایہ دار پائے جاتے ہیں، اس کا معیارِ زندگی کتنا بلند ہے، بلکہ ملک کی عظمت کا حقیقی معیار یہ ہے کہ اس کے اہلِ علم میں بحث و تحقیق کرنے کا کتنا ذوق پایا جاتا ہے، اور خالص فنی اور تحقیقی دانش گاہیں اور جامعات کتنی ہیں؟ اگر کوئی ملک سب کچھ رکھتا ہے، اس کے اندر قدرتی دولتوں کے بڑے بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

ذخائر ہیں، فطری اور قدرتی وسائل بھی ہیں، لیکن اس میں ذوقِ تجسس نہیں ہے، تحقیق کا خالص علمی اور سنجیدہ ذوق نہیں پایا جاتا، ایسے لوگ کافی تعداد میں نہیں ہیں، جو اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہوں، تعریف و تحسین سے بے نیاز ہو کر تحقیقی کام کرنے کے لئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے ﴿جو اصل مقصود ہے﴾ اور اس ملک کی ترقی اور بہبودی کے لئے وہ دن رات کام میں لگے رہتے ہیں، ان کو حکومت یا کسی ادارے سے انعام کا کوئی لالچ نہیں ہے، وہ تھکتے ہوں اور تھکنے ہی سے ان کو راحت ملتی ہو، تعطل اور بیکاری اور آرام ان کے لئے سزا ہو، ان کے لئے اس سے بڑھ کر سزا نہ ہو کہ ان کو تحقیقی کام کرنے سے روک دیا جائے، کام ہی ان کی غذا ہو، دوا ہو، ان کا انعام ہو۔

یہاں آکر خوشی حاصل ہوئی

یہاں یہ دیکھ کر کہ اس ملک میں ایک ترقی یافتہ زرعی یونیورسٹی پائی جاتی ہے، اور یہاں بیرونی ممالک خاص طور سے عرب ممالک کے نوجوان اپنے ملکوں سے پڑھنے اور تحقیقات کرنے کے لئے آتے ہیں، بڑی مسرّت ہوئی، اس سے ایک مسلمان اور ایک طالب علم کا دل ضرور خوش ہونا چاہئے، خدا کا شکر ہے کہ مسلمان بھی ہوں، طالب علم بھی ہوں، اس لئے مجھے یہاں آنے سے قدرتاً خوشی حاصل ہوئی۔

اگر میں کوئی بڑا میوزیم دیکھتا یا کسی بڑے سے بڑے ایوان میں میری ضیافت و عزت افزائی کی جاتی تو مجھے وہ خوشی نہ ہوتی جو آپ کی اس دانشگاہ میں آکر ہوئی۔

اپنی بہترین صلاحیت اس ملک پر صرف کریں

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے امید ہے کہ جو نوجوان یہاں تعلیم پا رہے ہیں، وہ اپنی بہترین صلاحیتیں اس ملک کے مفاد پر صرف کریں گے، بجائے اس کے کہ وہ اونچی تنخواہوں کی خواہش میں امریکہ اور یورپ جائیں جس کا عام طور پر رواج ہو گیا ہے، میں پورے امریکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں کہ ہمارے مشرقی ممالک کے بہترین نوجوان، بڑے باصلاحیت افراد جو اپنے ملکوں کو بہت کچھ دے سکتے تھے، اور یہ ملک ان کی ذراسی کوشش سے اپنی زمین سے خزانے اُگل سکتے تھے، انہوں نے اپنے لئے اپنے ملکوں سے باہر میدان کا انتخاب کیا، اس سے ان افراد کا خواہ کتنا ہی بڑا فائدہ ہو، لیکن ان ملکوں کا بڑا نقصان ہوا کہ پڑھ لکھ کر جب کام کے آدمی بنے تو اغیار کی سرزمین میں پہنچ گئے تاکہ اپنی جھولی بھریں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ اپنے ملکوں کی جھولی اپنی محنتوں سے، ان کے نتائج سے بھرتے، لیکن افسوس ہے کہ ہماری دولت اغیار کے کام آرہی ہے، اس لئے میں اس ملک کے نوجوانوں سے اور عرب نوجوانوں سے بھی ﴿مجھے امید ہے کہ وہ یہاں رہ کر اتنی اُردو سمجھنے لگے ہوں گے کہ میری بات سمجھ لیں﴾ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذہانتیں، اپنی صلاحیتیں، اپنے مطالعے، اپنی تحقیقات کا اصل مستحق اپنے ملکوں کو سمجھیں، یہ بڑے افسوس کی بات ہے، اور حب الوطنی اور غیرتِ اسلامی کے خلاف ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں سے ان ملکوں کو فائدہ پہنچائیں، جنہوں نے تمام اسلامی ملکوں کو غلام بنا رکھا ہے، آج بالواسطہ سیاسی طور پر، اقتصادی طور پر، علمی اور فنی طور پر سب امریکہ اور روس کے دست نگر ہیں، ترقی یافتہ ممالک کے دست نگر ہیں، اگر ہمارے نوجوان اپنی صلاحیتیں اپنی سرزمین پر صرف کریں تو وہ بہت کچھ عطا کر سکتے ہیں، اور اس راستہ سے، خدا سے، اپنے خالق سے بھی بہت کچھ لے سکتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

نظریات، فلسفوں اور علمی تحقیقات ومسلمات کا غلبہ جاری ہے

مجھے امید ہے کہ نوجوان ان ملکوں کا مقابلہ کریں گے جو علمی تحقیقات کے ذریعہ اسلام کے قلب ودماغ پر حملہ آور ہیں، وہ زمانہ گیا کہ کوئی ملک کسی ملک کو غلام بنائے اور اگر اب بھی کہیں کسی کو اس کا شوق ہے تو وہ ایک قصہ پارینہ کی تقلید ہے، لیکن علمی نظریات، علمی تحقیقات اور علمی مسلّمات کے نام پر جو باتیں پیش کی جاتی ہیں، ان کا حملہ اسلام پر ہمیشہ جاری رہا ہے، اور جاری رہے گا، ایک زمانہ میں فلسفۂ یونان کا حملہ تھا، اس زمانہ میں اسلام نے غزالیؒ، باقلانیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام رازیؒ پیدا کیے، اس کے بعد پھر جب مغربی استعمار نے تاریخ کی راہ سے مسلمانوں پر حملے شروع کیے، مثلاً یہ کہا جانے لگا کہ کتب خانہ اسکندریہ مسلمانوں نے جلایا ہے، اور اس کو یورپ نے ایسی مسلّمہ حقیقت کے طور پر پیش کیا کہ ہر پڑھا لکھا آدمی سن کر گردن جھکا لیتا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے اس کو ماننے سے ذرا بھی پس وپیش کیا یا انکار کیا تو میں ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ سمجھا جاؤں گا، پورے عالم اسلام پر اس کا جادو چل گیا تھا کہ مسلمان علم کی کیا سرپرستی کریں گے، علم کے سلسلے کو آگے بڑھائیں گے، وہ تو ایسے غیر روادار، ایسے علم دشمن ہیں کہ اپنے خلیفہ عمر فاروقؓ کے حکم سے کتب خانۂ اسکندریہ کو آگ لگادی اور کہا کہ اگر یہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے تو اس کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر مطابق نہیں ہے تو اس کا جل جانا ہی بہتر ہے، یورپ کے عیسائی مصنفین نے یہ بات کہی اور ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے تسلیم کر لیا اور یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ تاریخی حقیقت ہے، برصغیر میں مولانا شبلی نعمانیؒ پہلے مورخ وناقد تھے، جنہوں نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا اور مستقل رسالہ لکھا

اور ثابت کر دیا کہ یہ محض افسانہ اور مسیحی تعصب و جہالت کا کرشمہ ہے، جس طرح ریاضی کی حقیقت ہوتی ہے، دو، دو چار، اسی طرح انہوں نے تاریخی دلائل سے ثابت کر دیا کہ کتب خانہ اسکندریہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت اور مسلمانوں کے داخلۂ مصر سے پہلے جل چکا تھا، اور یہ متعصب عیسائیوں کا کارنامہ تھا، اسی طریقہ سے تاریخ کے راستے سے جو خیالات پیدا ہوئے اور جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کو متزلزل کرنا شروع کر دیا، جیسے ''اورنگ زیب عالمگیرؒ کے متعلق مشہور کیا گیا کہ وہ ستم گر تھا، ہندو کش تھا، ظالم تھا'' **''جزیہ ظالمانہ ٹیکس ہے''** اس کا جواب بھی مولانا شبلیؒ نے دیا اور معترضین کا منہ بند کر دیا۔

عِلم کسی منزل پر رُکتا نہیں

جب اسلام پر حملے سیاست کی راہ سے، اقتصادیات کی راہ سے شروع ہوئے تو اس تحتی براعظم کے مسلمان فضلاء کے قلم چلے اور انہوں نے ان فلسفوں کا ان نظریات کا علمی محاسبہ کیا، علم کی تعریف یہ ہے کہ وہ کبھی کسی منزل پر جا کر رکتا نہیں اور اس میں برابر ارتقاء کا عمل جاری رہتا ہے، اس لئے یہ کہنا یہ حرفِ آخر ہے، یہ علم کی حیثیت و منصب سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اب آپ حضرات کا فرض ہے کہ علم نباتات کے ذریعہ جو غلط نظریات آرہے ہیں، اور جو اسلام کے اور قرآن مجید کے عقائد، اس کی تعلیمات سے متصادم ہیں، آپ ان کا بطلان ثابت کریں، قرآن شریف نے جن چیزوں کی نقاب کشائی کی ہے، مثلاً قرآن کہتا ہے، کہ ''ومن کُلِّ شیءٍ خلقنا زوجین'' اور کہتا ہے کہ نباتات میں بھی ازدواج ہے، اس میں بھی جوڑا ہے، نر اور مادہ نباتات میں بھی ہوتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ قرآن سے پہلے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہو اور یہ بات پیش

www.abulhasanalinadwi.org

کی ہو، اب آپ اس کی صداقت ثابت کریں، اور بتائیں کہ اس کتاب کا، اور اس نبی اُمیؐ کا بڑا معجزہ ہے کہ فن نباتات سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ ہر چیز میں نر مادہ ہوتے ہیں اور خاص طور سے نباتات کے متعلق تو، سورۂ رعد کی ابتدا میں ایسی کئی حقیقتوں کو بیان کیا گیا ہے، یہ حقیقتیں تو ایسی ہیں کہ ان پر مستقل ریسرچ کی جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ جامعہ اس بات کی پورے طور پر مستحق ہے کہ اس پر کام کرے، اور وہ کام لوگوں کے سامنے اور پوری دنیا کے سامنے آئے۔

کاش یہ کام اسلامی ملکوں میں ہوتا

ڈارون کے نظریۂ ارتقاء نے جس طرح لوگوں کے دماغوں کو ماؤف کیا نہ صرف یہ کہ علمی دنیا میں ہلچل پیدا کی بلکہ مذہبی دنیا کو بھی ہلا کر رکھ دیا، جن حضرات کا یہ موضوع ہے، وہ بہتر جانتے ہیں، اس کی ضرورت تھی کہ عالمِ اسلام میں اس کے محاسبہ کا کام کیا جائے، اتفاق سے یورپ میں خود اس سلسلہ میں بڑا کام ہوا اور اس نظریہ کا انیسویں صدی کے آخر یا بیسویں صدی کے شروع میں جو دبدبہ قائم تھا، جو طمطراق تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ ڈارون کے نظریہ کی تنقید میں زبان کھولنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے، بہت سے لوگوں نے اس کے سامنے سپر ڈال دی تھی، اور کہنا شروع کر دیا تھا کہ قرآن کے بیان اور اس نظریہ میں کوئی منافات نہیں، لوگوں نے دونوں میں تطبیق دینی شروع کر دی تھی بلکہ نظریۂ ارتقاء کو اصل مان کر منصوصاتِ قرآنی کی تاویل کرنے لگے تھے، لیکن اب علمی طور پر اس نظریہ کی وہ حیثیت نہیں جو انیسویں صدی کے آخر یا بیسویں صدی کے اوائل میں تھی، لیکن یہ کام یورپ میں ہوا، کاش یہ کام اسلامی ملکوں میں ہوتا، مصر میں ہوتا، عراق میں ہوتا، ہندوستان میں ہوتا، مگر افسوس ہمارے ممالک عربیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے فضلاء کی کوشش کا میدان ادب تھا یا تاریخ، انہوں نے تطبیقی علوم یعنی سائنس، کیمسٹری، فزکس یا اس طرح کے میدان کی طرف کم توجہ دی، اسلامی ممالک کا ایک آدمی بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو کسی نظریہ کا اضافہ کرتا، یا علمی دنیا سے اپنی تحقیق کا لوہا منوالیتا، اور بین الاقوامی اعزاز کا مستحق قرار پاتا۔

آپ نوبل پرائز حاصل کریں

عزیز طلبہ اور مسلم نوجوانو! آپ اگر یکلچر ہی کی فیلڈ میں کوئی ایسا نظریہ پیش کریں کہ آپ نوبل پرائز کے مستحق قرار پائیں، آپ کو اندازہ نہیں کہ جب کسی مسلمان کو کسی تحقیقی یا علمی کام میں نوبل پرائز ملے گا تو مسلمان نوجوانوں کا حوصلہ کتنا بلند ہوگا، وہ کتنا افتخار محسوس کریں گے، میں طبقۂ علماء سے تعلق رکھنے کے باوجود اس روزِ سعید کا منتظر ہوں جب میں سنوں کہ کسی اسلامی ملک میں کسی نے نباتات یا زراعت کے میدان میں ایسا کام کیا ہے کہ وہ نوبل پرائز (NOBLE PRIZE) کا مستحق ٹھہرا، آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس سے مسلمان نوجوان کتنا خوش ہوں گے اور یہ وہ خوشی ہے، جس پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی اور جس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں، کوئی حکومت اس پر تنقید نہیں کر سکتی، میں نوجوانوں کو اور عرب ممالک کے نوجوانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایسا اوریجنل (ORIGINAL) تحقیقاتی، بلکہ انقلابی کام کریں جس کی طرف ساری دنیا کی نگاہیں اُٹھ جائیں اور وہ مان جائے کہ ہاں مسلمانوں میں بھی ایسی غیر معمولی دماغی صلاحیت اور عبقریت پائی جاتی ہے، اور ان میں ایسے جینیئس (GENIUS) پائے جاتے ہیں۔

مسلم اقوام کے دل کی زرخیز زمین

آپ مسلم قوم کے نونہال ہیں، آپ اس زمین کی تحقیق کرتے ہیں کہ اس

میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں، میں آپ کو ایک اور زمین کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کی طرف ہمارے مسلم ممالک کی بہت تھوڑی توجہ ہوئی ہے، وہ ہے ہمارے مسلم اقوام کے دل کی زمین، ہمارے مسلم اقوام کے دل میں کیسے کیسے خزانے دفن ہیں، دل کی یہ زمین کن دولتوں، کن خزانوں اور کن طاقتوں سے مالامال ہے، ان کو ابھارنا، ان کو پہچاننا، ان سے کام لینا چاہئے، ہمارے سیاسی قائدین اور قومی رہنماؤں نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے جو قومیں ہمارے حصہ میں آئی ہیں وہ قومیں کیسی ایمانی طاقت کیسی قربانی کی طاقت، کیسا جذبہ کیسی گرم جوشی، کیسی سادگی، کیسی محبت اپنے اندر رکھتی ہیں، کیا اس کے لئے ضرورت نہیں کہ ایک یونیورسٹی قائم کی جائے جو دلوں کی اس سرزمین، ان مسلم اقوام کی ان صلاحیتوں کے متعلق تحقیقات کرے، اور ان کے ابھارنے کے ذرائع معلوم کرے اور پھر ان کو کلٹی ویٹ (CULTIVATE) کرے، ان کی پرورش کرے، ان کی نشو نما کرے، اگر یہ کام ہو گیا تو دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہو جائے گا، آپ کسی تحقیق کے ذریعہ دنیا کے حالات واخلاق میں انقلاب عظیم برپا نہیں کر سکتے، دنیا کو حقیقی فائدہ نہیں پہنچا سکتے لیکن اس کام سے دنیا کے حالات واخلاق میں انقلاب عظیم برپا کر سکتے ہیں، میں اقبال ہی کے الفاظ میں شکوہ سنج نہ صرف ایران سے بلکہ اس تحتی برا عظم بلکہ عالم اسلام سے کہ ؎

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب وگلِ ایراں وہی تبریز ہے ساقی

اور پھر اپنے دل کو تسلی دوں گا اور آپ کو مژدہ سناؤں گا ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

www.abulhasanalinadwi.org

زر خیز زمین مردم خیز خطہ

خدا نے آپ کو پاکستان کی سر زمین دی، اس کی مٹی بھی زرخیز، اس کی قوم بھی زرخیز، اس کا دماغ بھی زرخیز اس کا دل بھی زرخیز۔

اسی طرح ایشیا کے سارے ممالک جہاں سے یہ طالب علم آئے ہیں، زرخیز ہیں، یہی عراق کا حال ہے جو دجلہ و فرات کی وادی ہے، یہی سوڈان کا حال ہے جو نیل کا منبع ہے، وہاں کی زمین کیسی زرخیز ہے، لیکن مردم خیز بھی ہے، آپ نے یہ تو سمجھا کہ زرخیز ہے، لیکن آپ نے یہ نہیں سمجھا کہ مردم خیز بھی ہے، زرخیزی کا کام ابھی شروع نہیں ہوا، ممکن ہے کہ کل ہم سنیں کہ آپ وزیر زراعت بن گئے، یہ عرب نوجوان ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی وزیر زراعت ہو جائے، یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے، جمہوریت کا دور ہے، اس لئے اس کا پورا امکان ہے کہ آج آپ یہاں فیصل آباد یونیورسٹی کے طالب علم ہیں، لیکن کل آپ اپنے یہاں منسٹر ہوں یا لیڈر ہوں، کسی سیاسی پارٹی کے رہنما بن جائیں، یا صدر جمہوریہ ہو جائیں تو میں آپ کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ آپ زمینوں کی زرخیزی اور مردم خیزی دونوں کی طرف توجہ دیں اور اپنے ہم وطنوں کو بتائیں کہ اللہ نے ان مسلم و عرب اقوام کو جو باطنی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، یورپ و امریکہ کی قومیں ان سے محروم ہیں، مسلمانوں کے اندر جو سادگی ہے، جو اخلاص ہے، اس کا ہزارواں حصہ بھی ان امریکن، یورپین اور ان غیر مسلم قوموں کو حاصل نہیں، آپ اس خلوص کا فائدہ اٹھائیں، مسلمان مسلمان سے کس خلوص سے ملتا ہے، ایمان کی کتنی بڑی طاقت اس کے اندر ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کیا کر سکتا ہے، اس طاقت کو بھی نشو نما دیں، اس کو بھی بڑھائیں، آپ کا ملک لالہ زار نہیں، بلکہ ایسا مردم خیز، زرخیز، انقلاب خیز اور

ایسی بہاروں کا پیغام دینے والا بن جائے گا کہ دنیا محوِ حیرت رہ جائے گی۔

ان الفاظ کے ساتھ اپنے ان داعیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یہ مسرت وعزت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس جامعہ کو نیک نام اور باعث عزت وافتخار بنائے، نہ صرف اس ملک کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

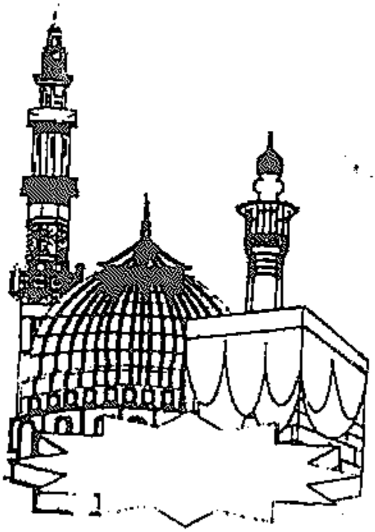

زمانہ کا دامن پھیلتا اور سمٹتا رہتا ہے
آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ محنت، تیاری
اور
سرمایۂ علم کی ضرورت ہے

جمعیۃ الاصلاح کے افتتاحی جلسہ میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم اور پُر مغز تقریر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ کا دامن پھیلتا اور سمٹتا رہتا ہے
آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ محنت، تیاری
اور
سرمایۂ علم کی ضرورت ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزو! دارالعلوم کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ یہاں سے طالب علم جس وقت فارغ ہو کر نکلے تو وہ باہر کی دنیا کے لئے اجنبی نہ ثابت ہو۔

ایسا نہ ہو کہ یہ مدت جو دارالعلوم کے اندر گزاری ہے، وہ ان کی باہر کی دنیا سے بالکل علٰحدہ ہو بلکہ یہاں رہتے ہوئے بھی باہر کے جھونکے اندر آتے رہیں، وہ روزن اور کھڑکیاں کھلی رہیں جن سے ہم باہر کی دنیا کو دیکھ سکیں۔

"الاصلاح" کا قیام ایک جرأت مندانہ اقدام تھا

جس وقت دارالعلوم قائم ہوا اس وقت ہمارے قدیم عربی مدارس میں

www.abulhasanalinadwi.org

تدریس کے لئے ایک خاص طرح کی زبان مستعمل تھی، اور اظہار خیال کے لئے بھی ایک مخصوص اسلوب اور طرز تحریر رائج تھا، یہ قدیم نصاب تعلیم کا قدرتی نتیجہ تھا، اس کے الفاظ اور اس کی تعبیرات، اس کے محاورے، اور اظہار خیال کے طریقے تمام اس طرز تعلیم سے متاثر تھے، جو اس زمانے میں رائج تھا، اس زمانے کے مدارس میں اخبارات ورسائل پڑھنے کا بھی کچھ زیادہ رواج نہیں تھا، بلکہ شاید اخبارات اور رسائل کا مطالعہ کسی درجہ میں معیوب سمجھا جاتا تھا، جو لوگ اخبار ورسائل پڑھتے تھے وہ مطعون کئے جاتے تھے، اور ان کی انگشت نمائی ہوتی تھی کہ یہ تعلیم کا حرج کر کے اخبار ورسائل دیکھتے ہیں، اس وقت دار العلوم میں طلباء کی ایک ایسی انجمن قائم کرنا جس کا ایک دار المطالعہ ہو، اور دار الاخبار ہو، جس میں ہفتہ وار خطابت کے جلسے ہوتے ہوں اور اس کا نظم ونسق سب طلبہ کے ہاتھ میں ہو، ایک بڑا حقیقت پسندانہ اور جرأت مندانہ اقدام تھا، آج تو یہ چیز ہماری زندگی میں ایسی گھل مل گئی ہے، اور ایک ایسے سکۂ رائج الوقت کی طرح ہو گئی ہے، جس میں کسی قسم کی کوئی ندرت یا جدت نظر نہیں آتی، لیکن آج سے ستر برس پہلے اس گزشتہ صدی کے بالکل آخر میں جب دار العلوم قائم ہوا اور ہمارے ابنائے دار العلوم نے جن کا نام اکثر کتابوں میں مل سکتا ہے، انجمن "الاصلاح" قائم کی، اس وقت اس اقدام کی بڑی اہمیت تھی، اور اس میں بڑی جدت تھی، اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے وہ زمانہ دیکھا ہو، اس زمانہ کے لحاظ سے یہ ایک بڑا مفید قدم تھا، اور کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں انجمن الاصلاح نے بڑا مفید کام انجام دیا اور اس کے بعد سے لے کر اس وقت تک مفید کام انجام دیتی رہی اور اس میں بہت سے ایسے لوگوں کی تربیت ہوئی جنہوں نے یہاں سے نکل کر اپنی اس مشق اور مہارت سے بہت فائدہ اٹھایا،

اس لحاظ سے دارالعلوم کے ان فرزندوں اور "الاصلاح" کے بانیوں کو جتنی بھی داد دی جائے، اور ان کی خدمات کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

آج زمانہ بہت بدل چکا ہے

لیکن میرے عزیزو! زمانہ میں ہر چیز کی قدر و قیمت اس زمانے کی ضروریات اور اس زمانے کے معیار کے لحاظ سے ہوتی ہے جس زمانہ میں یہ قدم اٹھایا گیا تھا، اس زمانہ میں یہ علماء کی روشن خیالی کا ایک بہت بڑا ثبوت تھا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ادارہ کو اس میں اولیت حاصل ہے لیکن اس کے بعد سے زمانہ بڑا سرگرم سفر رہا ہے، وہ ایک منٹ کے لئے جامد و ساکت نہیں ہوا اس نے کسی منزل پر قیام نہیں کیا، خیالات بدلتے رہے، ضروریات بدلتی رہیں، تقاضے بدلتے رہے، نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہے، نئے نئے میدان اور نئے نئے چیلنج سامنے آتے رہے، اور علماء سے اپنے جوابات مانگتے رہے، اب اس زمانہ میں اخبارات ورسائل کا مطالعہ یا کسی بزم کا قیام ایک ایسی عام چیز ہو گئی ہے کہ اس سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا مدرسہ بھی اس وقت مشکل سے خالی ہو گا، گاؤں گاؤں قصبے قصبے ایسی انجمنیں قائم ہیں، جہاں تقریروں کی مشق کرائی جاتی ہے، لوگوں نے خاندان برادری کی سطح پر بہت سی انجمنیں ـــــ قائم کر رکھی ہیں، اور عربی مدارس میں بھی عام طور پر ایسی انجمنیں جمعیتیں پائی جاتی ہیں، بعض مدارس میں تو میرے خیال میں کئی درجن انجمنیں ہوں گی، یہاں تک کہ ضلع وار بھی انجمنیں قائم ہیں، اب زمانہ ان چیزوں سے بہت آگے بڑھ گیا ہے، اب سلجھی ہوئی تقریر کرنا، یا ان اخبارات ورسائل کا پڑھ لینا، اور اس بات سے واقف ہونا کہ کہاں کہاں سے یہ اخبارات ورسائل نکلتے ہیں، اور ان میں کیا لکھا جاتا ہے، یا ایک شستہ تقریر کر لینا، ایک رواں

www.abulhasanalinadwi.org

مضمون لکھ دینا، اپنے خیالات کو شائستہ انداز میں ادا کر لینا کافی نہیں رہا، اس میں کسی قسم کا امتیاز باقی نہیں رہا، اب یہ چیزیں دور ماضی کی ایک یادگار ہیں، اور اس توقع پر قائم ہیں، اور ان کو قائم رکھا جاتا ہے، اور ہمت افزائی کی جاتی ہے کہ شاید ان میں وسعت پیدا ہو اور یہ زمانہ کے نئے تقاضوں کی تکمیل کر سکیں، ورنہ جہاں تک کسی بزم خطابت کا تعلق ہے، کسی دار الاخبار کا تعلق ہے، ان میں کوئی جدت اور کوئی فوقیت باقی نہیں رہی۔

متوسط درجہ کی لیاقت کافی نہیں

ایک زمانہ تھا، جب علماء کا شستہ اردو لکھ لینا اور اس زمانہ کے محاورہ اور اسلوب کے مطابق تصنیف و تالیف کر لینا بڑی قابل تعریف بات سمجھی جاتی تھی، بہت سے علماء اپنے خیالات کے ادا کرنے پر پوری قدرت نہیں رکھتے تھے، اور نئے خیالات کے لئے قدیم زبان ہی استعمال کرتے تھے، لیکن یہ چیزیں اب بہت عام ہو گئی ہیں، ندوۃ العلماء کا قیام جس زمانہ میں ہوا اس زمانہ میں کسی ندوی فاضل کا کسی تاریخی موضوع پر کچھ لکھ دینا یا اس میں قدیم ماخذ میں سے تمام ضروری اور متعلق مواد جمع کرنا اور سلیقہ کے ساتھ اس کو ترتیب دینا ایک بڑا علمی کارنامہ سمجھا جاتا تھا، اس وقت کسی فاضل کے لئے یہ بات بس تھی کہ اس نے مسلمانوں کی تہذیب کے کسی پہلو، مسلمانوں کے کسی علمی کارنامے، مسلمانوں کی کسی تہذیبی و تمدنی خدمت یا کسی دور حکومت یا کسی مسلمان حکمراں خاندان پر ایک ایسی متوسط درجہ کی کتاب لکھ دی جس میں اگرچہ کوئی ریسرچ یا کوئی خاص قسم کا نظریہ ثابت نہ کیا گیا ہو، تاہم سلیقہ کے ساتھ اس کا مواد جمع کر دیا گیا ہو، یا پڑھنے والوں کو اس سے وحشت نہ ہوتی ہو، یہ بات کسی قدیم درسگاہ کے افتخار کے لئے اس وقت بہت کافی تھی،

لیکن میرے عزیزو! اب حالات بہت مختلف ہو چکے ہیں، اگر ہماری انجمن کا مقصد یہی ہے کہ متوسط درجے کے خطیب اور مقرر پیدا کرے، ہمارے طلباء اخبارات ورسائل سے ناواقف نہ رہیں، اور ان کو یہ معلوم ہو کہ اس زمانے میں کیا رجحانات کام کر رہے ہیں، اس زمانے میں کون ادیب اور کون مصنف ہے، اور کون کون صاحب طرز اہل قلم، تو یہ بات بالکل ناکافی ہے،

زمانہ کا دامن سمٹتا اور پھیلتا رہتا ہے

زمانہ اب اس سے بہت زیادہ کا طالب ہے، زمانہ کا دامن سمٹتا اور پھیلتا ہے، زمانہ کی جھولی اور اس کا کشکول گدائی ایک ناپ کا نہیں رہتا، وہ حالات کے مطابق، لوگوں کی استعداد کے مطابق، نئے سیاسی تغیرات اور تبدیلیوں کے مطابق، ہر دور میں ہر جماعت سے اپنے زمانہ اور پیمانہ کے مطابق رہنمائی اور رہبری کا طالب ہوا کرتا ہے، اب یہ زمانہ اس بات کا بالکل متحمل نہیں ہے، اور محض اس پر دینی درسگاہ کے طالب علم کو کسی قسم کا کوئی تصدیق نامہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اس میں کچھ اچھے بولنے والے پیدا ہو جائیں کچھ متوسط درجے کے لکھنے والے پیدا ہو جائیں،

آج پہلے سے کہیں زیادہ تیاری کی ضرورت ہے

اس وقت جو ایک عام ذہنی انتشار اور ایک قسم کی مایوسی ملت پر پھیل رہی ہے، اور ملت کی صلاحیت کی طرف سے اور دین میں جو صلاحیت ودیعت کی گئی ہے، اس صلاحیت کی طرف سے یا دین کے مستقبل کی طرف سے جو بدگمانی اور بے اعتمادی پیدا ہو رہی ہے، نوجوانوں میں، جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں اور حاملین دین میں، جو بے اعتمادی پھیل رہی ہے، اس کو دور کرنے کے لئے بہت زیادہ تیاریوں کی

ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ علمی فتوحات حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ بلند پروازیوں کی ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ کاوشوں، دلسوزیوں اور دماغ سوزیوں کی ضرورت ہے، جو ہمارے اسلاف نے کیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ندوۃ العلماء کے صف اول کے مصنفین اور اہل قلم نے اس زمانے کی نسلوں کو بہت کچھ دیا، انھوں نے اس زمانے کی نسل کو بڑی حد تک مطمئن کرنے کی کوشش کی، جو مسائل اس عہد میں اہمیت رکھتے تھے، ان مسائل پر انھوں نے جو چیزیں پیش کیں، وہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت طاقتور اور دل نشین تھیں، لیکن اگر آج ان چیزوں کو دہرایا جائے یا بالکل ان کی نقل کی جائے تو اس میں کوئی علمی استدلال نہیں ہوگا، اور لوگوں کو بڑی مایوسی ہوگی،

تحقیق و مطالعہ کا میدان بہت وسیع ہے

تحقیق اور مطالعہ کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے، قدیم ذخیرے بلکہ قدیم دفینے جو پہلے علماء کے خواب وخیال میں بھی نہیں آتے تھے، اب عام ہو چکے ہیں، نشر واشاعت کے اداروں نے اور طباعت واشاعت کی تحریک نے زمین کے جگر چاک کر دیے ہیں، اور سمندروں کے اندر سے موتی نکالے ہیں، وہ چیزیں جن کا ہم صرف نام سنتے تھے، وہ آج بازاروں میں مل رہی ہیں، سوچنے کے طریقے اور مطمئن کرنے کی صلاحیت اتنی مختلف ہو گئی ہے کہ ان میں قدیم طرز کی بالکل تقلید نہیں کی جا سکتی۔

بہت سے قدیم مباحث آج اپنی اہمیت کھو چکے ہیں

ایک زمانہ تھا کہ مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجزیۃ فی الاسلام" معرکۃ الآرا کتاب سمجھی جاتی تھی "اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر" گویا

علمی فتح تھی، اسی طریقے سے ان کا "کتب خانہ اسکندریہ" بڑی محققانہ کتاب یا یوں سمجھئے کہ اسلام کی طرف سے ایک حجت تھی، لیکن آج یہ مباحث اپنی اہمیت اتنی کھو چکے ہیں کہ اگر ان مباحث پر لکھا جائے تو اس میں لوگوں کے لئے کوئی نئی بات اور دلچسپی نہ ہوگی، اس زمانے میں اس سے بہت زیادہ وسیع علم اور اس سے بہت زیادہ محنت وکاوش کی ضرورت ہے۔

زمانہ آسانی کے ساتھ کسی کو تسلیم نہیں کرتا

یہ علمی معیار بھی ہمارے لئے یقیناً قابل احترام ہے، اس کے ساتھ بہت عزیز یادیں اور یادگاریں وابستہ ہیں، یہ ہماری تاریخ کا ایک جز ہے، لیکن زمانہ بڑا بے رحم ہے، اور بڑا بے مروت واقع ہوا ہے، وہ بڑی سے بڑی مقدس جماعت کے ساتھ بھی مروت نہیں کرتا، وہ کسی کے سامنے آسانی کے ساتھ سر تسلیم خم نہیں کرتا، زمانہ کی فطرت ہے کہ جب تک اس کو اعتراف پر مجبور نہ کردیا جائے وہ کسی کا اعتراف نہیں کرتا، کسی چیز کا تسلسل زمانہ کے لئے بالکل کافی نہیں ہے، زمانہ ایسا حقیقت پسند، ایسا بے مروت، اتنا غیر جانب دار ہے کہ جب تک اس کے ہاتھ کوئی نئی چیز نہ دی جائے، اور اس کی گردن کو کسی بوجھ سے ایسا بوجھل نہ کردیا جائے کہ وہ جھکنے پر مجبور ہو جائے، اس وقت تک وہ جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، زمانہ سے کسی قسم کا اقرار کرا لینا کسی قسم کی سند حاصل کرنا، کوئی تمغہ، امتیاز یا خراج عقیدت حاصل کرنا، بچوں کا کھیل نہیں ہے، اور محض روایت پرستی اس کے لئے کافی نہیں ہے، زمانہ کو اعتراف پر مجبور کرنے کے لئے، اپنی فوقیت کا نقش قائم کرنے کے لئے، اپنے ادارے کا احترام دلوں اور دماغوں میں پیدا کرنے کے لئے، اپنے لئے مناسب اور شایان شان مقام حاصل کرنے کے لئے، آپ کو بڑی جدوجہد کرنا پڑے

www.abulhasanalinadwi.org

گی، آپ کو اپنا معیار بلند کرنا پڑیگا، اس زمانہ میں اگرچہ علم نے بڑی ترقی کی ہے، اور اس میں بہت سے نئے میدان پیدا ہو گئے ہیں، اور اس کی اہمیت و وسعت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، لیکن اسی کے ساتھ علمی زندگی کی مشکلات کچھ ایسی ہیں، زمانہ نے ایسی نئی کروٹ لی ہے، اور ایسے انقلابات ملک میں پیش آچکے ہیں کہ اب محض علم کی وسعت، تحریر کی شگفتگی، خیالات کی بلندی، اور نظریات کی جدت کافی نہیں ہے، اب اس کے ساتھ بلند کردار کی اور دردمند و پرسوز دل کی بھی ضرورت ہے۔

آپ شاید میرے الفاظ کو بے محل سمجھیں گے اور کہیں گے کہ یہ زمانہ یا حقیقت کی ترجمانی نہیں ہے، اس لئے کہ زمانہ ان تمام قدروں سے باغی ہوتا چلا جارہا ہے، جو ہم کو عزیز تھیں، جن کو مذہب نے پیش کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ آپ دیکھیں گے کہ بجائے اس کے کہ شخصیت سے، عمل سے، کردار سے، زمانہ کی مرعوبیت ختم ہو، بڑھتی چلی جارہی ہے، ہر انقلاب کے پیچھے آپ کو کوئی ایسی شخصیت نظر آئے گی جس نے رفقاء کی بڑی تعداد کو متاثر کیا، ان کے افکار و خیالات پر اثر ڈالا اور ایک نئی ذہنی رَو پیدا کی، اور اس کی وجہ سے واقعات اور تغیرات کا ایک نیا دھارا نمودار ہوا۔

یقین کی طاقت

ہر انقلاب کے سرے پر جہاں سے اس انقلاب کا چشمہ پھوٹتا ہے، جہاں سے انقلاب کا سیل رواں آگے بڑھتا ہے، آپ کو ایسی شخصیت نظر آئے گی جس کے اندر کسی چیز کا یقین دل و دماغ کی تہ میں پیوست ہے، اور تمام اعصاب پر پوری طرح حاوی ہے، جس کے اندر ایک ایسی مقناطیسی اور برقی قوت موجود ہے جو سیکڑوں اور ہزاروں کو متاثر کرتی ہے، محض خطابت سے، دو چار اچھی تصنیفات سے، قلم کی

www.abulhasanalinadwi.org

روانی سے، خیالات کے سلجھاؤ سے، تحقیق سے، محض کسی نئے طرز میں کسی پرانے خیال کو یا نئے جام میں کسی شراب کہن کو پیش کرنے سے زمانہ میں کوئی نیا انقلاب اور انقلاب تو بڑی چیز ہے کوئی معمولی تبدیلی بھی پیدا نہیں ہو سکتی، اس زمانے میں ضرورت ہے، کہ دل کی، قلب کی دردمندی اور اندرونی سوز کی، ایک ایسی حرارت کی جو اندر اندر جلا رہی ہو، اعصاب کو پگھلا رہی ہو، اور پھر یہ لاوا پھوٹ کر کوہ آتش فشاں کی طرح بڑھ رہا ہو، اور اس کی تپش اور سوزش سیکڑوں اور ہزاروں دلوں کو گرما رہی ہو۔

جہاں تک میرا مطالعہ ہے کم از کم اسلامی تاریخ کے حدود میں شاید کوئی انقلاب خالص خطابت اور طلاقت لسانی سے پیدا نہیں ہوا، اس زمانے کا بہت بڑا مسئلہ جس کی طرف میں آپ کو اجمالی طور پر متوجہ کرتا ہوں بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کو علامہ اقبال نے چھیڑا تھا۔

انہوں نے کہا کہ زمانہ کا مجدد کہلانے کا مستحق وہ ہوگا جو اسلامی شریعت کی برتری ثابت کرے اور زندگی سے اس کا پیوند لگائے، اور یہ ثابت کرے کہ اسلامی قانون وضعی قانون اور انسانوں کے تمام خود ساختہ قوانین سے آگے ہے، وہ زمانے کے آگے کی چیز ہے، زمانہ اس سے آگے بڑھ نہیں سکا اور دنیا نے خواہ کتنی ہی ترقی کی ہو، لیکن اسلامی قوانین اس کی رہنمائی کی اب بھی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کے تمام سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور انسانی زندگی کے پیدا ہونے والے مسائل کا ان کے اندر حل ہے، ان میں ایک بالغ معاشرے کی تنظیم کی بہترین صلاحیت ہے، انہوں نے اس سوال کو اٹھایا تھا، اور ان کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اس کا جواب دیں وہ اس سلسلہ میں ہمارے مولانا سید سلیمان ندوی سے بڑی مدد کے طالب تھے جیسا کہ

انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے ، علوم اسلامیہ کے جوئے شیر کا فرہاد مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جو علامہ شبلی کے صحیح جانشیں ہیں ، آج بھی یہ سوال اسی طریقے سے زندہ ہے ،اور جواب چاہتا ہے ،اسلامی قانون کی برتری ثابت کرنے کے لئے علماء کو میدان مین آنا چاہئے۔

سب سے بڑا معرکۂ افکار

اسی طریقے سے اس وقت جو سب سے بڑا فیصلہ کن معرکہ عالم اسلام میں درپیش ہے ، اور جس میں بہت سے ممالک آزمائش کے دور سے گزر کر اس غلط منزل پر جا پہونچے ہیں ، جس کے تصور سے بھی ہمارے اسلاف کی نیند حرام ہوتی ہوگی ، اور بہت سے ممالک اب اس منزل کی طرف بہت تیزی سے گامزن ہیں وہ ہے "اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش کا مسئلہ "اس وقت اس طبقے کے درمیان جس کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے اور سواد اعظم اور عامۃ المسلمین کے درمیان ایک بہت بڑی ذہنی کشمکش برپا ہے ، اس وقت جس طبقے کے ہاتھ میں زمام کار آئی ہے ، وہ مغربی تہذیب کو مثالی اور انسانی تجربات کی آخری منزل اور حرف آخر سمجھتا ہے ، وہ اس کو زندگی کی تنظیم کی آخری کوشش سمجھتا ہے۔ اور انسانی مسائل کے حل کا آخری کامیاب تجربہ سمجھتا ہے ، اور اس کو اسلام کے نظام کا قائم مقام خیال کرتا ہے ، وہ سمجھتا ہے کہ اسلام کا نظام اپنی ساری افادیت کھو چکا ہے ، اب اس کو دوبارہ اس کارگاہ میں لانے کی زحمت دینا صحیح نہیں ہے ، یہ ہے وہ زندہ سوال جو اس وقت ایک شعلہ کی طرح ایک بھڑکی ہوئی آگ کی طرح تمام اسلامی ممالک میں پھیل چکا ہے ، اور جس کے اثر سے کوئی طبقہ اور کوئی پڑھا لکھا انسان پورے طور پر محفوظ نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج کا تجدیدی کام

اس وقت سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ اور میں سمجھتا ہوں کی دار لعلوم ندوۃ العلماء کا سب سے بڑا مقصد گویا اس کا وجہ جواز، اس کی افادیت کا سب سے بڑا ثبوت اور اس کے اسلاف کی کوششوں کا سب سے بڑا اچھل نیز ان کی محنتوں کا اور ان کی قربانیوں کا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ ندوہ کے فضلاء اسلامی ممالک میں یا غیر اسلامی ممالک میں جہاں بھی ہوں، اس کا ایسا جواب دینے کی کوشش کریں جو لوگوں کو مطمئن کر سکے، اور مغربی فلسفہ کا وہ اثر کم کر سکے جو اس وقت پورے عالم اسلام پر اپنا سایہ ڈال چکا ہے، آج ان ملکوں میں اسلام کی اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کیا جارہا ہے، اور تمام اسلامی ملک کم وبیش اس مسئلہ سے دوچار ہیں۔

یہ چیلنج قبول کیجئے

یہ وہ چیلنج ہے جسے آپ کو قبول کرنا ہے، اسی کے معیار کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنا ہے اس وقت آپ کو اپنی ذہانت کا ثبوت دینا ہے، اور علم کا وہ نمونہ اور معیار سامنے لیکر آنا ہے، جو زبان کے اعتبار سے، اسلوب کے اعتبار سے، مواد کے اعتبار سے، مطالعہ مذاہب اور تقابل ادیان کے اعتبار سے متوجہ کرنے والا ہو جس کو دیکھ کر زمانہ خود اس بات کا اعتراف کرے کہ آپ نے ایسی چیز سامنے رکھی ہے، جو واجب الاعتراف ہے،

آج زمانہ زیادہ اہم چیزوں کا طالب ہے

میں اس بات کو پھر دہراؤں گا کہ زمانہ اب آپ سے بہت سی نئی چیزوں کا طالب ہے، ان چیزوں سے بہت زیادہ نازک اور اہم چیزوں کا طالب ہے جن کا وہ ہمارے اسلاف سے طالب تھا۔ اقبال کا شعر ہے،

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اب اس سخن میں دلنوازی بھی نہیں رہی، لیکن سخن دلنواز بھی کافی نہیں، اس کے ساتھ جان پر سوز اور نگاہ بلند بھی ہونی چاہئے، آپ جن کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں، اور جن کی اس عزیز میراث کے وارث ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ آسمان سے ستارے توڑ لائے، لیکن اس زمانے کے مذاق اور معیار کے مطابق انھوں نے اپنی شان قائم رکھی، اور اس میں انھوں نے ایک مقام حاصل کیا، پھر اس مقام کو انھوں نے اپنی نسلوں کی طرف منتقل کیا، آپ کو اس کے لئے بہت زیادہ محنت کرنی پڑیگی، آپ تقریروں کا معیار بلند کیجئے، تحریروں کا معیار بلند کیجئے، مطالعہ وسیع کیجئے، اور اس کے لئے اساتذہ سے، خاص طور پر مربی "الاصلاح" سے اور ان اساتذہ سے جن سے آپ کا رابطہ ہے، ان سے مشورہ کیجئے، مطالعہ اتنا آسان نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے بغیر کسی ترتیب کے پڑھنا شروع کردے یہ دودھاری تلوار ہے، اگر اس کا صحیح استعمال نہیں کیا جائے گا تو وہ نقصان بھی پہونچا سکتی ہے، یہ ایک پل صراط ہے، اس پر بہت سبک روی اور بہت احتیاط کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے اپنے اساتذہ سے مشورہ کیجئے، وقت بہت کم، کام بہت زیادہ، پڑھنے کا سامان بھی روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے، نہ ہر لکھی ہوئی اور چھپی ہوئی چیز پڑھنے کے قابل، نہ ہر رسالہ آپ کی میز پر آنے کے لائق،

یہ علم کا، تہذیب کا، خیالات کا اور مقاصد کا حرم ہے

یہ علم کا، تہذیب کا، خیالات کا، اور مقاصد کا ایک حرم ہے، اس حرم میں انھیں چیزوں کو آنا چاہئے، اور ان چیزوں کو آنے کی اجازت دینی چاہئے جو آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہوں، جو اس درسگاہ کے بانیوں کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہوں، جسطرح آپ یہاں کسی بدبودار چیز کو نہیں آنے دے سکتے اسی طریقے سے آپ کی میز پر کوئی ایسا رسالہ بھی نہیں آنا چاہیئے، جو اس سے زیادہ متعفن اور مضر ہے، اور یہاں کی فضا کو اس سے زیادہ متاثر کر سکتا ہے،

یہ میز کسی پبلک لائبریری کی میز نہیں ہے، یہ ایک درسگاہ کی میز ہے، یہ ایک معمل ہے، ایک بہت بڑی کارگاہ ہے، جہاں ان دماغوں کو ڈھلنا ہے، جو امت کی رہبری کریں گے، یہاں کی الماریوں میں کسی ایسی کتاب کو رہنے کا حق نہیں ہے، جس کی بدبو ان دیواروں کو توڑ کر باہر آتی ہو جس کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد انسان کئی کئی ہفتے ذہنی انتشار میں مبتلا رہے، اور ان خیالات، مقاصد اور ان تعلیمات سے اس کو کوئی اتفاق باقی نہ رہے، جو اس درسگاہ کے بنیادی مقاصد میں داخل ہیں، اس کے لئے آپ کے دل اور ضمیر کا احتساب کافی ہے،

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اقبالؒ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

پاکیزہ ذوق، علم و مطالعہ کی کنجی ہے

مولانا محمد اویسؒ صاحب نگرامی ندوی ،شیخ التفسیر دارالعلوم کی تحریک اور کوشش سے دارلعلوم میں توسیعی خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا، اس سلسلے کا آغاز ۴/ مئی ۱۹۶۷ء کو ہوا، جلسہ کی صدارت جناب مولانا شاہ معین الدینؒ احمد صاحب ندوی نے فرمائی اور حضرت مولانا محمد اویسؒ صاحب ندوی کی تعارفی تقریر کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کا آغاز کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکیزہ ذوق، علم و مطالعہ کی کنجی ہے

نصاب تعلیم کا دائرۂ عمل

ہمارے نصاب تعلیم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ یہ نصاب اپنی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود دیگر ضروریات کو مکمل نہیں کرتا، کوئی ایسا شخص جو ذمہ دار اور حقیقت پسند ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے، ہمارا نصاب تعلیم بھی اس کا مدعی اور ضامن نہیں، نصاب تو در حقیت اس ملکہ خاص کا ضامن ہے جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام انجام دے سکے، وہ انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کر دے کہ وہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر نتائج اخذ کر سکے، وہ زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا، قدیم نصاب تعلیم نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا، اگرچہ ہمارے نصاب میں ملکہ پیدا کرنے کی خصوصیت ہے لیکن زندگی کے ہر مرحلے میں ہر انسان کی صحیح رہنمائی کر سکے اس کا وہ بھی مدعی نہیں، آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم

ہے کہ نصاب تعلیم کے علاوہ طلباء کے لئے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے، جو زندگی اور منصب و مرتبے کے تقاضوں کو پورا کرے، اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہو اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کر سکے، یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک سب کے لئے ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔

ذوق کیسے پیدا کیا جائے؟

ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ طلباء کے لئے کتب خانے مہیا کئے جائیں اور پھر اساتذہ کتابوں کے مطالعہ میں طلباء کی رہنمائی کریں تاکہ طالب علم زندگی کے کارواں سے بچھڑنے نہ پائیں، اور جب وہ کسی کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیں اور اس پر حاوی ہو جائیں تو ان کو زندگی سے اجنبیت محسوس نہ ہو، ایک راستہ یہ ہے کہ طلبا کو وقتاً فوقتاً ایسے ماہرین تعلیم اور علم و فن کے فضلاء مہیا کئے جائیں جو ان کے سامنے نئے زاویے اور نئے حقائق پیش کریں، اور قدیم علمی معلومات کے علاوہ جدید علوم کے حقائق سے طلباء کو آشنا کریں، اس طریقے کو ہمارے ملک میں بھی آزمایا جارہا ہے، یہ سلسلہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اور مشرق وسطیٰ کے علمی مرکزوں میں بھی رائج ہے، اور حقیقت میں یہ بات انتہائی لائق تحسین و توصیف ہے کہ مشاہیر علم و فن یہاں آکر اپنے خطبات و مقالات سے علم و تعلیم کا نچوڑ آپ کے سامنے پیش کردیں، اور آپ بھی اہل علم کی مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہوں، کیونکہ علم و فن کا ذوق جب ہی بنتا ہے جب اہل علم کی مجلسوں سے ربط قائم رکھا جائے، اس کے بعد انسان بہت تھوڑے مواد سے کام لے سکتا ہے، لیکن ایسا ملکہ جب ہی پیدا ہوگا جبکہ مختلف مجالس اور محافل میں شرکت کی جائے، یہ سب باتیں وہی سمجھ سکتا ہے، جو علامہ شبلی اور سید سلیمان ندوی کی محفلوں میں شریک

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا ہو،......... مولانا سید سلیمان ندوی، علامہ شبلی کی مجلسوں میں شریک ہوتے رہے، اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے رہے، اور اسکی وجہ سے ان میں وہ شعور اور ذوق اور ملکہ پیدا ہو گیا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ذوق کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے سامنے کوئی شعر پڑھا جائے تو آپ اپنے ادبی ذوق سے یہ بتلادیں کہ یہ فلاں کا شعر ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے سامنے انیسؔ ودبیرؔ کے اشعار پڑھے جارہے ہوں اور ان کو آپ غالبؔ وذوقؔ کی طرف منسوب کریں، یا مومنؔ کا شعر ہو، اور آپ اس کو کسی اور کا سمجھ رہے ہوں، لیکن یہ سب باتیں مختلف مجلسوں مین شرکت کے بعد پیدا ہوں گی۔

ہمارے لئے یہ بات افسوسناک ہوگی کہ ہم اس تیز رفتار دور میں طبعییات، سائنس وغیرہ کی ابتدائی معلومات سے بھی ناآشنا ہوں جو اس دور میں لازمی اور ضروری ہے، بلکہ اخبارات ورسائل کے سمجھنے کے لئے ان کا علم ناگزیر ہے، اس کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اس قسم کی محفلوں میں شریک ہوں اور معلومات حاصل کریں۔

ایک مثال

انسان کے ذہن میں جب مراتب کا علم نہیں ہوتا اور وہ موٹی بات نہیں جانتا تو اس حیادار آدمی کے لئے شرفاء کی مجلس میں شریک ہونا بھی دوبھر ہوجاتا ہے، جب میں نو عمر تھا، اور میں نے "نزہۃ الخواطر" میں مشاہیر ہند کے حالات نہیں پڑھے تھے اس زمانے میں مولانا سلیمان اشرف صاحب کی مجلس میں شریک ہوا، اس مجلس میں مفتی یوسف صاحب کا ذکر آیا، تو اس تذکرے میں مجھ سے نہ رہا گیا، اور میں بول اٹھا کہ "مفتی صاحب مولانا عبدالحیؒ صاحب کے داماد تھے" تو مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

سلیمان اشرف صاحب نے فوراً کہا مولوی صاحب! چپ رہو، اس وقت میری بہت سبکی ہوئی، لیکن اس سے عبرت حاصل کیجئے، کیوں کہ ہو سکتا ہے اس تذکرے میں مفتی صاحب سے اور کوئی مراد ہوں یہاں یہ سمجھئے کہ اگر آپ کے سامنے مولانا سلیمان صاحب کا تذکرہ ہو تو کون مراد ہوگا، کئی سلیمان ہیں جو علم و فضل میں بہت ممتاز مقام رکھتے ہیں اسی طرح قاضی مبارک کا تذکرہ ہو، اور کسی کو نہ معلوم ہو کہ قاضی مبارک تین ہیں، اب وہ اس محفل میں بول اٹھے تو کتنی سبکی ہوگی، اور شرم و ندامت کا سامنا کرنا پڑیگا۔

میں نے علماء کی چند ہی ایسی مجالس دیکھی ہیں، جہاں خالص علمی گفتگو ہوتی تھی، شروع سے آخر تک تذکرہ ہوتا تو علم ہی کا ہوتا تھا، مولانا سید سلیمان ندوی کی مجلس، شاہ حلیم عطا صاحب کی مجلس اور علامہ اقبالؔ کی مجلس، اگرچہ علامہ اقبال کی مجلس میں صرف دو مرتبہ شریک ہونے کا اتفاق ہوا، مجھے بہت خوشی ہوگی کہ اہل کمال یہاں آئیں جو اپنے جگر کو آپ کے سامنے نکال کر رکھ دیں اور علم کا نچوڑ پیش کر دیں لیکن اس کے بعد بھی اگر آپ میں کوئی تغیر نہ ہو اور آپ کی زندگی میں کوئی انقلاب نہ آئے تو یہ بہت بڑی بد نصیبی اور بد نامی کی بات ہے۔

اگر یہاں تاریخ اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کو بلایا جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ علوم جدیدہ کے ماہرین کو بھی دعوت دی جائے جو فزکس، طبعیات اور فلکیات وغیرہ پر آپ کے سامنے تقریر کریں۔ اسی طرح ادبی ذوق کی نشو نما کے لیے ادیبوں اور شاعروں کو بھی دعوت دی جائے۔

.... یہ زمانہ اختصاص کا ہے، آپ کو تمام ایسی معلومات ہونی چاہئیں کہ آپ یونیورسٹی کے طلباء تو کیا اگر وہاں کے پروفیسروں کے سامنے بیٹھیں تو بے

www.abulhasanalinadwi.org

تکلفی سے گفتگو کر سکیں، اور ان کے پاس بیٹھنے میں اجنبیت یا ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں، "الاصلاح" بھی اسی لئے ہے کہ آپ کے اندر ذوق علم پیدا ہو اس "الاصلاح" کے فائدے کا بڑے بڑے لوگوں نے اقرار کیا کہ اس نے سب کچھ دیا، مولانا نے کتابوں کے مطالعے کے متعلق فرمایا کہ انتخاب بھی بہت بڑی چیز ہے، مطالعہ کے لئے انتخاب کے ساتھ مولانا نے ان مجلسوں میں شرکت کے فائدے کو بیان کرتے ہوئے شعر پڑھا کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

پھر فرمایا کہ دینی ذوق بھی اسی طرح بنتا ہے کہ آپ اہل اللہ کے پاس بیٹھیں، مولانا نے فرمایا کہ ذوق کی تشریح نہیں کی جاسکتی یہ تو خدا جس کو دیتا ہے، وہی سمجھ سکتا ہے، ہر چیز کا ایک ذوق ہوتا ہے جو صرف اہل ذوق سے پیدا ہوتا ہے، ذوق ہر چیز کا بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے، آج حیات انسانی کا ذوق مفقود ہے، صاف ستھری پاکیزہ زندگی گزارنے کا ذوق بھی مفقود ہے، امریکہ اور یورپ اپنی عروج وترقی کی منزلوں کے باوجود انسانی زندگی کا ذوق پیدا نہیں کر سکے، آج بھی وہاں مشینوں کی کثرت کے باوجود انسان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، اور اس کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، خوب یاد رکھئے کہ یہاں جو آپ کے اساتذہ ہیں، انہیں سے آپ کا کام چلے گا، انہیں ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے آپ کا چراغ زندگی روشن ہوگا، انہیں سے آپ اپنے دل کا چراغ منور کریں گے، آپ یہ چاہیں کہ کسی اور طریقے سے یا دوسرے چراغوں سے اپنی زندگی اور دل کے چراغ روشن کر لیں تو یہ ناممکن ہے۔

اعتماد، اعتقاد اور اتحاد

www.abulhasanalinadwi.org

خوب سمجھ لیجئے کہ ان ہی اساتذہ کی محفلوں میں شرکت کر کے آپ صحیح ذوق و شوق پیدا کر سکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اعتماد اور ایک حد تک اعتقاد اور اتحاد کے ساتھ بیٹھیں، یاد رکھئے کہ مخلص و غیر مخلص اچھے اور برے بلکہ انسان اور غیر انسان کا فرق سمجھنے کے لئے کہیں بھی اصول و ضوابط منضبط نہیں ہوتے بلکہ بات صرف ذوق ہی سے معلوم ہوتی ہے۔

آج تمام مدارس میں ایک خلا ہے، اور وہ یہ کہ اساتذہ اور طلباء میں ربط نہیں ہے، بلکہ ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہے، اور وہ صرف درس کے اساتذہ اور درس کے طلباء ہو کر رہ گئے ہیں اس خلا کو پُر کر دینے کی اور اس خلیج کو پاٹنے کی ضرورت ہے، اس میں مدارس کی کامیابی و ترقی مضمر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت تبلیغ

۲۸/ جون ۱۹۶۹ء بعد نماز عصر شیفلڈ (انگلستان) کے ایک چیدہ مجمع میں یہ تقریر کی گئی تھی، جس میں دعوت و تبلیغ کے کارکن اور اس سے وابستہ افراد و اشخاص کی ایک معتدبہ تعداد موجود تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت تبلیغ

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

اَعوذُبا للہِ مِنَ الشَیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرحِیْم

وَاَنْفِقوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلقُوا بِاَیْدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃِ.

میرے بھائیو اور دوستو! میں نے آپ کے سامنے ابھی سورۂ بقرہ کی ایک آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو، اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اچھی طرح نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یہ آیت جس کا ٹکڑا بہت سے مسلمانوں کو یاد ہوگا، بہت جگہ اس سے صحیح اور غلط طریقہ پر کام بھی لیا جاتا ہے۔

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اس آیت کی صحیح تفسیر اور اس کے نازل ہونے کا موقعہ اور اس کی اصل مراد اس واقعہ سے معلوم ہوگی جو میں آپ کو سنانے والا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک جلیل القدر صحابی سیدنا ابوایوب انصاریؓ

ایک مرتبہ مسلمانوں کی ایک فوج جس میں صحابہ کرام بھی تھے، قسطنطنیہ (استنبول) کا محاصرہ کر رہی تھی، وہ قسطنطنیہ جو اس وقت خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ مگر اس وقت اس کا فتح ہونا مقدر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی اور زمانے میں، کسی اور سے یہ کام لینا تھا اور اسے اسلام کے قبضے میں آنا تھا اس وقت اس فوج میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ تھے۔ انہیں میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، جن کو صحابیت کے شرف اور دوسرے بڑے بڑے کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دولت سے بھی نوازا تھا۔ جس پر قیامت تک مسلمانوں کو رشک آئے گا اور رشک آنا چاہئے تھا یعنی کہ جو ساری دنیا کا میزبان تھا۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ضیافت کرنے، اور اللہ کے خوانِ نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا، ان کے میزبان ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کو عطا فرمایا یعنی میزبان عالم ان کا مہمان رہا ہے۔ یہ ایسی فضیلت تھی کہ صحابہ کرامؓ اس کا پاس رکھتے تھے۔ اور ان کو رشک اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کی ہر بات بڑی توجہ سے سنی جاتی تھی، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے میزبان ہونے کا مطلب یہی نہیں ہے کہ انہوں نے آپؐ کی ضیافت کی، اور آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کو سب سے پہلے زیادہ قرب کا موقعہ ملا۔ اس لئے اسلام کی روح سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا منشاء سمجھنے کا ان کو وہ حق بھی تھا جو ہر مسلمان کو ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت بھی حاصل ہوئی تھی۔ اسی لئے ذات نبویؐ سے مناسبت اور قربت نے ان کی مومنانہ فراست اور ایمانی ذہانت کو جلا بخشی تھی اور انہوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی اس جہاد میں بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔

دورانِ جہاد ایک آدمی کا غلط تفسیر بیان کرنا

اسی دوران کہ محاصرہ جاری تھا اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، یہ دیکھ کر ایک صحابیؓ سر بکف صف سے نکلے اور صفوں کو چیرتے پھاڑتے آخری صف تک جہاں عام طور پر فوج کو لڑانے والے ہوا کرتے ہیں، وہاں تک پہنچ جاتے پھر اسی طریقے سے صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے واپس ہوتے، جیسے کوئی مشاق کھلاڑی اپنے کمالات دکھاتا ہے۔ اسی طرح وہ دور تک دشمنوں کی فوج میں پہنچ جاتے اور پھر چلے آتے دیر تک یہ منظر رہا۔ مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ یہ کام تو صریحاً قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ.

یعنی تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یعنی جان بوجھ کر ایسا کام نہ کرو جس سے جان جاتی ہو اور یہ تو ایک طرح کی خود کشی ہوئی، یہ شخص اس طرح کی خود کشی کر رہا ہے اکیلا آدمی اس طرح دشمنوں کے نرغے میں گھس جاتا ہے۔ گویا کہ دشمنوں کے سمندر میں چھلانگ لگاتا ہے۔ یہ اس کو مناسب نہیں، یہ کام جائز نہیں۔

سیدنا ابوایوب انصاریؓ کا صحیح تفسیر کی طرف متوجہ کرنا

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ نے اس پر فرمایا کہ دوستو! اس آیت کی تفسیر ہم سے پوچھو، یہ تو ہمارے گھر کی آیت ہے۔ یہ ان آیتوں میں ہے، جس کا تعلق خاص طور پر حضرات انصارؓ سے ہے، صحابہ کرامؓ متوجہ ہو گئے، اور تمام مسلمان ہمہ تن

www.abulhasanalinadwi.org

گوش بن کر کھڑے ہوگئے کہ دیکھیں رسول اللہ ﷺ کے میزبان جلیل القدر صحابیؓ قرآن کا بہت علم رکھنے والے اس آیت کی کیا تفسیر بیان کرتے ہیں ؟۔

صحابہ کرامؓ کی دینی جدوجہد اور اس کے نتائج

انہوں نے فرمایا کہ اصل میں یہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی کہ جب اسلام مدینہ پہنچا اور لوگ گھر کو چھوڑ کر اور سب سے آنکھیں بند کر کے دین کے کام میں ہمہ تن لگ گئے۔ کیسا باغ ؟ کہاں کی کھیتی ؟ کیسی دکان ؟ کیسا مکان ؟ کیسی اولاد ؟ سب کچھ دین پر قربان تھا، اور ساری پونجی اس پر نثار تھی، بالکل ایک سر فروشی کی حالت تھی جو اسلام کی خدمت کے لئے سب پر چھائی تھی، کسی کو اپنے گھر بار کا ہوش نہ تھا۔ اس ایثار و قربانی کا اس ظاہری دنیا میں جو قدرتی نتیجہ ہوا کرتا ہے، اور جو قانون خداوندی اور قانون تکوینی ہے، وہ ہوا۔ ہماری تجارت کے دیوالے نکل گئے ، ہمارے باغات ویران ہوگئے ، ہماری کھیتیاں برباد ہوگئیں غرض یہ ہے کہ ہمارے کاروبار اس سے متاثر ہوئے، لیکن اسلام گھر گھر پھیلنے لگا، اور جیسے نور پھیلتا ہے، اور بارش ہوتی ہے، اسی طرح اسلام مدینہ میں پھیلنے لگا۔ اب پہلی سی حالت نہ رہی۔ یعنی اتنا تو ابھی نہیں ہوا کہ سارا مدینہ مسلمان ہوجائے، لیکن ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہوگئے۔ بہتیرے دولتِ ایمان سے مالا مال اور سیکڑوں اس باران رحمت سے نہال ہوگئے۔

دینی جدوجہد کے دوران صرف چھٹی کا تصور

اس وقت ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے کی طرح اب اسلام کو اس درجہ ہماری خدمات کی، ہمارے کل اوقات کی، اور ہمارے بالکل تن من دھن سے اس کی خدمت میں لگ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ احکام حالات کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

بدلتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم تھا کہ کوئی اپنے گھر نہ بیٹھے، کوئی اپنی جان کو، اپنے، مال کو اور اپنی اولاد کو اسلام سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ اور جب ضرورت تھی تو ہم سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی خدمت کے لئے کود پڑے تھے، اللہ نے ہم کو توفیق دی اور ہم نے ایسا کیا۔ لیکن اب وہ پہلے کی حالت نہیں ہے۔ اب خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب اسلام کے خدمت گزار اور اس کے سپاہی اور اس کے مبلغ بہت ہیں۔ اس لئے اگر ہم تھوڑے دن کی چھٹی لے لیں تو کیا حرج ہے؟ چھٹی کا قانون تو ہر نظام میں ہوتا ہے۔

بدرجۂ ضرورت عارضی چھٹی کا خیال

یہ بات تو ان حضرات کے ذہن میں وسوسہ کے درجہ میں بھی نہیں آسکتی تھی اور یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ہم اپنے آپ کو مستقل طور پر سبکدوش کرا لیں کہ حضورؐ! اب اسلام کی خدمت کرنے والے بہت ہو گئے ہیں۔ ہم کو آپ چھٹی دے دیجئے تاکہ ہم اپنے گھر جا کر بیٹھیں، اتنے دن ہم نے کام کیا۔ اب دوسرے کام کریں، یہ بات تو ان حضرات کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی، صرف اتنا ہی خیال ہوا تھا کہ وقتی طور پر محض عارضی طور پر کچھ چھٹی لے لیں، آدمی محاذ جنگ سے چھٹی لیا کرتا ہے، اس کو گھر واپس کیا جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے ہسپتالوں سے بھی چھٹی دی جاتی ہے۔ اور ایسے بہت نازک کام ہیں جہاں کوئی وقت آجاتا ہے کہ آدمی چھٹی لیتا ہے تاکہ ذرا تازہ دم ہو جائے، آرام کرے اور اپنے گھر کے ضروری کام انجام دے آئے۔

چھٹی لینے کا انجام یعنی دوزبردست نقصان

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں صرف یہ خیال

www.abulhasanalinadwi.org

آیا کہ ہم تھوڑے دن کے لئے چھٹی لے لیں، بس اس خیال کا آنا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا یہ خطرناک زہریلا خیال تمہارے دل میں آیا؟ کیا یہ شیطانی وسوسہ تمہارے دل میں آیا؟ تم اللہ کے کام سے چھٹی لینا چاہتے ہو۔ جانتے ہو کہ اس کا کیا انجام ہوگا؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا نتیجہ تم سمجھ رہے ہو وہ نہیں ہے بلکہ تم جو کچھ سمجھ رہے ہو وہ تو ہو جائے گا، یعنی کھیتیاں سر سبز ہو جائیں گی، اور یہ چھوٹی چھوٹی پونجی کی دکانیں جس میں کمی نہ ہو، کسی میں پانچ سو کا سامان ہے، برائے نام معمولی سا کاروبار اس میں تمہیں کامیابی ہو جائے گی۔

تمہاری دکانیں جو بالکل بیٹھ گئی ہیں، جس میں خاک اڑنے لگی ہے، وہاں دو چار گاہک نظر آنے لگیں گے، اس میں روزانہ دس بیس درہم کی آمدنی شروع ہو جائے گی۔ تمہارے باغ جو بالکل سوکھ گئے ہیں اس کو پانی دو گے تو وہ ہرے بھرے ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے دو نتیجے نکلیں گے ایک کا تعلق تمہاری ذات سے ہے، اور دوسرے کا تعلق پوری کائنات سے ہے، جہاں تک تمہاری ذات کے تعلق کا سوال ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا نام خدا کے یہاں خدمت گزاروں کی فہرست سے کٹ جائے گا اور تم بھی انہیں قوموں میں شمار کئے جانے لگو گے جن کی قسمت پر مہر لگادی گئی ہے، اور جن کو جانوروں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے کہ ان کا کام گائے بیل گھوڑے کی طرح کھانا، کمانا اور پیٹ بھرنا ہے اور اس کے بعد حشرات الارض کی طرح زندگی گزار کر دنیا سے چلے جانا ہے۔

آج تمہارا نام رسول اللہ ﷺ کے سپاہیوں، ساتھیوں اور جاں نثاروں اور انسانیت کو سر سبز کرنے والوں میں لکھا ہوا ہے، دنیا کے معماروں میں، نیز دنیا میں دوبارہ بہار لانے کے لئے کوشش کرنے والوں میں لکھا ہوا ہے تمہارے لئے حیاتِ نو

www.abulhasanalinadwi.org

اور دنیا کی حیات نَشی مقدر ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر یہ دنیا جو کہ محض ایک قمار خانہ، محض ایک جانوروں کا اصطبل، محض انسانوں کا قبرستان بن کر رہ گئی ہے جہاں ناؤنوش ہر وقت پینے پلانے اور کھانے کمانے کے سوا کوئی آواز بھی نہیں آتی، اس دنیا کو دوبارہ زندہ کرنا مقدر ہے اس فہرست سے تمہارا نام نکل جائے گا، اور یہ دنیا جو اللہ سے بچھڑ گئی تھی، خدا کو بھول گئی تھی، آج پھر تمہارے ذریعہ سے خدا کی چوکھٹ پر سر جھکانے لگی ہے اور جن کے نام باغیوں میں لکھے ہوئے تھے۔ ان کا شمار اولیاءاللہ میں، عارفوں میں، عبادت گزاروں میں اور علماء ربانیین میں، دنیا کے نجات دہندہ لوگوں کی فہرست میں لکھے جانے والے ہیں۔ یہ فیصلہ بدل جائے گا۔ اگر تم کاروبار میں لگنا چاہتے ہو تو پہلا نقصان تو اپنا کرو گے کہ اس قدسی اور نورانی فہرست سے کٹ کر محض اپنے لئے جینے مرنے والوں میں تمہارا نام لکھ دیا جائے گا۔

دوسرا نتیجہ جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو فلاح کا دروازہ کھولا ہے۔ اور یہ کہ دربار ہدایت کا دروازہ کھولا ہے، اور اس دنیا کے متعلق اب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا یہ جو فیصلہ ہے کہ یہ دنیا دوبارہ خدا کو پہچانے، دوبارہ خدا کے راستے پر چلے، دوبارہ خدائے واحد کی بندگی کرے، اور پھر اس دنیا میں آنے والے انسان کو اپنا حقیقی مقام معلوم ہو اور انسان کو اپنی زندگی کا مقصد معلوم ہو، یہ دروازہ بند ہو جائے گا۔

بلندیٔ ہمت و نظریہ سب کچھ دینی جدوجہد کا ثمرہ ہے

ہم چوپائے درندے نہیں اور ہم فرشتے بھی نہیں ہیں بلکہ ہم انسان ہیں۔
ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ضروریاتِ زندگی کو بقدرِ ضرورت مہیا کر کے ہم اللہ تعالیٰ کے کام میں لگیں، اللہ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائیں۔ اللہ کے پیغام

کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچائیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکے تو نقصان یہ ہوگا کہ پورا یہ عالم انسانی اور یہ پوری کائنات اس فیض سے محروم رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جو نعمت عطا فرمانا چاہتا ہے، اس نعمت کو روک لے گا۔ لہٰذا اس فیض سے محرومی ہلاکت ہے، تمہارے حق میں بھی اور دوسروں کے حق میں بھی، تم دین کو چھوڑ کر اس شاخ پر تیشہ چلاؤ گے، جس پر تمہارا آشیانہ ہے۔ تم تو دنیا میں کسی شمار و قطار میں نہیں تھے، اور معلوم نہیں تم کتنی بیماریوں کے شکار ہو سکتے تھے، کتنے دشمنوں کے لقمۂ اجل بن سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ہر موقع پر بچایا، اور اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا، اور تمہیں ایسی طاقتیں عطا فرمائیں جو دوسروں کو نہیں ملیں، اور تم میں ایک نیا حوصلہ عطا فرمایا، تمہارے دست وبازو کو نئی طاقت عطا فرمائی، تمہاری ہمتوں کو بلند کیا، اور نگاہوں کو روشن کیا، یہ سب اس اسلام کے طفیل تھا۔

شان نزول کی مختصر تفصیل

اب اگر تم اسلام کی خدمت سے ہاتھ اٹھاتے ہو، تو اپنا بھی نقصان کرو گے، اپنے حق میں خودکشی اور دنیا کے حق میں بہت بڑی ہلاکت اور خسارے کا سامان کرو گے، دنیا ایک رخ پر جاتے جاتے فوراً دوسرے رخ پر پڑ جائے گی۔ ابھی اس کا رخ ضلالت سے ہدایت کی طرف، شقاوت سے سعادت کی طرف، ظلمت سے نور کی طرف، جہالت سے علم کی طرف پڑا ہے اور پڑا بھی کہاں ہے؟ پڑنے کی امید پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اگر تم اسلام کی خدمت سے ہاتھ اٹھا کر اپنے پیٹ کی سیوا میں، اپنے اپنے بچوں کی پرورش میں اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگ جاؤ، اور گویا تم اللہ کی عبادت سے ہٹ کر اپنے نفس کی عبادت میں لگ جاؤ گے تو پھر دنیا پر خیر کا

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ یہ ہے تفصیل ان حالات کی جن میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

اس آیت کے معنی وسیع اور اس کے نتائج دوررس ہیں۔ یہ آیت کسی ایک انسان کی انفرادی خودکشی کے بارے میں نہیں اتری ہے، کسی ایک فرد کی ہلاکت میں پڑنے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بہت بڑے اہم موقع پر نازل ہوئی تھی، جس کا تعلق پوری نوع انسانی اور اس کے مستقبل سے ہے یعنی وہ لوگ جو دنیا میں ہدایت کا کام کر سکتے ہیں، جس کی وجہ سے دنیا کو نئے حقائق کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، نئی منزل کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے جن کے ذریعہ انسان اپنی موجودہ زندگی پر پشیمان ہو کر سوچتا ہے کہ "ہائے! میں کیا زندگی گزار رہا ہوں، یہ تو جانوروں کی، چڑیوں کی اور چوپایوں کی زندگی ہے۔ کھانا پینا اور بستر پر دراز ہو کر سو رہنا اور پھر اٹھ کر بیل، گھوڑے کی طرح اس کام میں جٹ جانا یہ کوئی انسانی زندگی ہے؟ جو جماعت انسانوں کو چونکائے، اس کی دعوت سے اس کے عمل اور کردار کی تاثیر سے اور اس کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے لوگوں کے دماغوں پر چوٹ پڑے، لوگوں کے دماغوں پر یہ ضرب لگے کہ نہیں، نہیں، یہ زندگی نہیں ہے۔ اگر اس عمل سے فرار اختیار کرلے تو دنیا والوں کو کون سنبھالا دے سکتا ہے؟ کون ہوگا جو دنیا والوں کو بلند حقیقت کی طرف متوجہ کرے گا اور ان سے کہے گا کہ اے انسانو! یہ کیا زندگی ہے؟ عمدہ سے عمدہ پہننا اور آراستہ ہو کر نکلنا زندگی ہے تو یہ مردوں کی زندگی ہے، اگر خوش آواز اور خوش آہنگی زندگی کا حاصل ہے تو بلبل میں تم سے زیادہ زندگی ہے۔ اگر دوسروں کا پیٹ کاٹ کر کے، دوسروں کا خون پی کر کے زندگی گزارنا آدمیت اور مقصد زندگی ہے تو یہ تو

شیروں کی زندگی ہے، اور تینڈوے تم سے زیادہ زندگی اور رزاِ آدمیت سے واقف ہیں۔

میرے دوستو! اگر ایک شخص ہتھیلی پر سر رکھ کر میدان جنگ میں کودتا ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ زندہ سلامت بچ کر آجاتا ہے، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کس نے اپنے آپ کو جان جوکھوں میں ڈالا ہوگا۔ خالد سیف اللہ سے بڑھ کر کون موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑا ہوگا۔ اور ہمیشہ موت کو ہنسی کھیل سمجھا ہوگا، بتایئے! اسلام کی تاریخ میں، جانبازی کی تاریخ میں، سر فروشی کی تاریخ میں خالدؓ کا جب انتقال ہونے لگا اور بستر پر طبعی موت آنے لگی تو کہنے لگے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا موقع نہیں آیا کہ جہاں موت کا امکان ہو، اور میں نے وہاں اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو، لیکن خدا کی شان کہ آج میں بستر پر مر رہا ہوں۔ فلاناما ھت اعین الجبنا، فلاناھت اعین الجبنا،فلاناھت اعین الجبنا.

خدا کرے بزدلوں کی آنکھ چھوٹے نہیں، بزدلوں کو نیند نصیب نہ ہو اس لئے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنی جان ہلاکت میں ڈالنے والا اور شہادت کی تلاش میں نکلنے والا اور کون ہوگا؟ لیکن خدا آج دکھا رہا ہے کہ میں بیماری کے بستر پر مر رہا ہوں، اور جو لوگ موت سے بھاگتے تھے کتنے دنیا سے رخصت ہوگئے؟ اور وہ اپنے تمام اندازوں کے خلاف اور تمام تیاریوں کے خلاف موت کا نشانہ بن گئے۔

دوستو! خود کشی یہ نہیں ہے کہ آدمی کسی وقت اپنی جان پر کھیل کر کسی وقت اپنے کاروبار کو خطرے میں ڈالدے، کسی وقت دور اندیشوں اور ہوشیار لوگوں کے مشورے کی خلاف ورزی کرے جب لوگ اس کو اس طرح کے مشورے دیں

www.abulhasanalinadwi.org

کہ بھائی یہ وقت کاروبار ملتوی کرنے کا نہیں ہے، یہ وقت دکان چھوڑ کر جانے کا نہیں ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تو وہ ان لوگوں کے مشورے کے خلاف چل پڑے۔ جو لوگ کسی وقت آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ یا دیکھی ان دیکھی کر دیتے ہیں، وہ خود کشی نہیں کرتے ہیں۔ خود کشی وہ کرتا ہے جو اپنا مقصد زندگی فراموش کر کے اپنے نفس کی پرستش میں لگ جاتا ہے۔ ایک مسلمان فرد، ایک مسلمان جماعت کے لئے خود کشی یہ ہے کہ اپنا حقیقی مقصد بھول کر، اور جو کام اللہ نے اس کے سپرد کیا ہے، ان کو فراموش کر دے، اور یہ بھول جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں ایک اہم فرض کی ادائیگی کے لئے مبعوث کیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُومِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورہ آل عمران... ۱۱۰). یعنی تم اس کام کے لئے محض اسی مقصد کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو، لہٰذا اگر تم اس کام کو بالائے طاق رکھ دو اور کاروبار میں سر سے پاؤں تک ڈوب جاؤ، اور خالص کاروباری انسان بن جاؤ، بزنس مین بن جاؤ، اور تمہاری سب سے بڑی تعریف یہ ہو کہ تمہارے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں تو بڑا کاروباری ہے کوئی مسلمان فرد، کوئی مسلمان گروہ اگر خالص کاروباری حیثیت اختیار کرلے کہ میں کاروباری ہوں، میرا کاروبار مقدم ہے، پیٹ مقدم ہے، دنیا کے تقاضے مقدم ہیں، گھر والوں کے مطالبے مقدم ہیں، گھر والوں کی ضرورتیں مقدم ہیں، اسی کو قرآن مجید ''خود کشی'' کہتا ہے قرآن اس کو ''خود کشی'' نہیں کہتا جس میں موت موہوم ہو اس کو خود کشی کہتا ہے جس میں حقیقی موت ہو، یقینی خود کشی وہ نہیں جس میں موت کا امکان ہے۔ خود کشی وہ ہے جس میں موت یقینی ہے۔ حقیقی خود کشی وہ نہیں جس میں یہ عارضی جسم ہلاک

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جائے، بیمار ہو جائے، تکلیف اٹھائے جس کو ایک دن مرنا ہے، جس کی حیات عارضی ہے خودکشی وہ ہے، جس میں اس روح کو تکلیف ہو جائے جس کو موت نہیں۔ خودکشی وہ ہے جس میں وہ مقصد فوت ہو جائے جو سرمایہ تھا، جو اثاثہ تھا، جو پونجی لے کر نکلے تھے وہ ڈوب جائے، یہ ہے کاروباری ذہنیت کے خلاف اور پونجی سلامت رہے اور آج کا نفع نہ ملے یہ کاروباری ذہنیت کے خلاف نہیں، حقیقی کاروبار وہ ہے جو اپنی پونجی سلامت رکھ کر نئے نئے تجربے کرے۔ خودکشی یہ ہے کہ آدمی دعوت کا کام نہ کرے آدمی اسلامی زندگی اختیار کرنے کے لئے نہ نکلے۔ اور دین کے لئے ہجرت نہ کرے جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اس کے بعد بہت سے لوگ بلکہ بہت سے صحابیؓ بیٹھے رہ گئے، کمزور تھے، اور بہت سے کمزور نہیں تھے، مگر انہوں نے وقت کی نزاکت کو محسوس نہیں کیا اور ہجرت نہیں کی، اور بہت سے وہ تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ یا بعد میں مدینہ طیبہ کی ہجرت کی انہوں نے کیا فتوحات حاصل کیں، اور مراتب حاصل کئے، وہ ان سے کہیں زیادہ تھیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ توبہ...... ۱۰۰)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا (الحدید ۱۰)

وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا، اور اللہ کی راہ میں جان کی بازیاں لگائیں، اور جنہوں نے بعد میں جان کی بازی لگائی، برابر نہیں ہو سکتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

خود کشی کیا ہے

غرض یہ ہے کہ حقیقی خودکشی یہ ہے کہ انسان اپنے حقیقی فائدے سے اپنی آنکھیں بند کر لے، اور اپنے حقیقی فائدے کو خطرے میں ڈالے۔ فائدے کو یقینی طور پر خطرے میں ڈالدینا، اور ہمیشہ کے لئے تلف کر دینا، اور ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جانا یقینی خودکشی ہے اور اپنے کو واقعی نقصان پہنچانا ہے۔

حکمتِ روح

اب میں حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آیئے۔ ہم اور آپ موجودہ حالات کا جائزہ لیں۔ جہاں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں، یہ یورپ کی سرزمین ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے محض اتفاقیہ طور پر نہیں بلکہ اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ہم کو پہنچادیا ہے، حالات کچھ بھی ہوں، اسباب کچھ بھی ہوں وہ اسباب سیاسی ہوں یا اقتصادی، اس کا تعلق ہندوستان کے ملک سے نکل جانے سے ہو یا یورپ کے عام حالات سے ہو، بہر حال اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور بہت بڑی رحمت بھی تھی کہ اس کے کلمہ گو انسانوں کو، محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ انسانوں کو اگرچہ ہزار خرابیاں ان کے اندر تھیں، ہزار نقائص تھے، میں نے مانا کہ وہ صفائی میں کم، سلیقے میں کم، وہ مستعدی میں کم، وہ حسن و جمال میں کم، وہ ذہانت میں کم، اور اس سے بھی زیادہ جو بھی نقائص اور کمی ہو سکتی ہے وہ میں ماننے کے لئے تیار ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک امتیاز، ایک جوہر ان کو ایسا عطا فرمایا جس سے یورپ کی یہ گوری قومیں، جنہوں نے دنیا میں ڈیڑھ سو، دو سو برس تک اپنی حکومتوں کا ڈنکا بجایا ہے، اور جس کا مشرق و مغرب میں طوطی بولا ہے، اور جنہوں نے فضاؤں میں اڑ کر اور پانی پر چل کر دکھایا ہے اور جو چاند پر قدم جمانا چاہتے ہیں، لیکن ان کا دامن جس گوہر نایاب

سے خالی ہے وہ کیا ہے ؟ وہ ایمان کا جوہر ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت کا جوہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو اس سرزمین پر پہنچایا ہے۔ اب میں آپ کو صاف کہتا ہوں کہ آپ کے لئے خودکشی کیا ہے؟ اور آپ کا اپنے اوپر احسان کیا ہے؟ ان دونوں باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ بس آج کی بات یہی ہے اور سارے فیصلے کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ آپ کے لئے تباہی کا راستہ کیا ہے، اور آپ کے لئے سرسبزی اور فروغ کا راستہ کیا ہے؟ آپ کے لئے تنزل کا راستہ کیا ہے، آپ کے لئے ہلاکت اور خطرے کا راستہ کیا ہے، اور آپ کی حفاظت وضمانت کا راستہ کیا ہے؟ یہ مجھ سے سنئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں بھیجا ہے۔ اگر آپ یہاں صرف کاروبار میں مصروف رہے، آپ کی ساری ذہانت اور محبت اور ساری تگ ودو اسی پر صرف ہوتی رہی کہ ہم نے یہاں آکر کیا کمایا، ہم وہاں سے لے کر کیا آئے تھے اور اب یہاں ہم کس حیثیت کے آدمی ہو گئے، ہماری پوزیشن کیسی ہو گئی ہم نے بینک میں کیا جمع کیا۔ ہم نے اپنے ملک میں کیا بھیجا، وہاں دیہات میں کچا مکان چھوڑ کر آئے تھے وہ پکی حویلی بن گئی یا نہیں، ہم نے اپنے بچوں کو یہاں تعلیم یافتہ بنایا، ان کو کسی کاروبار میں لگایا یا نہیں؟ ہم نے اگر اپنے آپ کو اس پیمانہ پر تولا تو یاد رکھئے، یہ ایک اجتماعی اور عمومی خودکشی ہوگی، ایک فرد کی خودکشی ہوتی ہے اور ایک قوم کی خودکشی، فرد کی خودکشی فرد کے لئے ہوتی ہے اور قوم کی خودکشی، فرد کی خودکشی سے خطرناک ہوتی ہے۔ اور قوم کی خودکشی پوری باعث ہلاکت ہوتی ہے، جس کے لئے اس کائنات میں کوئی جگہ نہیں۔ یوں لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اپنی موت بھی مرجاتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

زہر بھی پی لیتے ہیں، سمندر میں چھلانگ بھی لگا دیتے ہیں چھتوں پر سے کود بھی جاتے ہیں اس لئے دنیا کے لیل و نہار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب کوئی قوم خودکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے، اور فیصلہ کر لیتی ہے کہ ہمیں صحیح راستہ چھوڑنا ہے۔ ہمیں ظلم و زیادتی کا، گناہوں اور سرکشی کا راستہ اختیار کرنا ہے، ہمیں اپنے لئے کانٹے بونے ہیں، تو پھر اس پر رحم کھانے والا نہیں ہوتا اور اس کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، نہ اس پر آسمان روتا ہے اور نہ زمین آنسو بہاتی ہے۔

میرے دوستو! آپ کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ آپ خالص کاروباری رہیں۔ اور صبح سے شام تک اسی فکر میں رہیں۔ کل میں مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، میرے کانوں میں مسلسل آوازیں آرہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم اس حالت میں آئے تھے۔ وہ پورا اپنے کاروبار کی داستان سناتے رہے۔ یہ چھوٹا سا نمونہ تھا جو میرے سامنے ایک مسجد میں جمعہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان میں پیش آیا۔ تو جب ہمارا زیادہ سے زیادہ وقت جو دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، جو انوارِ الٰہی کے برسنے اور ملاء اعلیٰ کے متوجہ ہونے کا وقت ہوتا ہے، اس میں جب ہمارا موضوع یہ ہو تو مسجد سے باہر کیا ہوتا ہوگا؟ اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں، اگر انگریز پانچ منٹ محنت کرتا ہے تو ہم سات دن محنت کرلیں گے۔ اگر انگریز انسان کی طرح محنت کرتا ہے تو ہم گھوڑے کی طرح محنت کریں گے۔ اگر انگریز کھاتا پیتا اور تفریح کرتا ہے ہم تفریح کو اپنے ملک میں چھوڑ آئے ہیں، اکٹھا تفریح کرلیں گے۔ اگر انگریز صحت کا خیال رکھتا ہے تو ہمیں صحت سے کیا غرض؟ پیسہ اصل چیز ہے۔ اگر انگریز سلیقے سے کماتا ہے تو کمانے کا مزہ بھی اٹھاتا ہے، تو ہمیں اس سے مطلب نہیں، ہمیں تو بس پیسہ چاہیئے۔ ہمیں تو یہ ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

کتنے دن میں کتنی دولت کمائی۔

میرے دوستو! اگر یہ آپ کی ذہنیت ہے تو آپ اس ملک پر دھبہ ہیں، اور اس سے بڑھ کر آپ اسلام پر دھبہ ہیں اس لئے کہ آپ اسلام کے لئے دروازہ ہیں فرض کیجئے میں چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ خدانخواستہ یہاں مسلمان نہ آتے، اور خالص کاروباری اور پیٹ پالنے والی زندگی کا نمونہ پیش کرتے اور مسلمانوں کے مکانات کے بارے میں ان کے جو تاثرات ہیں وہ نہ ہوتے، اور یہاں اسلام کی عمدہ عمدہ کتابیں پہنچتیں، اور اسلام کی تبلیغ ہوتی، اور کوئی اللہ کا بندہ موثر طریقے پہ انگریزی زبان میں قرآن شریف اور سیرت نبوی کو پیش کرتا تو ہو سکتا ہے کہ انگریز کہتا کہ جس پاک نبیؐ کی یہ سیرت ہے، معلوم نہیں اس کی امت کا کیا حال ہوگا؟ کیسے اس کے اخلاق ہوں گے؟ کیا اس کی زندگی ہوگی؟ وہ تو بس مقدس انسان ہوں گے؟ اور وہ تو دنیا سے بالاتر انسان ہوں گے، اور وہ ہر چیز میں نمونہ ہوں گے۔ آئیڈیل اور معیاری ہوں گے، اور ان کی ہر چیز سیرت نبویؐ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلتی ہوگی۔ کیسے صاف ستھرے لوگ ہوں گے۔ کیسے فرض شناس لوگ ہوں گے۔ کیسے صادق الوعدہ اور صادق القول ہوں گے، ان کی زندگی مین کتنا اعتدال ہوگا؟ کتنا حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال ہوگا؟ غرض بہت اونچا تصور ہوتا۔ ہو سکتا ہے یہاں سے انگریز جاتے اور مسلمانوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے، کسی اچھے ماحول میں پہنچ جاتے، یا نہ پہنچتے، خود قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔ لیکن اب بتایئے! ہم نے اگر اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ پیش نہ کیا اور ہم نے اسلام کو صحیح رنگ میں پیش نہ کیا، اور اسلام کا کام نہ کیا، اور ہم نے اس میں یہ نمونہ اور نظیر نہ قائم کی، کہ مسلمان کے لئے ہدایت کی کوشش اور اللہ کو پالینے کی کوشش مقدم ہے

اس کے بعد ان کی دوسری کوششیں ہیں۔ پہلے ہدایت پانا اور دنیا کو ہدایت دینا، ہدایت سے آشنا کرنا، اس کے بعد کھانا، بیوی بچے اور گھربار اور وطن ہے۔ اگر ہم نے یہ نمونہ پیش نہ کیا، تو بتائیے کہ ہم نے اپنی ذات پر اور انسانیت پر ظلم کیا یا نہیں؟

اب آپ حضرات یہاں ہیں۔ آپ کے لئے میں اس کو خودکشی کہوں گا۔ اس کے بعد آپ مجھے معاف کریں، میں ایسا بھیانک لفظ بول رہا ہوں کہ جس کے تصور سے بھی مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں **"حرام موت"**؟ کون حرام موت کے لئے تیار ہوتا ہے؟ ہزارہا پھانسی کے تختے پر چڑھ جانا، ہزار بار تکلیف میں ایڑیاں رگڑ کر مرنا خودکشی سے بہتر ہے۔ میں بار بار خودکشی کہہ رہا ہوں، کیا میرا ذوق اس کو قبول کرتا ہے؟ کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے؟ مگر کیا کروں قرآن شریف کا خود ارشاد ہے۔ وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اسی کا نام خودکشی ہے۔ خودکشی کے معنی خود اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خود موت کا سامان اختیار کرنا یہی قرآن شریف کہہ رہا ہے۔

لہٰذا اگر آپ یہاں سے اس طرح رہے جیسے غیر مسلم رہتے یا بیٹے رہتے ہیں، سمیٹنے اور عیش کی فکر رہتی ہے اور اس طرح رہے کہ اصل تو کاروبار اور دولت ہے، ۲۴ گھنٹے فرصت نہیں، ہر لمحہ اسی کا استغراق یعنی نفع اندوزی کا استغراق، تجارت کا استغراق، اس میں آپ مدہوش رہے، آپ کو اپنی زندگی بنانے کی فرصت نہیں، آپ کو اللہ کے اور شریعت کے احکام معلوم کرنے کی فرصت نہیں، حلال و حرام کا فرق معلوم کرنے کی فرصت نہیں، اللہ کے اچھے بندوں کی پاس بیٹھنے کی فرصت نہیں، اس طرف رخ کرنے کی فکر نہیں، جہاں دین کا بازار لگا ہوا ہے۔ جیسے ہندوستان، پاکستان اور ممالک اسلامیہ کے دینی مراکز وہاں جانے کی اور وہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی اصلاح کرا کے آنے کی، اور دین کے سبق سیکھنے کی فرصت نہیں۔ بھائیو! یہ خودکشی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ضمانت نہیں، اس ملک میں کل کیا ہوگا۔ کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا؟ میں بہت ڈرتا ہوں کہ کوئی بدفالی، بدشگونی کی بات کروں۔ میری دلی تمنا ہے کہ اس ملک میں جتنے مسلمان ہیں وہ عزت وحفاظت کے ساتھ رہیں اور مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ یہاں تک کہ یہاں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی قائم ہو جائے۔ میں اس کی دل سے دعا کرتا ہوں اور یہاں آکر بہت خوش ہو رہا ہوں کہ دیکھئے ان گھروں میں پہلے کیا ہوتا تھا۔ اس عمارت میں پہلے کس کا نام لیا جاتا تھا۔ آج اس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

میں ابھی خطبۂ مسنونہ پڑھ رہا تھا۔ اور دل باغ باغ ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے بھی دی ہے مگر آج سے بیس (۲۰) سال پہلے کوئی میرا نام لے کر کہتا کہ ایک وقت آئے گا تو انگلستان جا کر گرجے میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا "اشهد ان محمداً عبده ورسوله"۔ رسولہ سے بھی چوٹ پڑتی ہے مسیحیت پر، وہ بھی کہیں میدان میں نہیں، کسی اسٹیج پر نہیں، بی بی سی ریڈیو پر نہیں، بلکہ خالص گرجے میں جا کر اشهد ان محمداً عبده ورسوله کی صدا بلند کرو گے تو بھائی مجھے یقین نہ آتا، اب دیکھئے یہ جماعت کی برکت ہے، یہ تھوڑے سے دینی کام ہونے کی برکت ہے کہ آج گرجے اللہ کی عبادت کے مرکز بن رہے ہیں۔ توحید کا یہ چوتھا گرجا ہوگا جس میں خطبہ مسنونہ پڑھنے اور اللہ کا پیغام پہنچانے کی توفیق ہو رہی ہے۔

دوستو! آپ کی حفاظت کا راستہ صرف یہ ہے کہ آپ یہاں اللہ کا نام بلند کریں، اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ہندوستان وپاکستان میں مسلمانوں کو جتنی

www.abulhasanalinadwi.org

کوشش کرنی پڑ رہی ہے، اس سے زیادہ آپ کو کوشش کرنی پڑے گی، جب آپ محفوظ رہ سکیں گے، اس لئے کہ وہاں تو اسلام خدا کے فضل و کرم سے ایک ہزار برس گزار چکا ہے، وہاں پر اسلام کا ستون نصب ہے، وہاں تو اسلام کی جڑیں پاتال تک پہنچ چکی ہیں، وہاں تو مسجدوں کے مینارے اور مدرسوں کے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ وہاں تو قال اللہ اور قال الرسولؐ سے فضائیں گونج رہی ہیں وہاں تو ان شاء اللہ اسلام محفوظ ہے۔ لیکن آج یہاں اسلام تازہ تازہ آیا ہے اور آپ کے ذریعہ سے آرہا ہے۔ یہاں کی فضا آپ کے ذریعہ سے کلمہ توحید اور کلمۂ شہادت سے آشنا ہو رہی ہے۔ اگر تم سے چوک ہوئی اور تم نے کاروبار میں زیادہ وقت لگایا اور تم نے اصل مقصد کو فوت کر دیا تو اس کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی اور ضمنی طور پر اس ملک کو بھی اٹھانی پڑے گی اور پھر سارے مسلمان، بلکہ ساری دنیا کا یہ نقصان ہوگا کہ اسلام کی ہدایت کا دروازہ یہاں کھلتے کھلتے بند ہو گیا اور آپ کے کاروبار کی حفاظت اس میں ہے کہ آپ یہاں اپنی صلاحیت ثابت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنی اہلیت ثابت کریں۔

اس موقع پر آپ کو خاص واقعہ یاد دلاتا ہوں۔ میدان بدر میں جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا کہ جہاں تک ہتھیاروں کا تعلق ہے، قوتِ بازو کا تعلق ہے، مسلمانوں کی فتح کا کوئی امکان نہیں بلکہ مسلمانوں کی شکست یقینی اور کفار کی فتح یقینی ہے حضور ﷺ کی نگاہ تو کیا، معمولی جرنیل، اور فوجی افسر بھی فوجی طاقت کا اندازہ کر لیتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ کہ جن کا سینہ اللہ نے کھول دیا تھا۔ الم نشرح لك صدرك. جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ سلیم الفطرت اور سلیم الذہن پیدا کیا تھا آپ کو کیسے اس بات میں شبہ ہو سکتا ہے۔ فوراً آپ کی بصیرت نے دیکھ لیا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

نگاہِ نبوت نے سمجھ لیا کہ ظاہری آثار کیا ہیں پھر آپ نے کیا کیا؟ آپؐ زمین پر سر رکھ کر سجدے میں پڑ گئے اور فرمانے لگے : اے اللہ! میں اس چھوٹی سی مٹھی بھر جماعت کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا، یہ کیا کرے گی، اس کے پاس ہے ہی کیا، یہ نہتھی، بے دست وپا جماعت، یہ کنگال جماعت جو گھر میں بھی اپنے بچوں اور گھر والوں کے لئے خالی چولھے چھوڑ کر آئی ہے، جس کے پاس تلوار نہیں، تلوار ہے تو نیام نہیں۔ جس کے پاس دو گھوڑے ہیں اور چند اونٹ، میں کس منھ سے کہوں کہ یہ فتح کی مستحق ہے؟ لیکن ایک بات کہتا ہوں، انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے جب رہیں گے توحید کی منادی کرتے رہیں گے، اب تجھے اختیار ہے کہ ان کو ختم کر کے اس کا دروازہ بند کردے اس کا امکان ختم کردے، یا اس کو باقی رکھ کر اس کا سلسلہ باقی رکھ۔

اللهم ان تهلك هذه العصابة لم تعبد فى الأرض قط

اے اللہ! اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کردے گا تو تیری پرستش نہیں ہوگی یہ معمولی آدمی کے کہنے کی بات تھوڑی تھی، اس کے لئے تو حضور ﷺ کا اعتماد چاہئے تھا اور اس قوم کی صلاحیت بھی چاہئے تھی کہ اس کے اخلاص کے متعلق پورا اطمینان تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ اس کی پوری تصدیق کریں گے اے اللہ! اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے کہ ان بھیڑیوں کے دانتوں میں ان کے سر اور منھ ہوں تو میں کچھ نہیں کہتا، صرف ایک بات کہتا ہوں کہ پھر تیری حقیقی عبادت دنیا میں نہیں ہوگی اس لئے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اس کا فیصلہ کر کے آئے ہیں۔

قیامت تک کی ضمانت

پھر کیا ہوا؟ میدان بدر میں ہر قسم کے قرائن، آثار اور توقعات، اندازے

اور حسابات کے خلاف مسلمانوں کو فتح ہوئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے ضمانت لی، قیامت تک قائم رہنے والی ضمانت، کہ اگر یہ رہتے ہیں تو تیرا ہی کام کرتے رہیں گے اور جب اللہ نے فتح دی تو گویا یہ بات مان لی گئی کہ یہ جب تک رہیں گے اللہ ہی کا کام کریں گے۔

ہدایت ونور نبوت سے محروم سرزمین

دوستو! یہاں یورپ میں بھی تم یہ فیصلہ کرتے ہو کہ زندگی کا اچھا نمونہ پیش کروگے، یہاں تبلیغ کے لئے وقت نکالو گے اس قسم کی ہدایت کے لئے اور اپنی سرگرمی سے، اپنی فکر اور دھن سے، تو ان شاء اللہ اس ملک میں اسلام کو مضبوط کروگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاروبار کی حفاظت کرے گا، تمہارا مستقبل محفوظ اور یقینی ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو بھائیو! ایسے کاروبار میں تو ہندوستان کے مارواڑی اور پاکستان کی بہت سی برادریاں تم سے بڑھی ہوئی ہیں پھر تمہاری کیا خصوصیت ہے؟ یہاں تم نے کون سا ایسا تیر مار دیا ہے اور ایسے چار چاند لگا دیئے ہیں، یہاں تو تمہاری جو کچھ خصوصیت ہے، قابلیت ہے وہ یہ کہ تم اس ملک میں جس کی زمین ہدایت کے لئے پیاسی ہے جس کے آسمان ہدایت کے لئے پیاس ہیں، جس کی فضائیں اذانوں کے لئے پیاسی ہیں وہاں پر تم یہ عہد کرو کہ ہم انشاء اللہ یہاں اسلام کو پھیلائیں گے، چمکائیں گے، اپنی زندگی سے بھی، اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے بھی اور ان شاء اللہ یہاں سچے پکے مسلمان بن کر اسلام کا جھنڈا بلند کریں گے۔

فرصت کو غنیمت جانیئے

دوستو! مجھے یہی کہنا ہے کہ اللہ کے لئے وقت نکالنے میں پس و پیش نہ کیجئے اس لئے کہ اسی میں تمہاری اور تمہارے مال اور مستقبل کی حفاظت ہے، ورنہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون، خدا کی مخفی تدبیروں کو کوئی نہیں جانتا اور جن کی قسمت میں نقصان اٹھانا لکھا ہے وہی اللہ کی مخفی تدبیروں سے کالے لوگوں کو نکالیں، خدا جانے کون سا مسئلہ کھڑا ہو جائے اس وقت تم دیکھتے رہ جاؤ گے اور جہاز بھر بھر کر تم کو بھیج دیا جائے گا۔

آثار سے مآل کا اندازہ کیجئے

آج دل تمہاری طرف ہیں تمہارا خیر مقدم کر رہے ہیں، تمہاری ضرورت محسوس کر رہے ہیں، کل تمہارے خلاف باغی ہو جائیں گے اور اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں تو ایسے موقع پر ایسے آدمیوں کو کھڑا کر دیتے ہیں جو تمہاری دشمنی کا نعرہ لگاتے ہیں تاکہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں کہ افق پر دیکھ لو کہ کیا ہونے والا ہے؟ بادل اٹھ رہے ہیں، بجلی چمک رہی ہے، پانی برسنے والا ہے اپنی چھتوں کو ٹھیک کرلو، برسات کا موسم آگیا ہے۔

بار نہیں ابرِ باراں بنو

میرے یورپ کے دوستو! برسات کا موسم آگیا ہے، اپنی چھتوں کے سوراخوں کو بند کرلو، برسات میں تمہیں موقع نہیں ملے گا، ہر ملک کی ایک برسات ہوتی ہے، برما کی برسات آگئی، یورپ کی برسات آنے سے پہلے پہلے تیاری کرلو اور یہاں اپنا استحقاق اور اللہ کے یہاں اپنی صلاحیت ثابت کردو کہ تم رہو گے تو اسلام رہے گا ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے گا، اور رخ ایسا نکلے گا کہ یہ بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور یہی تمہاری خوشامد کریں گے کہ تم رہو "القلب بین اصبعی الرحمن" انسان کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس لئے دل کو بدلتے دیر

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں لگتی دل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سامان کرو اور وہ سامان یہ ہے کہ اپنی افادیت ثابت کرو۔ اپنی افادیت سے تم مفید ہو، اس سرزمین پر بار نہیں ہو، تم اس سرزمین پر اللہ کی رحمت ہو، پھر ان شاء اللہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔

یہ میں نے بہت دنوں تک کی بات کہہ دی، عمل کرنا تمہارا کام ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تمہیں بھی اور مجھے بھی ان لمحات سے نفع پہنچائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

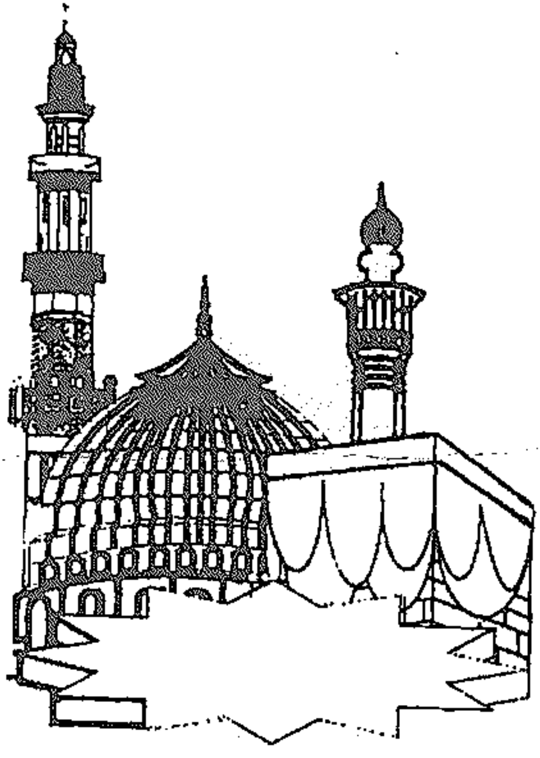

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

امت کا وجود غزوۂ بدر کا صدقہ ہے

۴ر اکتوبر بعد نماز مغرب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع پُر فضا گراؤنڈ پر منعقد ایک سہ روزہ دعوت و تبلیغ کے عظیم جلسہ میں یہ تقریر کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امت کا وجود غزوۂ بدر کا صدقہ ہے

بعد خطبۂ مسنونہ !

فَاعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیم

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ، فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ.

(آل عمران..۱۲۳) اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سواللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح عطا فرمائی اس حالت میں کہ تم بہت بے یارومددگار تھے اور بہت خطرے میں تھے، تو اللہ سے ڈرتا کہ تم شکر گزار بندے ہو، ہمارے بہت سے ذی علم حضرات کو اور مسند نشینوں کو بھی، اہل علم کو بھی اور جو قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ سمجھتے ہیں ان کو تعجب ہوگا کہ اس عظیم الشان تبلیغی اجتماع میں جس کا موضوع تبلیغ ودعوت ہے یہ آیت کس مناسبت سے پڑھی گئی ؟ کیا کچھ غزوات کا تذکرہ ہونے والا ہے ؟ کچھ غزوۂ بدر پر روشنی ڈالی جانے والی ہے، کیا تاریخ کا کوئی ورق کھولا جانے والا ہے، کوئی بات

www.abulhasanalinadwi.org

کھولا جانے والا ہے، لیکن اس آیت کا تبلیغ کا دعوت سے بھی اور ہم مسلمانوں کی زندگی سے بھی اور ہم مسلمانوں کی کامیابیوں سے اور اسلام کے آج دنیا میں موجود ہونے سے بھی گہرا تعلق ہے اگر میں یہ کہوں کہ آپ کے سامنے ایک تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے، ایک نظر رکھنے والے انسان کی حیثیت سے، کہ اس وقت دنیا میں جو مشرقی ممالک ہیں ان میں مسلمانوں کی آبادی بھی ہے، مسلمانوں کی سلطنت اور شان و شوکت بھی ہے اور دولت و ثروت بھی ہے اور پھر دعوت و عزیمت کا کام بھی ہے اور مدارس بھی ہیں، یہاں تک کہ میں بلا تکلف بغیر کسی تواضع کے کہتا ہوں کہ یہ ندوۃ العلماء ایک عالمی درسگاہ ہے جس کی شہرت تمام دنیا میں ہے اس کا وجود اور یہاں کا جو کتب خانہ ہے، جس میں ہزاروں سے متجاوز کتابیں ہیں اور مشرق سے لے کر مغرب تک جتنے کتب خانے ہیں اور پوری تاریخ اور انسانی تاریخ میں، پوری تاریخ عالم میں مسلمانوں نے جو کچھ کارنامہ انجام دیا ہے اور انہوں نے علم کے دریا بہائے اور انہوں نے کتابوں کے انبار لگائے، تحقیقات کی اور پھر دنیا میں جو خدا کی عبادت ہو رہی ہے اور عقیدۂ توحید موجود ہے اور یہ مساجد جو آپ کو نظر آرہی ہیں، یہ سب غزوۂ بدر کی فتح کا نتیجہ ہیں اور خالص غزوۂ بدر کی فتح کا نتیجہ ہے، میں آپ سے اگر یہ کہوں کہ ابھی آپ نے جو مغرب کی نماز پڑھی ہے یہ بھی غزوۂ بدر کی برکتوں میں سے ایک برکت ہے اور آپ جو آزادی سے نماز پڑھ لیتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، حج کرنے کے لئے بیت اللہ شریف کو بھی جاتے ہیں اور پھر تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور تبلیغ کا یہ عالمی نظام اور یہ عظیم الشان مظاہرہ اور یہ اس کا منظر جو آپ کے سامنے ہے یہ سب غزوۂ بدر کی فتح کا نتیجہ ہے۔

غزوۂ بدر کے وقت مسلمانوں کی حالت

www.abulhasanalinadwi.org

کیاصورت تھی کہ کل تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمان تھے جو مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے اور مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لئے اور دین کی حفاظت وبقاء کے لئے اور اُدھر ایک ہزار مسلح کفار قریش آئے تھے جو دانت پیس رہے تھے بیقرار تھے کہ اس خطرہ کا سدباب کر دیا جائے اور اسلام کے وجود کو فنا کر دیا جائے اور وہ بہترین طریقے پر مسلح تھے ایک طرف قریش کا جنگجو قبیلہ تھا اور اس کے پاس تمام اسلحہ اور سامانِ جنگ تھا اور ادھر مسلمان جن کے گھروں میں فاقے ہوتے تھے اور ان میں کئی بچے بھی شامل ہو گئے تھے، وہ سب جہاد کے شوق میں تھے تو جہاں تک تعلق ہے اسباب ونتائج کا، اور ذرائع کا اور بصیرت کا اور حالات کے جائزہ لینے کا اور عقل سلیم کا، اور گزشتہ واقعات سے نتیجہ نکالنے اور ریاضی کا بھی جو سب سے عام فن ہے اور ہر ایک کو ان میں کچھ نہ کچھ دخل ہے کہ وہ ایک ہزار اور تین سو تیرہ (۳۱۳) کا فرق سمجھتا ہے کہ جاہل سے بھی کہہ دیجئے تو وہ سمجھ جائے گا کہ کہاں ایک ہزار اور کہاں تین سو تیرہ، تو اگر یہ جو اللہ تعالیٰ نے اسباب میں خاصیت پیدا کی ہے اور اسباب کو آزاد بھی چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنا عمل کرتے ہیں جب تک خدا کا ارادہ ہوتا ہے، خدا کی مشیت ہوتی ہے، تو اگر اسباب پر اور اسباب ونتائج پر ہر بات کا انحصار ہوتا اور اس کا فیصلہ ہوتا تو انجام بالکل معلوم ہے کہ وہ ایک ہزار تین سو تیرہ پر غالب آجاتے اور یہ تین سو تیرہ ختم ہو جاتے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے کہنے پر کوئی مواخذہ نہ فرمائے خدانخواستہ تین سو تیرہ ختم ہو جاتے تو پھر اس کے باقی رہنے بڑھنے اور فتح حاصل کرنے کا کیا ذکر ہے۔ اسلام کے باقی رہنے کا بھی کوئی سوال نہیں تھا۔ اب جو بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ تین سو تیرہ نے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ہزار پر فتح پائی تھی ایک تاریخی واقعہ ہے اور سنایا گیا ہے ایک ایسے مجمع میں کیوں تین سو تیرہ کو خلاف قیاس، خلاف عقل، خلاف تجربہ، خلاف اندازہ، اور عقل سلیم کے خلاف ایک ہزار پر فتح حاصل ہوئی؟ یہ بات یاد رکھنے کی ہے اور یہ ایک سبق ہے یہاں سے اپنے ساتھ لے جانے کا، کہ کیسے تین سو تیرہ کو ایک ہزار پر فتح ہوئی، کیا تین سو تیرہ کو اسلئے فتح ہوئی کہ وہ زیادہ مضبوط تھے اور زیادہ مسلح تھے یا زیادہ ان کے اندر جوش تھا اگر یہ بات ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ اندازہ حضور ﷺ کو تھا۔

حضور ﷺ کی اضطراری کیفیت

پھر آپ پر اضطراری کیفیت طاری ہوئی ایک الحاح کی، تضرع کی، اور دعا وانابت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی نہ دیکھا جاسکا۔ آپؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنی شروع کی اور آپ پر اتنی الحاح کی کیفیت طاری ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ رہے تھے کہ میں کس سے بات کر رہا ہوں، نبی المرسل سے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے براہ راست اس کے پاس پیغام آتے ہیں، جن کو سب سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت پر یقین ہے اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مانتا ہے وہ تابع نہیں ہے، اسباب ونتائج کا قلت وکثرت کا، تعداد کا اسلحہ کی کمی زیادتی کا، بالکل پابند نہیں ہے لیکن ان سے دیکھا نہیں گیا۔ اضطراری کیفیت ان پر بھی طاری ہوگئی انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس پر آپ پریشان نہ ہوں اور تسلی کے الفاظ فرمائے۔

صادق المصدوق ﷺ کا ایک الہامی جملہ

اس کے بعد اب جو بات آپ کو سنانا ہے وہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے

ساتھ لے کر جائیے، وہ یہ کہ حضور ﷺ کی زبان سے اس وقت ایک جملہ نکلا، سیرت کے پڑھنے والے، کتابوں کے دیکھنے والے اکثر گزر جاتے ہیں ان چیزوں سے اور وہاں غور نہیں کرتے، ایسا نہیں کہ چونک کر کھڑے ہو جائیں اور ہم پر ایک استغراقی کیفیت طاری ہو جائے اور ہم ڈوب جائیں غور وفکر میں، ابھی آپ سے پوچھا جائے جو لوگ راستوں سے گزرتے ہیں، بھائی آپ جب وہاں سے آتے ہیں تو دائیں طرف ایک سائن بورڈ پڑتا ہے کیا لکھا ہے تو آپ کہیئے گا کہ بھائی ہم نے تو خیال ہی نہیں کیا، کیوں کہ روز گزرنا ہوتا ہے دن میں کئی کئی بار، ہم غور سے دیکھتے بھی نہیں اور کام بھی نہیں، اس لئے بہت سے لوگ جو سیرت کی کتابیں پڑھتے ہیں اس سے گزر جاتے ہیں بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا ہوگا کہ یہ کیسی چونکا دینے والی اور بیدار کر دینے والی اور عبرت لینے والی اور عبرت حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی چیزیں ہیں وہ ایسی چیز ہے کہ آدمی سب بھول جائے اور اس پر ہر ایک بالکل ششدر اور حیران رہ کر کھڑا ہو جائے کہ کیا کہا جا رہا ہے، کیا فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے پورا جائزہ لیا کیا تناسب ہے طاقت میں، کیا تناسب ہے اسلحہ میں، کیا تناسب ہے تعداد میں اور قریش کی حالت جو ہے غضبناکی کی۔ اور ایک جذبہ انتقام کی، اور مسلمانوں کی، جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو اللہ ہی کی مدد کو سمجھتے ہیں کہ اس کی مدد کام آنے والی ہے دونوں میں کیا فرق ہے مادی طور پر، اور میدان جنگ میں جو چیزیں اہمیت رکھتی ہیں ان کے لحاظ سے آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلا جو قیامت تک غور کرنے کے قابل اور غور کرنے کا مستحق ہے اور عبرت لینے کا مستحق ہے اور اصولِ عمل بنا لینے کا مستحق ہے۔

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابہ لاتعبد

www.abulhasanalinadwi.org

آپ فرماتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کردیا، ایک ہزار کے مقابلے میں کہ وہ ایک ہزار ہیں اور زیادہ مسلح ہیں اور یہ مٹھی بھر جماعت، جو پورے طور پر مسلح بھی نہیں ہیں تو اور کچھ ہو نہ ہو آپ کی عبادت اس دنیا میں نہیں ہو گی تو یہ ایک نبی ہی کہہ سکتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب بھی ہے اور مقرب ترین انسان بھی اور ملهم من الله ہے، بڑی بات یہ ہے کہ

وَمَايَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

اور نہیں بولتے اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا (سورہ النجم آیت ۔۔۔ ۲)۔

ملهم من الله ہے اور دنیا میں کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا تھا نہ اولیاء اللہ میں سے، نہ قائدین جنگ میں سے اور نہ بڑے بڑے مفسروں اور فراست رکھنے والوں میں سے کوئی یہ بات کہہ سکتا تھا اور پھر کس سے یہ بات کہی جارہی ہے خدائے غنی لم یزل ولایزال سے، جو کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، اس کو کسی چیز سے ڈرایا نہیں جا سکتا، لیکن یہ آپ ہی کی شان تھی کہ آپ نے فرمایا، اور آپ نے فرمایا کیا بلکہ اللہ نے کہلوایا سچ بات یہ ہے کہ وَمَايَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ، اور اس لئے آپ کی زبان سے کہلوایا تاکہ قیامت تک مسلمانوں کو یاد رہے کہ کیا بات کہی گئی تھی اور کس بناء پر، یہ بالکل خارق العادت طریقے پر معجزانہ طریقے پر محیر العقول طریقے پر، ششدر و حیران بنا دینے والے طریقے پر، آدمی دانتوں میں انگلی رکھ کر سوچتا ہی رہے اور سر جھکا کر کے اور سسکیاں لے کر کے اور اس پر ایک استغراق کی کیفیت طاری ہو جائے بلکہ بعض لوگ اگر اس میں بے ہوش ہو جائیں سوچنے میں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن ہم لوگ غور کرنے کے عادی نہیں، گزر جاتے ہیں ان

www.abulhasanalinadwi.org

چیزوں سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کردیا تو پھر سب کچھ ہوگا، دنیا کا کارخانہ ویسا ہی رہے گا۔ وہی دنیا میں رونق ہوگی، فتوحات ہوں گی، سلطنتیں ہوں گی، دولت کے دریا بہیں گے اور علم کے بھی دریا بہیں گے، لیکن ایک کام نہیں ہوگا وہ یہ کہ تیری یعنی ایک خدائے واحد کی عبادت نہ ہوگی، اب اس کے بعد کیا ہو، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بالکل خارق العادت طریقے پر، محیر العقول اور بالکل معجزانہ طریقے پر یعنی صرف اس میں خدا کی طاقت ہی نظر آتی ہے، ارادۂ الٰہی معلوم ہوتا ہے اور کچھ نہیں، اور قدرت الٰہی کا جلوہ ہے، اور قدرت الٰہی کی ایک شان ہے اور کچھ نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فقرہ کے بعد ان تین سو تیرہ کو ان ایک ہزار پر فتح مبین عطا فرمائی۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو فتح دی، بدر کے میدان میں اس حالت میں کہ تم بے بس تھے اور بالکل اس وقت مغلوب تھے تو اللہ سے ڈرو تاکہ شکر گزار بندے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت کو اسباب کے خلاف، نتائج کے خلاف، تجربوں کے خلاف اور حقائق کے خلاف اور ہر طرح کی پیشن گوئیوں اور اندازوں کے خلاف جو فتح دی ہے ان تین سو تیرہ کو ایک ہزار پر، وہ اس بنا پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات قبول کرلی اور اس کی تصدیق فرمائی کہ یہ تین سو تیرہ کی جو تعداد ہے ان کی وجہ سے دنیا میں عبادت کا سلسلہ چلے گا اور ان تیرہ سو تیرہ کی فتح سے امت کو جو امن وامان حاصل ہوگا، اطمینان حاصل ہوگا اور ان کے جانشینوں کے ذریعہ یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا، اس کی وجہ سے عبادت الٰہی دنیا میں قائم رہے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

غزوۂ بدر کی فتح کی حکمت ومقصد

تو آپ جانتے ہیں کہ جب کسی چیز پر، کسی شرط پر، کسی صفت پر، کسی امتیاز کے بیان کرنے پر بڑا نتیجہ نکلے اور اس پر بالکل خارق العادت طریقے پر کوئی اس کا انجام ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ فتح دے خلاف قیاس، پھر تو اس شرط کو قائم رکھنا ضروری ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کے دنیا میں باقی رہنے کا اور اس امت کا دنیا میں آزادی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے کا، عبادت کی دعوت دینے کا اور دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قانون پھیلانے اور اس کو غالب کرنے کا اور پھر اس دنیا میں اس کو فتوحات حاصل کرنے کا اور سلطنتیں قائم کرنے کا اور اس دنیا میں اس کو علم کے دریا بہا دینے کا اور معرفت الٰہی کے دروازے کھول دینے کا اور اس دنیا میں اس امت کو بہت طویل عرصہ تک اور کثیر حصہ میں دنیا کے، اس امت کو آزادی کے ساتھ، عزت کے ساتھ اور وقار کے ساتھ عظمت کے ساتھ رہنے کا موقع ملے گا۔ ان سب کی شرط یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خود عبادت کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے قانون پر، اللہ تبارک وتعالیٰ کی شریعت پر اور دوسروں کو بھی حکم دیں اور یہ آپ سمجھ لیں کہ عبادت کے معنی صرف نماز روزہ کے نہیں، عبادت میں عقائد بھی داخل ہیں معاملات بھی داخل ہیں، اخلاق بھی داخل ہیں، آئین وقانون بھی داخل ہیں، ازدواجی زندگی کے جو طریقے خدا نے بتائے ہیں اور اس کے رسولؐ نے بتائے ہیں قرآن وحدیث میں، وہ بھی داخل ہیں اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا بھی داخل ہے اور اس میں تجارت بھی داخل ہے اس میں جتنے معیشت کے اسباب ہیں، کسب معاش کے جتنے اسباب ہیں سب داخل ہیں، ان سب پر یہ امت عمل کرے گی، اللہ تعالیٰ کی پوری شریعت

www.abulhasanalinadwi.org

پر، پوری نازل کی ہوئی شریعت پر یہ امت عمل کرے گی، اس میں اس بات کو قبول کرنے پر اور اس کی تصدیق کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک ہزار پر فتح دی، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ مسلمان اگر آسمان کے تارے توڑ لائے اور فضاؤں پر ان کا قبضہ ہو جائے جیسے یورپ کا قبضہ ہے اور آپ مشرق سے مغرب تک جائیں اور منٹوں اور سکنڈوں میں بھی پہنچ جائیں اور آپ سائنسی تحقیقات میں ایک ریکارڈ قائم کردیں اور آپ کے اندر اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور اعلیٰ درجہ کی نکتہ آفرینی ہو اعلیٰ درجہ کی ادبی صلاحیت ہو یا جسمانی حسن وجمال، اور قوت کمال، ہر چیز میں آپ فائق ہوں، ان میں سے کوئی چیز امت کی بقاء کی ضمانت نہیں۔

اس امت کی بقاء کی ضمانت

اس امت کی بقاء کی ضمانت صرف یہ ہے کہ یہ امت وہ ہے جس کی وجہ سے عبادت کا رواج رہے گا۔ یہ امت خود تیری عبادت کرے گی اور تیرے احکام پر چلے گی اور دنیا کو ان احکام کی طرف بلائے گی، دعوت دے گی۔ تو آپ سمجھ لیجئے کہ جب کسی شرط پر، کسی بات پر، کسی پیشن گوئی پر کوئی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے پھر کیسا نتیجہ اور اس نتیجہ کا ذریعہ کون ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فتح دینے والے، رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی فتح چاہنے والے، نصرت چاہنے والے اور اس کے درمیان ایک شرط، ایک صفت حضور ﷺ نے بیان کی جس سے بڑھ کر خدا کے جلال اور کمال سے کوئی خائف اور کوئی اس پر ایمان رکھنے والا نہیں ہو سکتا، آپ سے بڑھ کر ادب شناس نہیں ہو سکتا، آپ سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کے جلال سے اور اللہ تعالیٰ کی شان استغناء سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا لیکن ان سب کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا بلکہ یہ کلمہ بھی الہامی تھا۔ اللہ نے آپ کی زبان سے

www.abulhasanalinadwi.org

کہلوایا اور اس پر فتح دی تاکہ قیامت تک کے لئے یہ باب بالکل ایک طے شدہ اصول بن جائے کہ مسلمانوں کا آزادی کے ساتھ اپنے اصول پر عمل کر سکنا اور عمل کی دعوت دینا اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ یہاں تک کہ میں صاف کہتا ہوں کہ خلافت راشدہ سے لے کر خلافت بنی امیہ تک، خلافتِ بنی امیہ سے لے کر خلافت بنی عباس تک اور اس کے بعد کی سلطنتوں تک اور اس کے بعد پھر یہ پوری ساسانی سلطنت ایران کی، اس کا فتح ہونا اور ادھر رومی سلطنت بازنطینی سلطنت کا فتح ہونا یہ بالکل ناقابل قیاس بات تھی کہ کوئی اتنی بڑی رومی سلطنت کو شکست دے سکتا ہے، ادھر ایران کی سلطنت کا یہ حال تھا کہ ہندوستان کی سرحدوں تک پہنچی ہوئی تھی سارا ایران، سارا عراق اس کے ماتحت تھا یہ ساری ناقابل قیاس باتیں اور ناممکن عمل باتیں اور ناقابل تصدیق باتیں صرف اس وجہ سے ظہور میں آئیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تسلیم کر لیا اور اس بات کی تصدیق فرمائی اور قبول فرمالیا کہ اس امت کے ذریعہ دنیا میں عبادت کا سلسلہ جاری رہے گا اور امت خود عبادت کرے گی اور دوسروں کو عبادت کی دعوت دے گی۔ تو جو کچھ مسلمانوں کو ملا آج صاف میں کہتا ہوں کہ ابھی آپ نے جو مغرب کی نماز پڑھی یہ فتح بدر کا نتیجہ اور برکت ہے، یہ ابھی اتنے مسلمان جمع ہو گئے ایک دعوت پر، اور ایک تبلیغ کے اجلاس پر، تبلیغی دعوت پر، یہ سب اس سے بڑھ کر کیا، یہاں سے لے کر ہر سال جو حج ہوتا ہے لاکھوں مسلمان جمع ہوتے ہیں، منیٰ و عرفات میں اور یہ طواف اور پھر صفا و مروہ کی سعی یہ ساری کی ساری چیزیں، جو کچھ ہے، جو مسلمان جہاں بھی ہے بلکہ جو مسلمان اطمینان سے کھانا کھا لیتا ہے آج آپ سے میں صفائی سے کہتا ہوں کہ میں نے اور آپ نے جو آج کھانا کھایا ہے دوپہر کا، اور ان شاء اللہ جو آج کھائیں گے اور جو اس

وقت چاروں وقت کی نماز پڑھی ہے اور انشاء اللہ پانچویں نماز پڑھیں گے، فتح بدر کا نتیجہ ہے، سب فتح بدر کی برکت سے آپ کو ملا ہے ورنہ کوئی صورت نہیں تھی۔

اسلام کا اعجاز

اور کتنے ادیان ہیں جن کو آپ دیکھئے اگر آپ تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کوئی مذہب سو برس رہا اور کوئی اس سے بھی کم رہا، یا محرف ہوگیا۔ یہ دین جو آج تک باقی ہے صرف یہ نہیں کہ باقی ہے اور کوئی ردوبدل نہیں ہوا، اور اپنی اصل شکل میں باقی ہے، اپنی خصوصیات کے ساتھ باقی ہے، اپنے عقائد کے ساتھ باقی ہے، اپنے فرائض وعبادات کے ساتھ باقی ہے، ذکر اللہ کے ساتھ باقی ہے، صلوٰۃ علی النبی کے ساتھ باقی ہے، اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری اور اس کے ساتھ محبت اور رشتہ رسول ﷺ کے ساتھ باقی ہے، اور یہ حق کی حمایت کے جذبہ کے ساتھ باقی ہے اور باطل کا مقابلہ کرنے کے جوش کے ساتھ باقی ہے اور یہ امت معروف کو معروف سمجھتی ہے اور منکر کو منکر سمجھتی ہے اور نفس وشیطان اور الٰہی فرمان کے فرق کو سمجھتی ہے کہ اس دنیا میں کہیں اس کا وجود نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے کہ سورہ فاتحہ کو جو سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورۃ ہے اس سورۃ کے آخر میں آتا ہے:۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ".

اب مسلمانوں کے بعد جو مذاہب رہ جاتے ہیں، جہاں تک آسمانی مذاہب کا تعلق ہے تو دو سب سے بڑے مذہب ہیں جو اس وقت تک دنیا میں باقی ہیں، ایک یہودیت اور ایک عیسائیت، اور ایک کے بارے میں فرمایا: الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے کے بارے میں فرمایا ہے الضالین. صرف اس امت کو سیدھی راہ حاصل ہے اور کیوں حاصل ہے اس لئے حاصل ہے کہ بدر کی فتح ہوئی، بدر میں یہ سب حضرات فتح یاب ہو کر اور ان میں سے اکثر صحیح وسالم مدینہ تک پہنچ سکے اور وہاں جاکر انہوں نے یہ الفاظ دہرائے:

"إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ" (سورة الانفال)

اس چھوٹی اقلیت سے جو بقامت کہتر بقیمت بہتر تھی آپ خیال تو کیجئے کہ کس سے کہا جارہا ہے "إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ" اے مسلمانو اور مٹھی بھر مسلمانو! اے مکہ معظمہ سے آئے ہوئے مہاجرو! اور جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے، فتح خیبر کے انصاریو! اگر تم لوگ دنیا میں ہدایت پھیلانے کے لئے، دنیا والوں کا سر اللہ کے سامنے جھکانے کے لئے، دنیا کو سچائی اور اخلاق حسنہ پر عمل کرانے کے لئے اور نفس پرستی اور شہوانیت اور شیطانیت، ان سب سے بچانے کے لئے اگر تم نہ کھڑے ہوئے اور اگر اس کے لئے تم نے کمر نہ باندھی "تكن فتنة في الارض وفساد كبير" تو دنیا میں ایک فساد عظیم برپا ہوگا، میں نے مکہ معظمہ میں عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ بقامت کہتر بقیمت بہتر ہیں آپ ہی کے اسلاف تھے جو مٹھی بھر تھے ان کی تعداد کم تھی بخاری شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ مسلمانوں کی مردم شماری ہوئی تو کسی میں چند سو نکلے اور اخیر میں شاید دو ڈھائی ہزار یا اس سے کچھ کم وبیش۔ اتنی چھوٹی تعداد تھی لیکن یہ بقامت کہتر بقیمت بہتر تھے یعنی قد و قامت کے لحاظ سے، اپنی تعداد کے لحاظ سے مٹھی بھر تھے لیکن اپنے مقصد کے لحاظ سے، اپنی افادیت کے لحاظ سے، اپنی دعوت کے لحاظ سے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ بقیمت بہتر تھے، تو آپ بھی یہ سمجھ لیجئے کہ آج بھی

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا میں بقامت کہتر بقیمت بہتر ہیں، لیکن بقیمت بہتر کہاں سے، یہ صفت پیدا ہوگی اسلام پر عمل کرنے سے۔

عبادت کا مفہوم

عبادت وسیع معنی میں جس کو عربی میں اور قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں عبادت کہتے ہیں، ہمارے یہاں عبادت کس کو کہتے ہیں؟ ذرا سی دعا مانگ لی اور نماز پڑھ لی ایک دو رکعت، بھائی ہم نے عبادت کی، عربی میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے اس میں سارے احکام الٰہی آجاتے ہیں اور جیسے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً وَلَاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ''.

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ صلح اور اطاعت پر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

یعنی سو فیصدی مسلمان ہو جاؤ، سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جاؤ، اس میں پچاس فیصدی، ساٹھ (۶۰) فیصدی کی کوئی تقسیم نہیں۔ نہ مسلمانوں میں اس کی گنجائش ہے اور نہ اس کی اجازت، نہ اس کا کوئی جواز ہے، مسلمان ساٹھ فیصدی پچاس فیصدی دین پر چل رہے ہیں۔ نہیں! یہ بالکل کافی نہیں ہے اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً پورے کے پورے سو فیصدی داخل ہو جاؤ پھر یہی نہیں جس پر داخل ہو رہے ہیں اور جس نظام اطاعت کو قبول کر رہے ہیں اور جس آئین خداوندی کو قبول کر رہے ہیں اور جس دین میں داخل ہو رہے ہیں اس کے سو فیصدی حصہ میں داخل ہو، یہ نہیں کہ مسجد میں پاؤں تو رکھ دیجیے اور جسم باہر، تو آج میں آپ سے یہ کہوں

www.abulhasanalinadwi.org

گا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اس ڈر سے کہ کہیں خدا کے یہاں باز پرس نہ ہو کہ تمہیں ایک ایسا موقع ملا تھا اپنے اتنے بھائیوں سے بات کرنے کا اور وہ توجہ سے سن رہے تھے، ان مخلصین کی برکت سے جنہوں نے اس پر پہلے سے تقریریں کیں اور جنہوں نے اس جلسہ کو بلایا، ان سے کہ دین کو پورے عقائد کے ساتھ، فرائض و عبادات کے ساتھ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے کے ساتھ، پورے اسلامی معاشرے کے ساتھ، اس کے اصول کے ساتھ، اس کی سادگی کے ساتھ اور اس کی پابندیوں کے ساتھ اور اس پر جو حقوق ہیں جنہیں ان حقوق کی ادئیگی کے ساتھ قبول کرنا ضروری ہے یہ نہیں کہ فرائض پنجگانہ کے تو آپ قائل بھی ہیں اور عامل بھی ہیں اور پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتے ہیں، لیکن شادی میں نہ بولئے، شادی کا معاملہ یہ تو ایک ذاتی معاملہ ہے، خاندانی معاملہ ہے، اس میں تو پہلے حیثیت عرفی دیکھی جاتی ہے کہ کیا اس کی (SOCIAL POSITION) سماجی پوزیشن ہے، فرض کیجئے کہ کسی نے لاکھ روپیہ خرچ کر دیا تو اس کا دین سے کیا تعلق یہ تو عرف کی چیز ہے، عرف کے معنی فقہ کی اصطلاح اور اصول فقہ کی اصطلاح میں لغت میں بھی بہت وسیع معنی ہیں یہ تو عرفی چیز ہے، یہ تو جس ملک میں ہم رہتے ہیں اور جس آب و ہوا میں رہتے ہیں اور جس ماحول میں رہتے ہیں، یہ اس کا خیال کرتے ہوئے اور اس کا احترام کرتے ہوئے اور اس کو ایک ضرورت سمجھتے ہوئے ہم کرتے ہیں، ان چیزوں میں آپ دین کا اجراء کرنے لگتے ہیں۔ یہ شادی ہے بھائی اس میں آدمی کو آزاد چھوڑ دیجئے۔

ہر جگہ مانگا جاتا ہے اور مطالبہ کیا جاتا ہے جہیز کا، مسلمان بھی اگر مانگے تو اس میں کیا حرج ہے یہ تو ایک بالکل خاندانی چیز ہے اور عرفی چیز ہے اور ماحول کی چیز

ہے، نہیں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، عقائد سے لے کر اخلاق و معاملات اور معاشرت اور باہمی تعلقات تک اور تجارت و زراعت تک سب میں اللہ کے احکام کی پیروی کرنا ضروری ہے اور یہ امت جو چھوڑی گئی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد" میں نے سیرت کی بعض کتابوں میں دیکھا "لاتعبد ابدا" تک حضور ﷺ اور پھر اللہ کے جلال سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ استغناء سے، اللہ کی عظمت سے، آپ سے زیادہ کون واقف ہوسکتا ہے لیکن آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے، آپ دیکھئے کہ یہ الفاظ جو انسان کو ششدر بنا دینے والے اس کے قیاس و قوت قیاسیات کو بالکل ماؤف کر دینے والے الفاظ ہیں، اگر یہ صحیح سیرت کی کتابوں میں نہ آتے اور حدیث کی کتابوں میں نہ آتے تو کوئی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ اس کو اس طرح بیان کر سکتا بس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس امت کو اس بناء پر وقت دیا گیا ہے اور اس کو زندگی کی مہلت دی گئی ہے، اس کو سب سہولتیں دی گئی ہیں اور اسی کے لئے نصرت الٰہی آسمان سے بار بار آئی ہے اور آج بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمارہا ہے اس امت کی، باوجود اس کے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اسرائیل امریکہ کے اتحاد سے ایسا منصوبہ تیار ہے جو بالکل نسل کشی کیا، ہر اسلامی ملک کو اسپین بنا دینا اور مسلمانوں کے دلوں سے دین کی حمیت کیا، حمیت تو بڑی چیز ہے، دین کی محبت کو نکال دینا اور دین پر فخر کرنے کے جذبہ کو نکال دینا چاہتا ہے جس کے لئے سب پلان بنا ہوا ہے آبادی کو کنٹرول کرنے اور خواتین کی فلاح و بہبود کے مسائل کو بہانہ بنا کر پوری انسانیت کے خلاف سازش کی جارہی ہے، اس وقت بھی یہ امت جو موجود ہے اور ان شاء اللہ موجود رہے گی، قیامت تک موجود رہے گی، یہ اس بناء پر کہ اللہ نے اس بات کو تسلیم کر لیا اپنے رسول کی زبان

سے جو لفظ نکلا تھا، ''لا تعبد'' کہ اس امت کو آپ نے فنا کر دیا، اس دنیا میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور عقل بھی، تجربہ بھی اور قیاس بھی اور ریاضی بھی اور فن حرب اور فن جنگ سب کا تقاضا یہی ہے کہ یہی نتیجہ نکلے، لیکن اس کے بالکل بر خلاف اگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان تین سو تیرہ کو ایک ہزار پر فتح ہوئی تو یہ اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کی اور اس کو مان لیا کہ عبادت کا رشتہ اس امت سے بندھا ہوا ہے اس امت کے ساتھ عبادت کا رشتہ باندھ دیا گیا ہے، یہ خود عبادت کریں اور عبادت کی دعوت دیں، میں زیادہ وقت نہیں لونگا کہ بیمار و کمزور ہوں۔

امتِ مسلمہ کی ذمہ داری

تو میرے بھائیو! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کی بقاء کی، ہمارے اور آپ کے اس وقت جو ہم بیٹھے ہیں اس کو بھی میں کہتا ہوں اس مجمع کو بھی میں شامل کرتا ہوں، پرسوں جمعہ آئے گا جہاں جہاں جمعہ کی نمازیں ہوں گی، پھر حج کا زمانہ بھی ان شاء اللہ آئے گا، ان شاء اللہ مسلمان حج کریں گے، آج آپ دنیا میں سفر کرتے ہیں اور مسافتیں طے کرتے ہیں اور عہدے لیتے ہیں، بہر حال آپ کو زندگی کی آزادی حاصل ہے، یہ سب صدقہ ہے، یہ سب طفیل ہے اس کا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی یہ بات تسلیم کر لی اور اس کو قبول کر لیا کہ عبادت الٰہی اس امت کے ساتھ وابستہ ہے، آپ میں سے ہر ایک بادشاہ ہو جائے، ہر ایک قارون ہو جائے اپنے وقت کا، ہر ایک ہامان و فرعون ہو جائے، معاذ اللہ اور آپ سب کچھ بن جائیں، آپ میں سے ہر ایک اسکالر بنیں، بڑے اسکالر بنیں، بڑے انجینیر بنیں بڑے سائنسداں بنیں، بڑے مکینک بنیں، یہاں تک کہ آپ جمہوریتوں کے صدر ہو جائیں اور کہیں کے وزیر اعظم ہو جائیں، یہ آپ کے باقی رہنے، زندہ

www.abulhasanalinadwi.org

رہنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بالکل کافی نہیں اور اس سے کوئی استحقاق نہیں پیدا ہوتا آپ کے زندہ رہنے کا، عزت سے رہنے کا اور اپنی نسل کو بڑھانے کا اور اپنے دین وفرائض کو ادا کرنے کا، ان سب کا آپ کو جو وقت ملا ہے یہ سب صدقہ ہے، نتیجہ ہے، اس کا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات تسلیم کرلی اور قبول فرمالیا اپنے نبی محبوب کو کہ یہ سب کچھ ہوگا، اے اللہ تیرے تمام کارخانے ویسے ہی رہیں گے،

مگر ایک عبادت کا کام صرف یہی امت کرنے والی ہے، اب اس امت کی ذمہ داری کتنی بڑھ جاتی ہے بس تبلیغ ودعوت اصل میں یہ اسی کی یاد دہانی ہے اور اسی کی تشریح ہے اور اسی متن کی تشریح ہے کہ اس امت کا سب سے پہلا فریضہ جس سے اس کو زندگی کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کا استحقاق ہی اس پر منحصر ہے کہ آپ اللہ کی عبادت خود کریں اور دوسروں کو دعوت دیں یہ میں کہتا ہوں آج یورپ امریکہ سب محتاج ہیں، آپ ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دیں۔

نفس کی غلامی سے خدائے واحد کی غلامی کی طرف

یہ سب لوگ دنیا کی تنگی میں ہیں، ان کے فیشن ان کے معبود بن گئے ہیں ان کی روایات (Kitesion Eitision) ایٹیشن، ان کے معیار، اسٹینڈرڈ یہ ساری چیزیں ان کے معبود بن گئے ہیں کہ بغیر اس کے یہ زندگی گزار ہی نہیں سکتے ان کو آپ بتائیں کہ آزادی کیا ہوتی ہے، حقیقی آزادی کیا ہوتی ہے، زندگی کا لطف کس چیز میں ہے یہ یورپ امریکہ چاہے کتنے بڑے سرمایہ دار ہوں، کتنی بڑی یہ فوجی طاقت رکھتے ہوں اور کتنی ترقی کی ہو علم وفن میں، تہذیب میں اور سائنس میں یہ سب کے سب اپنے نفس کے غلام ہیں، اپنے آلات کے غلام ہیں اور اپنے ہی قوانین اور اپنے ہی خودساختہ قوانین کے یہ فیشن کیا، فیشن تو اپنا بنایا ہوا ہوتا ہے کہ اچھا

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب کل سے یہ فیشن ہو گا۔ اور جو معمولات ہیں دن رات کے، ان کے ایسے غلام ہیں جیسے کوئی آزاد مرد کسی کا غلام ہو جائے، اب آپ کا اور ہمارا یہ فرض ہے دینی، اسلامی اور ایمانی فرض ہے، انسانی فرض ہے، اخلاقی فرض ہے کہ ہم ان کو بھی دنیا کی تنگی سے اور دنیا کی کال کوٹھری سے ایسے غلاموں کو نکال کر دنیا کی وسعتوں میں لائیں اور دنیا کی کھلی فضاء کی ہوا کھلائیں اور ان کو بتائیں کہ آزادی کیا ہوتی ہے؟ اس امت کے باقی رہنے کے آج جو ہم اور آپ باقی ہیں گویا ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پشتہ سا ہے کہ وہ اس امت کا فرد ہے جس کی وجہ سے دنیا میں عبادت ہو رہی ہے اور دنیا میں عبادت کی دعوت بھی دی جا رہی ہے، عبادت کی دعوت قیامت تک دی جاتی رہے گی، بس اگر ہم زندگی چاہتے ہیں اور عزت چاہتے ہیں اور آخرت کی سرخ روئی چاہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں چاہتے ہیں اور اپنے نبی کی خوشنودی اور مسرت چاہتے ہیں تو عبادت کو اپنے ساتھ اتنا مربوط کر لیں کہ ہم جہاں ہوں، اللہ کے دین کے داعی ہوں، خود عمل کرنے والے ہوں اور دوسروں کو عمل کرنے کی دعوت دینے والے ہوں اللہ تبارک تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور سب کو اس کی توفیق دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان کی شانِ امتیازی

۱۳؍ جون ۱۹۹۹ء کو بعد نماز مغرب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ایک اہم تبلیغی اجتماع میں یہ تقریر کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان کی شانِ امتیازی

ایک اہم تبلیغی اجتماع سے خطاب

اَلحمد لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ علیٰ سیدِ المُرسَلِیْنَ مُحَمّدٍ و آلہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبعدُ!

میرے دوستو، عزیزو اور دور سے آئے ہوئے مہمانو! اور میرے محبوب و قابل قدر بھائیو!

پہلے تو میں آپ تمام لوگوں کو مبارک باد دیتا ہوں، خاص طور پر انہیں جو یہاں اس بڑے تبلیغی ودعوتی اجتماع کے ذمہ دار ہیں، کارکن اور داعی ہیں، کہ کتنی بڑی تعداد میں لوگ یہاں اکٹھے ہوئے، جن کا اتفاق ایک کلمہ پر ہے، ایک عقیدہ پر ہے، ایک مقصد پر ہے، اور ایک طرز پر ہے، یہ ایک ایسا مجمع ہے کہ جو اگر بے ادبی اور گستاخی نہ ہو تو کہوں کہ عرفات و منیٰ کی یاد دلاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر بلیغ تشبیہ نہیں ہو سکتی کہ اس مجمع کی تشبیہ عرفات و منیٰ سے دی جائے۔

میں کہوں گا کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے، کہ اتنا بڑا مجمع جو کہ خاص مقصد لے کر جمع ہو، ایک فکر لے کر جمع ہو اور دنیا میں انقلاب برپا کردے، میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں اور تاریخ میرا خاص موضوع رہا ہے، اور پھر میں

www.abulhasanalinadwi.org

نے کئی زبانوں میں تاریخ پڑھی ہے، انگریزی میں پڑھی ہے، اُردو فارسی میں پڑھی ہے، اور پڑھی ہی نہیں لکھی بھی ہے، میں کہتا ہوں کہ اتنا بڑا مجمع اگر ایک مقصد رکھنے والا ہو، اور وہ خلوص کے ساتھ جمع ہو، تو دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

یَآ یُّھَا الَّذِینَ آمَنُو اِن تَتقُوا للہ یَجعَل لَکُم فُرقَاناً وَّ یُکَفِّر عَنکُم سیِّآتِکُم وَیَغفِر لَکُم واللہُ ذُوالفَضلِ العَظِیم. (سورہ الأنفال. ۲۹)

اس آیت کریمہ پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا، یہ ایک سنسنی خیز چونکا دینے والی، ہلا دینے والی اور انقلاب لے آنے والی آیت ہے، کہ اللہ تعالیٰ جو اللہ العالمین ہے، رب العالمین ہے، خالق کائنات ہے، خالق جن وبشر ہے، کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر پیش نہیں آسکتی، سلطنتوں میں انقلاب پیدا کرنے والا ہے، حالات میں تبدیلی لانے والا ہے، غلام کو آزاد کرنے والا ہے، اور آزاد کو غلام بنا دینے والا ہے، اور وہ جو "عالم الغیبِ والشھادۃ" جو قادر مطلق ہے، جو قدیر بر حق ہے جو اللہ بر حق ہے وہ کہتا ہے :۔

یٰایھاالذین آمنوا اِن تتقوا اللہ .اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے۔

"یہ تقویٰ" کوئی معمولی لفظ نہیں ہے، کہ جو کم کھائے، سادہ رہن سہن رکھے، یا کم گو ہو بس کہہ دیا جائے کہ یہ متقی ہے، غیبت نہ کرے، چغلی نہ کھائے، جھوٹ نہ بولے، تو وہ متقی ہو گیا، "تقویٰ" صرف اسے نہیں کہتے، تقویٰ کا لفظ قرآن مجید کی اصطلاح میں بڑا جامع اور بہت وسیع لفظ ہے، انقلاب انگیز اور کایا پلٹ دینے والا لفظ ہے، یہاں " ان تتقوا اللہ" فرمایا گیا ہے، یہاں ڈرنے کے لئے خوف کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا، "تقویٰ" میں عقائد بھی آجاتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اعمال بھی آجاتے ہیں، مقاصد بھی آجاتے ہیں، طرز زندگی بھی آجاتا ہے، اخلاقیات بھی آجاتے ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، شریعت پر چلنے والا ہو، اللہ ورسول کے احکام پر عمل کرنے والا ہو اور انسانیت کا بھی خواہ اور ہدایت کا داعی اور پاکباز ہو، جس کی نگاہیں نیچی، جس کی زبان محتاط، جس کا قلب دنیاوی مقاصد اور لالچ سے خالی ہو، اور اس کا دماغ بُرے منصوبوں سے پاک ہو، تو جب تقویٰ والی زندگی گزارنے والا یہ مسلمان جب بھی گزرے گا تو انگلیاں اٹھیں گی، کہ دیکھو! یہ مسلمان جارہا ہے، دیکھو! اللہ کا بندہ جارہا ہے، ایک امتیازی شان طاری ہو جائے گی، آگے اللہ فرماتا ہے:۔

یجعل لکم فرقاناً وہ تمہارے اندر ایک شانِ امتیازی پیدا فرمادے گا۔

میں "**فرقان**" کا ترجمہ "**شانِ امتیازی**" سے کررہا ہوں، فرقان کا لفظ اتنا بلیغ عمیم اور وسیع ہے، کہ اُردو میں "**فرقان**" کا ترجمہ کرنا آسان نہیں جو لفظ قریب تر ہے وہ کہہ رہا ہو کہ وہ تمہارے اندر شان امتازی پیدا کردے گا، کہ انگلیاں اٹھیں گی، نگاہیں بلند ہوں گی، لوگ اشارے کریں گے، لوگوں کی بعض اوقات نیند اڑ جائے گی، بعض اوقات غفلت دور ہو جائے گی، کہ دیکھو! وہ مسلمان جارہا ہے، وہ مسلمان گزر رہا ہے، مسلمان کیسے پارسا اور کیسے پاکباز ہوتے ہیں، انسانیت اصل مسلمانوں میں ہے، یہ کسی غیر محرم پر نظر نہیں اٹھاتا، اور راستہ میں اگر کوئی چیز پڑی ہے، جس سے کوئی تکلیف ہو سکتی ہے، کسی کو ٹھوکر لگ سکتی ہے، تو اس کو ہٹا دینے والا ہے، لوگوں کو دھکا دینے والا نہیں ہے، سہولت سے چلنے والا ہے، وقار کے ساتھ چلنے والا ہے، خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ چلنے والا ہے۔

یہ تھے مسلمان جو گنے چنے کہیں پہنچ جاتے تھے، تو پورے پورے معاشرہ کو ماحول کو بدل ڈالتے تھے، پورے پورے شہر مسلمان ہو گئے، لوگوں کی غفلت خواہ کتنی ہی بڑھی ہوئی ہو، اور ان کے اندر کتنی ہی مال کی لالچ ہو، اور جمال کی لالچ ہو، حُبِ مال ہو، حُبِ جمال ہو، کچھ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تأثر اور تأثر دینے کا مادّہ پیدا کیا ہے، اور دنیا یہ جو چل رہی ہے اس میں اس کو بڑا دخل ہے۔

ذرا مجھے صفائی سے کہنے دیجئے کہ پتہ نہیں پھر یہ موقع آئے یا نہ آئے، ایسا بڑا مجمع جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سننے کے لئے کہاں کہاں سے آیا ہے، اور تبلیغی اجتماع میں آیا ہے تو اس سے بہتر اور مناسب موقع اور کیا ہوگا، دنیا میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے، اور یہی دنیا کے باقی رہنے کا راز ہے، کہ اس وقت تک اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ابھی انسان میں سبق لینے کی خاصیت موجود ہے، اور نیک بننے، صحیح راستہ پر آنے کی خواہش ہے، آپ جب تبلیغ کا وسیع اور عالمگیر کام کریں گے، اصول پر چلیں گے، جماعتیں بنائیں گے، ملک بھر میں پھریں گے، اور الحمد للہ یہ کام تو اتنا پھیل چکا ہے کہ دنیا بھر میں جماعتیں جاتی ہیں اور نکلتی ہیں، آپ بھی انشاء اللہ نکلیں گے، اثر ڈال کر آیئے گا، متأثر ہو کے نہیں متأثر کر کے آیئے گا، کہ کایا پلٹ جائے اور انقلاب آجائے۔

ایک بات صفائی سے اور کہتا ہوں، بدگمانی نہیں کرتا، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ شاید نہ کہی گئی ہو، کہ آپ جس ملک میں ہیں، جس سرزمین پر رہ رہے ہیں، اس میں آپ کو "**شانِ امتیازی**" کے ساتھ رہنا چاہئے، "**فرقان**" جسے کہتے ہیں، ایسی شان طاری ہونی چاہئے، کہ لوگوں کے عقائد بدل جائیں، اخلاق بدل جائیں، نگاہیں بدل جائیں، احساسات بدل جائیں، کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس ملک میں ہوں، اور وہ اثر ڈال نہ سکیں، اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور خالق فطرت ہے وہ فرمارہا ہے کہ :۔

اِن تتقو اللہ یجعل لکم فرقاناً. اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے اندر امتیازی شان پیدا کر دے گا۔

ایسا حال طاری ہو جائے گا کہ دیکھتے ہی لوگوں کی اصلاح ہو گی، اور خدا کا خوف پیدا ہونے لگ جائے گا، آج ہمارے اندر قوت تاثیر کا جو فقدان ہے، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہم نے ''اِن تتقوا للہ'' پر پورا عمل نہیں کیا، اگر ''اِن تتقوا اللہ'' پر عمل ہو اور ہم خدا سے ڈریں، اس کے نبی ﷺ کی تعلیمات پر اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں، اور صرف عقائد ہی نہیں، ایمانیات ہی نہیں، جذبات واحساسات، معاملات وتعلقات، اخلاق وکردار، ان سب میں وہ فرق ہو جائے جو تم سے مطلوب ہے، پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ انگلیاں اٹھیں گی، انگلیاں ہی نہیں قدم اٹھیں گے، اور زندگی کا رُخ بدل کر تمہاری طرف ہو جائے گا، اور لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، وہاں کی اکثریت کو اپنا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، ان کو تھامنا مشکل ہو جائے گا، کہ اسلام تیزی سے پھیلنے لگے گا، گھر گھر، چپہ چپہ، خدائے واحد کا نام لیا جائے گا، اور یہ نفس پرستی، جاہ پرستی، دولت پرستی، شہوت پرستی، منصب پرستی، سیاست پرستی، جس کی اس وقت وبا پھیلی ہوئی ہے، وہ وبا کم ہو جائے گی، اور لوگوں کو اپنے مقاصد کو، اپنے اغراض کو اپنے مفادات کو تھامنا مشکل ہو جائے گا، کہ مسلمان اگر ہیں اور وہ اسلامی سیرت پر ہیں اور اسلامی عقیدہ پر ہیں، تو ان کے اثرات ایسے مرتب ہوں گے کہ سیاسی لیڈروں کو، دانشوروں اور ادیبوں کو، قائدین کو، سماجی کارکنوں کو، اور دوسرے لوگوں کو تھامنا اور مشکل ہو جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج ایسا دیکھنے کو کیوں نہیں مل رہا ہے، یہ اس لئے ہے کہ ہماری زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھلی نہیں ہے، ہمارے عقائد بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے معاملات بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے ''اہداف'' اور زندگی کے نشانے بھی صحیح ہونے چاہئیں، اور مختلف ہونے چاہئیں، ممتاز ہونے چاہئیں، کہ یہاں راستہ میں، سڑک وگلی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس سے لوگ ٹھوکر کھائیں، اور پہلے تو یہاں وہ چیز پڑی ہوئی تھی، جس سے ٹھوکر لگ سکتی تھی، وہ اب نہیں ہے، ضرور یہاں سے کوئی مسلمان گزرا ہے، اسی طرح کوئی مصیبت زدہ ہے، اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ کسی کو اس کی فکر نہیں، اگر توجہ کی یا فکر رکھی تو وہ مسلمان نے ...... اور لوگ کہہ اٹھیں کہ ضرور اس کے پاس سے کوئی مسلمان گزرا ہے۔ مال کی محبت دوسروں کے مقابلہ ان میں بہت کم ہو، جو بعض اندر کی کمزوریاں اور خامیاں ہوتی ہیں، ان میں کھلا ہوا فرق ہونا چاہئے، اور نفسانی خواہشات اور خود غرضی اور حرص وہوس جیسی دوسری کمزوریوں میں بھی نمایاں فرق ہونا چاہئے، بس یہ کہہ دینا کافی ہو کہ یہ مسلمان ہے۔

آپ تاریخ میں پڑھیں گے، تو معلوم ہوگا کہ ملک ملک میں انقلاب آگیا ہے، آپ خود خیال کیجئے، کہاں یہ جزیرۃ العرب جہاں سے اسلام نکلا، کہاں یورپ میں اسپین (اندلس) کا ملک جہاں لاکھوں سے حساب میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے، اور پھر جہاں کی زبان تک عربی ہو گئی، اور پورا کا پورا ملک مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگیا، اس طرح کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں ترکی، کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں الجزائر اور مغرب اقصیٰ (مراکش) ہم نے ان میں اکثر ممالک دیکھے ہیں، ایک اسپین (SPAIN) کے سوا کہ جہاں باقاعدہ اس کی کوشش کی گئی کہ نہ

یہاں مسلمان باقی رہیں اور نہ ان کا کوئی اثر باقی رہنے دیا جائے، اس میں خود مسلمانوں کی غلطی کو بھی دخل تھا، باقی آج تک ان دوسروں ملکوں میں اسلام باقی ہے، اور اسپین میں بھی اسلام کے پھیلنے کی خبریں آرہی ہیں، آپ زمینی مسافت دیکھیں، زمانی مسافت دیکھیں، زبان کا فرق دیکھیں، تربیت کا فرق دیکھیں تو زمین و آسمان کا فرق ہے، لیکن پورے پورے ملک مسلمان جو ہوئے تو یہ مسلمانوں کے اخلاق کی وجہ سے، تبلیغ ودعوت کی وجہ سے، تربیت کی وجہ سے، عملی نمونہ پیش کرنے کی وجہ سے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں مسلمان آباد ہیں اور وہ اثر نہ ڈال سکیں، ہم تو اس مجمع کو کہتے ہیں جو بات سن رہا ہے کہ یہی کافی ہے، ہاں اگر سچے مسلمان بن جائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگ جائیں۔

اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"اِنْ تتقو اللهَ یَجْعَل لَّکُمْ فُرْقَاناً". اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے اندر شانِ امتیازی پیدا فرمادے گا۔

اور فرماتا ہے :۔

اَلْیَوْمَ اَکْملتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْناً. کہ میں تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر چکا ہوں، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر چکا ہوں، اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین کے پسند کر چکا ہوں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یَاَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّة. وَلَاتَتبعُوا خُطُواتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّه لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِین. اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس آیت کریمہ میں "کافّۃ" فرمایا گیا، یہ بڑا جامع لفظ ہے، اس کافۃ میں سب آگیا ہے "کافّۃ" عملی طور پر بھی، اعتقادی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی اجتماعی طور پر بھی، قانونی طور پر بھی، جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ "کافّۃ" کا کلمہ کتنا مضبوط ہے، کتنا وسیع ہے، کتنا حاوی ہے، یہ حاوی اور شامل ہے، داخل ہونے والوں پر بھی اور اس پر بھی جس میں داخل ہوا جائے، سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جاؤ، اس میں نہ کوئی تناسب ہے کہ ستر فیصدی مسلمان، اسی فیصدی مسلمان، ایسا کچھ نہیں بلکہ تمام مسلمان پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں، توارث (ترکہ کی تقسیم) ایسی ہونی چاہئے، واجبات و فرائض پورے ادا ہونے چاہئیں، ماں باپ کا جو حق ہے وہ، مرد و زن کا جو حق ہے وہ، بیوی کا شوہر پر، شوہر کا بیوی پر جو حق ہے وہ، پڑوسی کا جو حق ہے وہ، محلّہ والوں کا جو حق ہے وہ، شہریوں کا جو حق ہے وہ، ملک والوں کا، وطن والوں کا جو حق ہے وہ، سب پورے اور صحیح صحیح ادا ہونے چاہئیں۔

یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اسلام میں (اللہ کے سامنے سر جھکا دینے میں) پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور یہ وہی فرما بھی سکتا ہے، کہ وہ عالم الغیب ہے، اور سب کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا بنانے والا ہے، اور سبھی کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، جب "اُدخلوا فی السّلم کافّۃً" فرمادیا تو بظاہر پھر "ولا تتبعوا خُطوات الشیطٰن" کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اُس نے ضرورت سمجھی اور وضاحت کی کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اس بات کا خیال رہے کہ شیطان کی پیروی نہ ہونے پائے، اس کے نقش قدم پر نہ چل پڑا جائے، شیطان کے نقش قدم پر چلنا نہیں ہے بلکہ تمہارے لئے اسوۂ

رسول ﷺ ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃٌ حسنۃٌ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر "کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا نمونہ موجود ہے۔

بس یہاں سے یہ عہد کر کے جائیے کہ ایسی زندگی اختیار کریں گے کہ صرف گھر ہی نہیں ، پورا ماحول ، پورا معاشرہ ، آس پاس کا قرب وجوار، پورا شہر، سب کا سب متأثر ہو ،اور سبھی پر اثر ہو،لوگ کہیں کہ مسلمان کی زندگی کچھ اور ہوتی ہے ، جہاں لوگ گر جاتے ہیں،اور جہاں لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں،وہاں یہ ثابت قدم رہتا ہے، جہاں دوسرے ضمیر فروشی کرتے ہیں، وہاں یہ مسلمان بکتا نہیں اور اسے کوئی خرید نہیں سکتا، نہ حکومتیں اس کو خرید سکتی ہیں، نہ سیاسی ادارے ، اور نہ ہی سیاسی پارٹیاں، نہ دولتمند اس کو خرید سکتے ہیں،اور نہ کوئی حسن وجمال اور نہ ہی عزت وکمال، کوئی اسے خرید نہیں سکتا، یہ بس ایک مرتبہ بِک گئے ،ان کا پیدا کرنے والا ان کو خرید چکا، جس نے ان کو دین کی نعمتیں عطا کی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان ومال کو خرید لیا ہے جنت کے عوض میں۔

اب اس کے بعد نہ کوئی طاقت نہ کوئی منفعت اور کوئی بھی ان کو خرید نہیں سکتا، یہ کیرکٹر ہونا چاہئے مسلمانوں کا، اگر آج یہ ہوتا تو پورا ملک مسلمانوں سے محبت کرنے والا ، اُن کے لئے جان دینے والا، اور اسلام سے پورا فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا،اور جہاں کہیں ایسا ہوا، اسی طرح ہوا، کہ لوگوں نے مان لیا کہ ان کا دین سچا ہے، ان کے یہاں اصول پسندی ہے، خدا ترسی ہے، ان میں آخرت شناسی ہے، حقیقت شناسی ہے، اور آج جو اسلام باقی ہے، ہمارے ہی ملک میں نہیں، ساری دنیا

www.abulhasanalinadwi.org

میں جو باقی ہے، اس میں بہت بڑا دخل اسلام کے نمونہ کو ہی ہے، ایک فرد چلا گیا ایک ایک کونہ میں ہزاروں لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے، دور نہ جایئے ہندوستان ہی کو لے لیجئے، کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر (راجستھان) آئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، اسی طریقہ سے امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر گئے اور وہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا، ایسے ہی کس کس کا نام لیا جائے کہ ایک دو گئے انہوں نے کچھ لوگ تیار کئے اور پھر اس طرح پھیلنے لگا کہ گھر گھر محلہ محلہ پھیلا۔

بس ہمیں اپنی زندگی ایسی بنا لینی چاہئے کہ ''**یجعل لکم فرقاناً**'' والی صورت پیدا ہو جائے کہ خدا شانِ امتیازی پیدا کر دے گا، انگلیاں اٹھیں گی، کان کھڑے ہوں گے، آنکھیں کھلیں گی، اشارے ہوں گے، اس سے بڑھ کر کہ لوگ قدموں پر گریں گے، کہ یہ مسلمان ہیں، اس کے عقائد یہ ہیں، اس کے احوال یہ ہیں، اس کے اخلاق یہ ہیں، اس کے جذبات یہ ہیں، اس کے احساسات یہ ہیں، اس کی خواہشات یہ ہیں، اس کے معیار یہ ہیں، یہ ہونا چاہئے یہ پیغام لے کر یہاں سے جایئے۔

مزید اس وقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، جماعت تبلیغ کے جو اصول ہیں، بنیادی نکات ہیں، اس پر بھی کچھ کہنا نہیں کہ اس پر بہت کہا جا چکا ہے، اور جو رہ گیا ہو گا وہ بھی کہہ دیا جائے گا، ہم نے وہیں سے سیکھا ہے، آپ بھی وہیں سے سیکھ رہے ہیں، لیکن یہ بات کبھی نہ بھولئے گا، بلکہ اس کو اپنی گرہ میں باندھ لیجئے، کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیاز ہونا چاہئے، ایک کھلا ہوا فرق ہونا چاہئے، جس کے لئے قرآن حکیم کے لفظ سے بڑھ کر کوئی دوسرا بلیغ لفظ ہو ہی نہیں سکتا، وہ ہے

www.abulhasanalinadwi.org

"فرقان" کہ آپ کی زندگی میں ایک فرقان ہونا چاہئے، جو دیکھے کہے کہ یہ مسلمان ہے، یہ مسلمان کا کام نہیں، صدہا نہیں ہزارہا واقعات ہیں تاریخ ہیں، کہ مسلمانوں نے وہ کیا جو کوئی نہیں کرسکتا تھا، کہ ایسی بھی کوئی قربانی ہوسکتی ہے، ایسی بھی کوئی ہمت کرسکتا ہے، ایسا بھی کوئی ایثار کرسکتا ہے، لیکن مسلمان نے کیا، تاریخ میں سب موجود ہے، یہ ریکارڈ ہے جو ہسٹری (تاریخ) میں محفوظ ہے، مسلمانوں کے مابہ الامتیاز بلکہ ممتاز اور معیاری طرز عمل سے لوگ ہزارہاہزار کی تعداد میں مسلمان ہوئے ہیں، تاریخ میں آپ پڑھیں مسلمان نے فتح پانے کے باوجود کیسے رحم کا سلوک کیا، کیسی انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا، کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہوگئے، اور انہوں نے کہا کہ ہم کو مسلمان کرلیجئے، جو لڑنے آئے تھے وہ قدموں پر گرے اور اسلام قبول کیا۔

بھائی! آج ہندوستان میں محض ہمارے اوپر دین اور اسلام کا حق ہی نہیں ملک و وطن کا حق بھی ہے، یہ بہر حال ہمارا وطن ہے، اللہ نے ہم کو یہاں پیدا کیا، اور ہمارے لئے اس سرزمین کا انتخاب کیا، اس کا بھی حق ہے، آدمی کو اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے، یہ ہمارا گھر ہے، اس میں ہمیں ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح ہو، بلکہ زندگیوں میں انقلاب آجائے، یہ ظلم و اندھیر جو ساری دنیا میں تو ہو ہی رہا ہے کبھی کبھی ہمارے ملک میں بھی ہو جاتا ہے، بند ہو کبھی سیاست کے راستہ سے، کبھی حکومت و اقتدار کے راستہ سے، کبھی مقصد و مفاد کے لحاظ سے، یہ سب بند ہو، انصاف پھیلے اور خدا کا خوف عام ہو، لوگوں میں ایک خدا ترسی پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو، انسانیت کا احترام پیدا ہو۔

یہاں مجھے صرف یہی کہنا ہے اور اسی پر بات ختم کرنی ہے کہ آپ یہاں

سے یہ عہد و پیمان کر کے جائیے اور جانے سے پہلے یہ طے کر لیں، اور تہیہ کر لیں کہ ہم کو اب اپنی زندگی ایسی بنانی ہے کہ نگاہیں اٹھیں، انگلیاں اٹھیں بلکہ قدم اٹھیں کہ ان کی طرف چلو! ان سے سیکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ، تب جاکر انشاء اللہ یہ رویہ ہمارا ہر طرح سے انقلاب انگیز ہوگا، ہر طرح سے مبارک ہوگا، ویوں بھی مبارک ہے، اور نہایت مبارک ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے، کہ اللہ کے نام پر اور دین کی دعوت پر اتنی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو جائیں، ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور فخر کرتے ہیں، دار العلوم ندوۃ العلماء کے بانیوں کی روح خوش ہو رہی ہوں گی کہ آج یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ اسکی بڑی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں انقلاب آئے، اور یہ انقلاب لازم نہ ہو بلکہ متعدی ہو، کہ دیکھ کر کے لوگ متأثر ہوں، عقائد کے اعتبار سے بھی، اخلاق کے اعتبار سے بھی، اعمال کے اعتبار سے بھی، معاملات کے اعتبار سے بھی، ارادوں کے اعتبار سے بھی، اور کوششوں کے اعتبار سے بھی، اور ہر طرح سے آپ کی زندگی سب کے لئے مشعل راہ بنے، اور دعوت اسلام کا کام دے، مقناطیس کا کام دے، اور مقناطیس کی حیثیت ہی کیا ہے، اگر وہ لوہے کو کھینچ سکتا ہے، تو کیا مسلمان کسی قوم کو کسی آبادی کو کھینچ نہیں سکتا، سیکڑوں مقناطیس نہیں تو ہونی چاہئے، مقناطیسیت بھی ضروری ہے، جاذبیت ہونی چاہئے، اللہ ہمیں اور آپ کو توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ کا حقیقی خلا

یہ تقریر ''العین'' (عرب امارات) میں ۱۹؍ نومبر ۱۹۸۳ء کو عربوں کے ایک عظیم مجمع میں کی گئی تھی۔ تقریر کے مخاطب خاص طور سے عرب ہی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ کا حقیقی خلا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سیدِ الْمُرْسَلِین وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحسانٍ وَّدَعَا بِدَعْوَتِھِم اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق پر شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایسے منتخب دانشوروں، ممتاز فضلا، مسلمان عرب نوجوانوں اور جزیرہ کے باشندوں اور ہونہار دوستوں سے ملاقات کا موقع عنایت فرمایا جو لبدی عزت وشرافت کے وارث وامین اور جن سے مستقبل میں امیدیں وابستہ ہیں۔

میرے بھائیو! آج کل پڑھے لکھے، دل سوز انسانی مشکلات اور اسلامی مسائل سے دل چسپی رکھنے والوں نے ان مشکلات اور مسائل پر کثرت سے اظہارِ خیال شروع کردیا ہے، یہی ان کی بحث ومباحثہ کا موضوع بلکہ زمانہ کا فیشن بن گیا ہے۔

ان میں سے بہت سے اقتصادی مسئلہ کو اٹھاتے ہیں، اور اس کو موضوع گفتگو بناتے ہیں، بعض قیادت کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اور اس کو اصل ٹھہراتے ہیں، کچھ سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہیں، بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مزدوری کا مسئلہ، کارخانوں میں کام کرنے والے ملازمین کا مسئلہ، کاریگروں کا مسئلہ، غرض

www.abulhasanalinadwi.org

کہ مسائل کا ایک انبار ہے، لیکن یہ سارے مسائل ذیلی اور طفیلی ہیں یا وہمی اور خیالی، حقیقی مسئلہ پوری انسانی برادری کا عالمی مسئلہ ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! قوم اور ملت کی سطح پر صالح نمونہ کے وجود کا مسئلہ ہے، میرا روئے سخن افراد کے مسئلہ کی طرف نہیں، افراد تو ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے، کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں، لیکن تنہا افراد انقلاب نہیں لا سکتے، زمانہ کا رُخ نہیں بدل سکتے، مسئلہ اِس وقت اُس کامل زندہ مثالی نمونہ کا ہے، جو قوموں کی سطح پر وجود میں آئے، آج تمام قومیں اور ملتیں بھیڑ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح ہو گئی ہیں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

چھٹی صدی مسیحی انسانی دنیا کی تاریک ترین صدی ہے، جس میں نہ انسانیت نہ زندگی کی رمق تھی، نہ ضمیر کی کسک، نہ دین کا خیال تھا، نہ اخلاقی حس، نہ آسمانی ہی کوئی کتاب محفوظ تھی، نہ محفوظ اور صادق دین کی رہنمائی، پورا عالم ایک لاشۂ بے جان، ایک جسم بے روح کی طرح تھا، نور کی کوئی کرن نہیں، انسانیت کے قلب میں کوئی درد نہیں تھا، غرض کہ لوگ تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس جزیرہ پر جس پر ہم اور آپ مل رہے ہیں جو ہم کو اور سارے مسلمانوں کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کی بعثت ایک نبی کی بعثت تھی، لیکن وہ منسلک تھی ایک پوری اُمت کی بعثت کے ساتھ، اس کا ادراک بہت سے لوگ نہیں کر سکے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایسی صفات بیان کی ہیں جو کسی مبعوث پر ہی منطبق ہو سکتی ہیں، جو مامور من اللہ ہو۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران. ۱۱۰). تم بہترین امت ہو لوگوں کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

نکالے گئے ہو، تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ہم نے ایسا مابہ الامتیاز وصف نہیں دیکھا جو دو امتوں اور دو قوموں میں لکیر کھینچ دے، ایسی اُمت جو مامور من اللہ ہو، جس کو ایک ایسی ذمہ داری سونپی گئی ہو جس سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری نبوت کے علاوہ نہیں ہو سکتی، حضرت محمد ﷺ کی بعثت بعثتِ مقرونہ تھی، وہ ایک اُمت کی بعثت سے وابستہ تھی، یہی وہ چیز ہے جو انسانیت کے انجام پر اثر انداز ہوئی، مذاہب کی تاریخ، قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ، اور نظریات و مقاصد کی تاریخ میں یہ ایک نیا تجربہ تھا، ہو سکتا ہے قرآن وحدیث کے ماہرین کو اس تعبیر میں انوکھا پن محسوس ہو، اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس میں جدت اور حد سے تجاوز سمجھیں، لیکن اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا کلام استشہاد میں پیش کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (تم آسانی پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہو، دشواریاں پیدا کرنے کے لئے نہیں)۔

آپ نے بعثت کا لفظ اختیار کیا اور اس سے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کیا، یہ ان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے تھا، جو بھیجا جاتا ہے اس کی ذمہ داری ہوتی ہے، جو مامور ہوتا ہے اس کی ذمہ داری ہوتی ہے، اس احساس نے صحابہ کرامؓ اور ان کے پیروکاروں کو ایک مہمیز دیا، ان کا ہر فرد اگرچہ مرتبہ و مقام کے اس درجہ کو نہ پہنچے اور ثقافت و تہذیب کے اس معیار پر نہ اُترے مگر اس کو یہ احساس رہتا تھا کہ وہ بھیجا ہوا ہے، (مبعوث ہے) اس سے خدا کے سامنے سوال ہوگا، کہ تمہاری موجودگی میں اور تمہارے رہتے ہوئے انسانوں اور قوموں کا یہ انجام کیوں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا۔

ایران کے سپہ سالار اعظم رُستم نے حضرت ربعیؓ بن عامر سے جب اسلامی فوج جو عربوں پر مشتمل تھی ایران میں آئی، پوچھا تم کو یہاں کیا چیز لائی ہے، کس چیز نے تم کو جزیرۃ العرب سے نکلنے پر مجبور کیا؟ انہوں نے اس کے جواب میں وہ زلزلہ خیز واثر انگیز اور تاریخی جملہ کہا جس کی نظیر حکومتوں اور سربراہوں کے قاصدوں اور سفراء کی زبان سے ادا کیے ہوئے جملوں میں نہیں ملتی، انہوں نے کہا ''ہم کو کوئی چیز لے کر نہیں آئی ہے، ہم اپنے لئے نہیں نکلے ہیں'' تاریخ ایک ریکارڈ ہے، خاص طور سے عربی تاریخ میں بڑے امانت دار ثابت ہوئے ہیں، جو تاریخ عربوں نے ریکارڈ کی ہے وہ اپنی باریک بینی اور امانت میں ممتاز ہے، تاریخ نے یہ کلمات نوٹ کر لئے ہیں، یہ شہ پارے محفوظ کر لئے ہیں جو آج بھی میرے کان سن رہے ہیں۔

اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا — اللہ نے ہم کو بھیجا ہے

میرے بھائیو! ذرا اس اعتماد کو دیکھو جو اِس اعرابی کی رگ رگ میں سما گیا تھا، کس بلندی سے وہ بات کر رہا ہے، احساس کمتری کی کوئی قسم اس کے قریب بھٹکی نہیں۔ ایک جلال ہے، ایک رعب ہے جس کی گونج دلوں میں ہوگی، جس کا ریکارڈ تاریخ میں ہے، اس نے جواب دیا، نہیں! ''اللہ نے ہم کو بھیجا ہے'' تاکہ ہم نکالیں'' عقیدہ توحید کے سرشار، ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال اس اعرابی نے نہایت دقیقہ رسی سے کلام کیا، کیونکہ وہ ایک دین کی، عقیدہ توحید کی، آخری آسمانی پیغام کی نمائندگی کر رہا تھا، اس نے کہا کہ ہم خود نہیں آئے ہم کو اللہ نے بھیجا ہے، یہ بات صرف ایک موحد اور ایک صاحب ایمان ہی کہہ سکتا تھا، کہ اگر نکلنا ہی ہوتا

www.abulhasanalinadwi.org

توہم کب کے نکل چکے ہوتے، مقدر کی بات ہے کہ یہ حکم ہم کو اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے واسطے سے ملا، اسی لئے انہوں نے کہا "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے" ہر ہر کلمہ نہایت دقیق اور نپاتلا ہے، جیسے کہ سو دفعہ اس پر غور کیا گیا ہو، ماہرین قانون کی دقیق دفعات سے زیادہ عمیق اور دقیق، لیکن یہ سب دفعتاً ہو گیا، ایمان کی زبان سے بول رہا تھا، انہوں نے کہا اللہ نے ہم کو بھیجا ہے، تاکہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں، اسی جملہ سے انہوں نے صاف اشارہ کر دیا کہ تم نے اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے جو ایران کے طرز حکومت و معاشرت اور کسریٰ اور قیصر کے طرز عمل سے دنیا کو معلوم تھا، اور اس شاہانہ نشست اور شاہانا ٹھاٹ باٹ سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔

حضرت ربعی بن عامرؓ نے بہت واضح کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے بھیجا ہی ہے کہ لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں، ان جملوں کو سوچ سوچ کر میں عالم حیرت میں کھو جاتا ہوں، اگر وہ کہتے کہ دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت۔

رُستم سپہ سالار ایران شاہانہ تزک و احتشام اور اپنی شوکت وسطوت کے ساتھ جلوہ آرائے مسند ہے، ایک دیہاتی آکر اپنے معمولی گھوڑے سے اترتا ہے اور اس کے کمخواب اور ریشم و دیبا کے فرش و فروش کو روندتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے، وہاں کی ٹیپ ٹاپ نے اس کو ذرا بھی مرعوب نہیں کیا، جب رستم نے اس سے کہا، تم کو کیا چیز یہاں لائی، اس کے سو جواب ہو سکتے تھے، کم از کم یہ تو ممکن تھا کہ کہتے

فقر و فاقہ ہم کو یہاں لایا ہے، یا ذرا آگے بڑھ کر کہتے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارنے کے شوق میں نکلے جو ایران میں پائی جاتی ہے، یا قبائل کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر یہ اقدام کیا ہے، یہ سب کچھ نہیں بلکہ بڑے اطمینان اور قلبی سکون کے ساتھ انہوں نے کہا (ایمان ان کی زبان سے بول رہا تھا، بلکہ امنڈ رہا تھا اور بہہ رہا تھا) کچھ نہیں! ان میں سے کوئی چیز ہم کو لے کر نہیں آئی ہے، صرف اللہ نے ہم کو بھیجا ہے، چھٹی صدی مسیحی کے اسلامی پیغام کے اولین حاملین کے اعتماد کا یہی حال تھا۔

رُستم اس بات کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا، میرے بھائیو! میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ رستم کو اس کی ہرگز توقع نہیں تھی، خواب میں بھی اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا، ایک دیہاتی جو معمولی لباس پہنے ہوا تھا، جس کو ایرانی نہایت حقارت آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے، یہ ایرانی کون تھے، اگر ان میں سے کوئی پٹکا لگاتا اور اس کی قیمت ایک لاکھ سے کم ہوتی تو وہ نگاہوں میں جچتا نہیں تھا، بلکہ لوگ اس کو حقیر جانتے تھے، اور ٹوپی ایک لاکھ سے کم کی ہوتی تو لوگ اس کو گھٹیا تصور کرتے تھے، وہ بڑوں کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتا تھا، یہ بدوی جسکا لباس بھی مکمل نہ تھا، ہو سکتا ہے اس نے کانٹے سے اپنا لباس باندھ رکھا ہو، وہ کہتا ہے "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے" یہ کلمہ کیا ہے، اگر آخرت کی وسعت کہتے تو بالکل حیرت نہ ہوتی، لیکن انہوں نے تو کہا دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں، تم پنجڑے میں زندگی گزار رہے ہو، تمہاری زندگی ان خوبصورت پرندوں کی طرح ہے، جن کو پنجڑے میں قید کر دیا گیا ہو، پنجڑا سونے کا ہو، اس کی تیلیاں سونے کی ہوں، اور جن برتنوں میں ان کو کھانے پینے کو دیا جاتا ہے وہ بھی سونے کے ہوں، لیکن بہر حال

www.abulhasanalinadwi.org

پنجڑا پنجڑا ہی ہے۔ تو ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر جس کو تم نے اپنی کم علمی، وحی الٰہی سے محرومی، بلند اغراض، پاکیزہ جذبات، اور اس اعلیٰ مقام انسانیت جس سے اللہ نے تم کو عزت بخشی ہے نا آشنائی کی وجہ سے وسعت تصور کر رکھا ہے، اس کی تنگی کو اپنی عبادت، مذاہب سے ناواقفیت، اور انسانیت کی حقیقت ناشناسی سے تم نے وسعت سمجھ رکھا ہے، ہم تم کو اسی تنگ و تاریک زندگی سے نکالنے کے لئے آئے ہیں، تمہارے سینے تنگ ہیں، تمہارے دل تاریک ہیں، تمہاری آنکھیں بند ہیں، تمہاری سانسیں رک چکی ہیں، تم کو آزادی کا شعور نہیں، تم حریت آشنا نہیں، روحانی لذت سے واقف نہیں، اور انسانی رفعت، روحانی پرواز، آسمانی بلندی سے آگاہ نہیں، اسی تنگی سے تم کو چھٹکارا دلانے کے لئے جس میں تم صدیوں سے گرفتار ہو ہم آئے ہیں اس دنیا کی وسعتوں میں تم کو لانے کے لئے، انہوں نے اس انداز سے یہ بات کہی جیسے کہ ان کو پورا یقین تھا کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی جو ان کے ہمراہ آئے ہیں فراخی اور کشادگی و وسعت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

بھائیو! وہ وسعت والی زندگی کیا تھی جس پر ان کو ناز تھا، کیا وہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے، وہ تو سخت تنگ دستی اور اقتصادی بدحالی کا شکار تھے، نہ غذائی سامان کی فراوانی، نہ مکانات و رہائش کی آسانی تھی، خیموں کی زندگی تھی اور صحرا نوردی، لیکن ہاں! ان کے دل ایمان کی دولت سے مالامال اور یقین کی لذت سے سرشار تھے، اسی لئے ان کی زبان کھلی تو یہ لازوال الفاظ اور جملے نکلے۔

اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ جس کو وہ چاہے بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت

www.abulhasanalinadwi.org

میں پہنچائیں، اور مذاہب والادیان کے ظلم وستم سے نجات دلا کر اسلام کے عدل وانصاف کے سایہ میں لائیں۔

اُمت کا بھیجا جانا جو اپنے ایمان میں نرالی، اپنے اعتماد میں مثالی، اپنی سیرت وکردار میں بے نظیر، انسانیت پر رحم وکرم کرنے میں انوکھی، اپنی سادگی وپرکاری میں ضرب المثل، اور انسانی ہمدردی وغم خواری اور جن تکلیف وحالات سے انسانیت دوچار ہے اس پر بے قراری وبے چینی میں اپنی مثال آپ ہے، ایک نیا تجربہ تھا، یہ بھیجا جانا (بعثت) اجتماعی بعثت تھی، قومی بعثت تھی، اس لئے پورا عرب اس لڑی میں پرو گیا، اور وہ سب کے سب پیغام آسمانی کے حامل، رہنما ورہبر اور منارۂ نور بن گئے، اسی نے تاریخ کو نیا رُخ دیا، کیونکہ چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی اس سے کہیں آگے جاچکی تھیں کہ چند صالح افراد اس میں اثر انداز ہوسکیں، قرآن کی شہادت موجود ہے، کہ وہ یہود جو قرآن کے نزدیک اور قرآن کے نازل کرنے والے کی نظر میں مبغوض ترین قوم تھے، ان میں نیک اور صالح افراد پائے جاتے تھے، قرآن فرمارہا ہے :۔

لَيْسُوا سَوَاءً. مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُوْنَ آيٰتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ. يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْآخِرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ. وَاُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ. (آل عمران. ۱۱۳ . ۱۱۴). سب یکساں نہیں (انہیں) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے یہ لوگ اللہ کی آیتوں کو اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں، اور بدی سے روکتے ہیں، اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں، یہی لوگ نیکوں کاروں میں سے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن گواہی دے رہا ہے کہ یہودی معاشرہ نیک اور صالح افراد سے خالی نہ تھا، لیکن انسانی سوسائٹی پر ان کا کوئی اثر نہیں تھا، اور نہ انسانیت کے انجام پر وہ اثر انداز تھے، اس لئے کہ وہ گنے چنے افراد تھے، ایک پوری قوم کی جو عقیدہ کی پختگی، ایمان ویقین کی حلاوت، اخلاق وکردار کی بلندی، ایثار وقربانی کے جذبہ، شہ سواری وسپہ گری کے حوصلے اور سنجیدگی ومتانت کے اس معیار پر ہو تب ہی وہ ایسا عظیم اور غیر معمولی انقلاب برپا کرسکتی ہے، جس کا انسانی تاریخ نے مشاہدہ کیا۔

میرے بھائیو! یہی وہ راز ہے درحقیقت، جو اصل دشواری ہے جو سب سے بڑا خلا ہے وہ کسی ایسی قوم کا موجود نہ ہونا ہے جو تمام قوموں کے لئے مثالی ہو، قومیں افراد کو خاطر میں نہیں لاتیں، یہ ایک حقیقت ہے اور خاص طور سے موجودہ دور کی جن کے ہاتھ میں زمام قیادت ہے، وہ چند افراد کے صلاح وتقویٰ کو نہیں دیکھتیں، کیونکہ چند افراد تو ہر قوم میں پائے جاتے ہیں، عربوں میں بھی ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں، لیکن یہ قومیں افراد کو نہیں دیکھتیں، ان کی نظریں میں منتظر ہیں ایسی قوموں کی یا ایسی قوم کی جو انسانیت کی قیادت کی صلاحیت رکھتی ہو، جو دوسری قوموں سے عقیدہ کی صلاحیت ہیں، ایثار وقربانی کے جذبہ میں، سادگی اور مجاہدہ میں، خواہشات نفس سے بلند ہوکر اور انانیت سے بالاتر ہوکر زندگی گزارنے میں ممتاز نظر آئے، اور اس کو اس چیز میں کوئی کشش اور جاذبیت محسوس نہ ہو، جس میں دوسری قوموں کو محسوس ہوتی ہے، چاہے وہ قومیں سیادت وقیادت، تہذیب وثقافت، علوم وفنون اور فلسفہ وحکمت کے بام عروج پر کیوں نہ پہنچ جائیں، تمام یورپی قومیں بلکہ پوری انسانی دنیا ذرا بھی ماننے کو تیار نہیں اور سر اٹھاکر کسی ایسی قوم کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں، جو ان قوموں کے مقابلہ میں شان امتیازی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

رکھتی، کیونکہ ان کے مقابلہ میں ان کو دنیا کم ملی ہے، اگر یہ بھی اس دنیا کے پیچھے لگے اور انہیں خواہشات کے چکر میں پڑ گئے اور اسی طرح عیش کوشی اور لذت پسندی کا شکار ہو گئے، جس کی یورپ میں پوجا ہو رہی ہے، تو میرے بھائیو آپ یقین کیجئے کہ ہمارے مسلمان بھائی ان سے کئی گنا بڑھ جائیں۔

ان تمام وسائل عیش و عشرت میں، مال و دولت کی فراوانی میں، وسیع و عریض حکومتوں میں اور علوم و فنون کی ترقی میں تو معاصر دنیا مسلمانوں کو اور عربوں کو خاطر میں لانے والی نہیں ہے، اس لئے کہ وہ سمجھ رہے ہیں، بلکہ ان کو ناز و غرور ہے، کہ وہ دنیا کے پیشوا ہیں، تہذیب و تمدن کے امام ہیں، تمام قومیں ان کے دستر خوان کی ژلہ ربا اور ان کی خوشہ چین ہیں، کوئی بڑے سے بڑا آدمی امریکا یورپ، متمدن سے متمدن شہر میں چلا جائے، دولت کے انبار لگائے، اونچی اونچی بلڈنگیں اٹھالے، ایک خیالی دنیا بسالے، اور ایسی داد عیش دے کہ داستان الف لیلیٰ کی یاد تازہ ہو جائے، تو بھی کوئی یورپین نہ سر اٹھا کر دیکھنے کو اور نہ کسی طرح کا احترام دینے کو تیار ہوگا اور نہ جبیں سائی کے لئے آمادہ ہوگا۔

اس کے برخلاف اگر وہ کسی ایسے شخص کو پالے جو اگرچہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، لیکن ان تمام خواہشات سے بلند و بالا ہو جن کی یورپین اقوام پرستش میں مبتلا ہیں، وہ دیکھیں کہ یہ چمک دمک اس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتی، یہ صنعت و حرفت کا رعب اور اس کی رعنائی اس کو مرعوب نہیں کرتی، یہ تہذیب و تمدن کی ٹیپ ٹاپ اس کو لبھا نہیں سکتی، بلکہ وہ اس بحر متلاطم میں کوہ گراں کی طرح ثابت قدم ہے، وہ سمندر کی تاریکیوں میں مینارۂ نور ہے، اس تہذیب کی اس کو ذرّہ برابر پرواہ نہیں، بلکہ وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے، اور چوسی ہوئی گٹھلی کی طرح اس کو حقیر

www.abulhasanalinadwi.org

سمجھ کر پھینک دیتا ہے، اور صاف صاف کہہ دیتا ہے، وہ ایک قاصد اور حامل پیغام ہے، وہ انسانیت کا نجات دہندہ ہے، سارا عالم جل رہا ہے، وہ آگ بجھانے والا، اور ان کا مددگار ہے، ساری دنیا امراض کا شکار ہے، وہ طبّی کیمپ لے کر آیا ہے، یہی وہ اعتماد اور یقین ہے جو ایک یورپین، ایک ہندو، ایک چینی، ایک جاپانی کو مجبور کر دے گی، کہ سو دفعہ غور کریں کہ اسلام میں ایسی نسل اور ایسی قوم پیدا کرنے کی پوری قدرت اور صلاحیت ہے۔

جہاں تک مال و دولت کا تعلق ہے اس سے موازنہ ہوتا، حساب لگایا جاتا ہے، کل کلیٹ کیا جاتا ہے، کوئی ملینیر ہے تو کوئی نہیں، ایک لکھ پتی ہے تو دوسرا نہیں، اور کوئی اس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ یہ چیز کسی انسان کو اس دنیا میں اس شخص کے احترام اور عزت پر آمادہ نہیں کر سکتی جس کے پاس عیش و عشرت کے سارے وسائل موجود ہوں۔

جس خلا کو ساتویں صدی مسیحی میں اُمت اسلامیہ نے پُر کیا تھا، وہ عالمی قیادت کا خلا تھا، جس کو پوری صلاحیت اور قدرت کے ساتھ اس نے پُر کیا، یہ پوری اُمت کی بعثت کا کرشمہ ہے، جس کا ایک ایک فرد منارۂ نور، حاملِ ایمان و یقین تھا، جس نے ظلمتوں میں اپنی راہ پیدا کی۔

حضرت عقبہ بن نافعؓ نے فرمایا تھا کہ یہ سمندر حائل نہ ہوا ہوتا تو میرا قافلہ برابر چلتا چلا جاتا، یہاں تک کہ آخری کنارہ تک اسلام کا پیغام پہنچا دیتا، اسی طرح وہ اعتماد و یقین کی دولت سے مالا مال تھے، مسلمانوں کا ایمان تھا کہ ان کو بھیجا گیا ہے، وہ اللہ کی طرف سے مامور ہیں، ان میں سے ہر فرد ذمہ داری کا پورا احساس رکھتا تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کے حوالہ ایک قیمتی امانت کی گئی ہے، انسانی انجام کی امانت، انسانی

www.abulhasanalinadwi.org

نصیب کی امانت، انسانی تمدن کے مستقبل کی امانت، جس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا، اسی نے اسلامی عربی اُمت کا مقام متعین کیا، اس کا کام اور میدان متعین کیا، اور دین وملت کی اقتصادی وسیاسی معرکہ آرائی میں اس کے قائدانہ کردار کی نشان دہی کی۔

غرض کہ اس وقت ہم کو ایک اجتماعی صالح نمونہ پیش کرنے کی قوموں اور ملتوں کی سطح پر ضرورت ہے۔

آج زمانہ لہو ولعب اور ذلت ورسوائی سے عبارت ہے اور اسی طرح کی خبریں شائع ہوتی ہیں، رسوا کن یا پھر پریشان کن، اگر آپ ایسی خبریں تلاش کرنے لگیں جو رسوائیوں اور پریشانیوں سے تعلق نہ رکھتی ہوں تو آپ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے، یہ بات اس لئے پیش آئی کہ ہم مقصدیت سے رشتہ توڑ کر لہو ولعب کا شکار ہو گئے رسوائی قبول کرلی، ایمان صحیح اور اعتماد ویقین سے بیگانہ ہو گئے، وہ اعتماد جس سے ہر مسلمان کو لیس ہونا چاہئے، کیونکہ جس مدد کی موجودہ دنیا کو سخت ضرورت ہے اور دنیا جس کی بار بار دہائی دے رہی ہے، اُمت اسلام کو پکار پکار مدد کے لئے بلا رہی ہے، وہ یہی ایمان ویقین ہے۔

پورا یورپ اس کتے کی طرح ہو چکا ہے جو ہانپتا رہتا ہے، مارو اور دوڑاؤ تو بھی ہانپے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپے، اور یورپین تمدن اس جگالی کرنے والے اونٹ کی طرح ہے جو برابر جگالی میں لگا رہتا ہے۔ یورپین تمدن اپنی افادیت کھو چکا ہے، اس کے پاس کوئی نئی اور مفید چیز باقی نہیں رہ گئی ہے، یورپ کے دانشور سترہویں، اٹھارویں، انیسویں صدیوں میں جدت پیدا کرنے سے ہار چکے ہیں، وہ ایک ہی چیز دہرائے چلے جارہے ہیں، لے دے کے ان کے دو کام رہ گئے ہیں، غلام بنانا بے

www.abulhasanalinadwi.org

جادباؤ ڈالنا، رسوا کرنا، مسائل کھڑے کرنا، وہ بامقصد اور مفید کام کی صلاحیت کھو چکے ہیں، وہ دیوالیہ ہو چکے ہیں، نہ ان کے یہاں جدت ہے نہ نافعیت، ایمان میں تو پہلے سے دیوالیہ تھے، انسانیت کی چارہ سازی انسانی ترقی اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں بھی وہ دیوالیہ ہو چکے، ایسا دیوالیہ پن جس کی کوئی نظیر نہیں، اس وقت صرف ایک خلا ہے، میں کسی دوسرے خلا کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، عالمی تمدن اور انسانی انجام کار کے نقشہ میں صرف ایک خلا ہے، وہ ایک ایسی امت کا خلا ہے جو حامل پیغام ہو، سیرت و کردار کی آئینہ دار ہو، اخلاق و عادات کی بلندیوں پر فائز، ایمان و یقین سے سرشار ہو، سنجیدہ ہو اور عزم و حوصلہ والی ہو، ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہو، روحانی بالیدگی سے ہمکنار اور سپہ گری سے متصف ہو۔

انسانی دنیا کے نقشہ میں یہی تنہا ایک خلا ہے جس کو ایک مسلمان ہی پُر کر سکتا ہے، جس کو ایک مسلمان قوم ہی پُر کر سکتی ہے کیونکہ وہ ساتویں صدی عیسوی سے اخیر تک قیادت کے فرائض انجام دیتی رہی ہے، اگر آج بھی اپنی قیمت جان لے اس کو اپنے پیغام کی عظمت و جلال کا احساس ہو جائے اور اپنے قوت کے سرچشموں سے اس کو آگاہی حاصل ہو جائے تو انسانیت کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہے گی، لیکن ہم خود لہو و لعب کا شکار، اور غفلت شعار ہو چکے ہیں، میں معافی چاہتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں (اگرچہ میری پیدائش اور نشو و نما ہندوستان میں ہوا) لیکن میری رگوں میں عربی خون خود دوڑ رہا ہے، میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، میرا نسب نامہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ سے جا ملتا ہے، اگر آپ سے کچھ کہا سنا تو ایک بھائی کے ناطہ سے جو آپ کا دینی بھائی بھی ہے اور نسبی بھائی بھی، جس سے ادب کا، زبان کا، اور احساسات کا رشتہ قائم ہے، تو میرے

بھائیو! آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

یہ اسلامی عربی اُمت کب اپنے پیروں پر کھڑی ہوگی، اور کب از سر نو پیغام انسانی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگی، زمانہ پلٹ کر پھر وہیں جا پہنچا، جہاں سے رسول ﷺ نے اپنے کام کی ابتدا کی تھی، آج پھر جاہلیت کا دور دورہ ہے، ایک عالمی جاہلیت، ایک یوروپی جاہلیت، امریکی، روسی جاہلیت، لیکن جاہلیت جاہلیت ہے، صرف ایک روشنی ہے وہ اسلام کا نور ہے، وہ نور آج بھی قرآن مجید کے واسطہ سے عربوں کے پاس قرآن کے صفحات میں اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، ہم ہندوستان والے، بر صغیر کے رہنے والے، جزیرۃ العرب کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، ایک قائد اُمت کی حیثیت سے، ایک حامل پیغام اُمّت کی حیثیت سے، بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے کہ ہم کو ایک تجربہ ہوا جو نہ ہمارے حسب حال تھا، اور نہ آپ کے شایانِ شان، ہمارے بہت سے بھائی آپ کے دریوزہ گر ہیں، آپ کے خوان نعمت کے خوشہ چیں ہیں، لیکن حقیقی خوشہ چیں اور دریوزہ گری قرآن وایمان کے دستر خوان اور اس کی نعمت ہائے لازوال کی ہے۔

ہم اپنے ہندوستانی اور پاکستانی بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں، کہ ہم جو دولت اپنے عرب بھائیوں سے پیٹرول کی شکل میں حاصل کر رہے ہیں، یہ اصل دولت نہیں ہے، بلکہ اصل وہ نور ہے جو مکہ مدینہ میں چمکا، وہی عربوں کی اصل دولت ہے اس میں ہمارا حصہ ہونا چاہئے، میں اپنے نوجوانوں سے بہت پر اُمید ہوں کہ وہ اپنے کو اس بلند منصب کے لئے تیار کریں گے، قیادت ورہنمائی کے منصب کے لئے اور ان تہذیب یافتہ لوگوں کے لئے ایسا ایمانی و قابل تقلید نمونہ پیش کریں گے جو تہذیب وتمدن اور ترقی پسندی و پیش قدمی کے دعویدار ہیں۔

امریکہ اور یوروپ کے دورہ میں یونیورسٹیوں کے بڑے اساتذہ سے یہ سُن کر بہت افسوس ہوا کہ ہم نے اپنے عرب اور مسلمان نوجوانوں میں شانِ امتیازی نہیں دیکھی، دوسروں کے رنگ میں رنگے ہوئے اور انہیں کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے نظر آئے، ہم جزیرۃ العرب میں رہیں تو نمونہ بن کر رہیں، اور جب امریکہ اور جاپان جائیں یا کسی بھی ملک میں جائیں تو وہاں بھی قابل تقلید نمونہ بن کر رہیں، مسلمان تو ایک نور ہے اور نور چھپ نہیں سکتا۔

یہ ایک امانت ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا، میرے دوستو اور بھائیوں کی طرف سے یہ پیغام نہیں ہے بلکہ یہ انسانیت کا پیغام ہے، اگرچہ میں بہت چھوٹا ہوں لیکن میں انسانیت کا نمائندہ ہوں۔

میرے کان، دلوں کی دھڑکنیں، ضمیر انسانی کی آواز، اندرون کی سرگوشیاں سُن رہے ہیں، میں یہاں کہہ رہا ہوں، لیکن دنیا کے آخری حصہ میں امریکہ اور یورپ والوں کے جذبات وخیالات میرے کان سے ٹکرا رہے ہیں، آپ بھی ان کو سُن کر محسوس کر سکتے ہیں، اگر زندہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کریں۔

میں اپنی بات اپنے نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو تیار کرو اپنی بیٹری ایمانیات سے چارج کرو، سنجیدگی ومتانت، پختگی اور حوصلہ مندی کا اپنے کو عادی بناؤ، شہ سواری اور اولوالعزمی اپنے اندر پیدا کرو، خواہشات نفس اور انانیت سے بالاتر ہو کر کام کرو، نہ مال کے غلام ہو، نہ جاہ کے، نہ مادہ پرستی میں مبتلا ہو، تم خالص اللہ کی بندگی میں داخل ہو کر اس کے بندے بن کر رہو، تاکہ یہ کہہ سکو۔۔۔ ''اللہ نے ہم کو بھیجا ہے کہ جس کو وہ چاہے اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی

www.abulhasanalinadwi.org

وسعت میں داخل کریں، اور مذاہب وادیان کی زیادتیوں سے نجات دلاکر اسلام کے انصاف میں داخل کریں"۔

پورا عالم ہمہ تن گوش ہے کہ اُس کے کان میں یہ صدا پھر گونجے، یہ محبت آمیز کلمے وہ سُنے جس نے تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور انسانیت کو اور قوموں کو دو خانوں میں بانٹ دیا، ایک خوش بخت اور نصیب آور دوسرا بدبخت اور شقی، ایک نجات پانے والی دوسری ہلاک وبرباد ہونے والی۔

میں اس پر اکتفا کرتا ہوں، اور اس قیمتی موقع کی فراہمی پر دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ اپنے نوجوانوں سے ملاقات کا اور ان سے صاف صاف کھل کر سچائی اور اخلاق کے ساتھ بات کرنے کا موقع ملا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

(عربی سے اردو ترجمہ۔ مولانا عبد الله حسنی ندوی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org